

فہم اسلام

3

بی اے کے طلبہ اسلامیات کے لیے

مؤلفہ

پروفیسر عبدالقیوم ایم اے

شعبہ عربی و اسلامی علوم

گورنمنٹ کالج لاہور

ناشر

یونیورسٹی بک ایجنسی ۲۲ چھری روڈ لاہور

۲۹۷۶۰۸

ع ۵۰ ف

۸۵۲۲

طبع اول نومبر ۱۹۵۶ء

تعداد ۱۰۰۰

کل صفحات ۲۱۶

آر۔ ایچ۔ ڈی خالد نے

اتحاد پرٹنگ پریس، بل روڈ،

لاہور سے چھپوا کر یونیورسٹی

بک ایجنسی کچہری روڈ لاہور سے

شائع کی

قیمت چار روپے - Rs. 4/-

فہرست مضامین

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۳۵	مشہور تفاسیر		پہلا باب
۳۹	قرآن کے اردو ترجمے		
۴۱	لغات قرآن	۳-۴۴	مبادیات مطالعہ قرآن
۴۱	قرآن کے انگریزی ترجمے	۳	وحی
۴۲	کتب حوالہ	۴	وحی اور الہام کا فرق
	دوسرا باب	۵	اقسام وحی
۴۵-۴۸	مبادیات مطالعہ حدیث نبوی	۷	نزول قرآن
	حدیث اور سنت کا مفہوم	۱۲	جمع و تذوین قرآن
۴۵	حدیث	۱۵	عہد ابوبکر میں حفاظت قرآن
۴۶	سنت	۱۸	مصحف قرآن
	روایت و درایت کا مفہوم	۲۳	ترتیب قرآن
۴۶	علم روایت	۲۵	اہمیت قرآن
۴۹	راوی کے اوصاف	۲۸	اعجاز قرآن
۵۰	اقسام حدیث: صحیح	۳۰	مضامین قرآن کا تعارف
۵۱	حسن، ضعیف، مرفوع، موقوف، مقطوع	۳۳	ترجمہ و تفسیر کا مفہوم

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۷۲	۶۔ سنن ابن ماجہ	✓	مرسل، منقطع، معضل
۷۳	حدیث نبوی کی اہمیت	۵۲	غریب، منکر، منقلب
۷۷	کتب حوالہ	۵۲	علم وراثت
۷۸	سوالات	۵۲	اقسام علوم حدیث
	تیسرا باب	۵۶	نمونہ حدیث
	فقہ اسلامی کا ارتقاء	۵۸	جمع و تدوین حدیث
۷۹-۱۱۲	فقہ کی تعریف		عہد نبوی میں کتابت حدیث
۷۹	حدود فقہ	۵۹	پہلا دور
۷۹	اصول فقہ	۶۲	دوسرا دور
۸۰	۱۔ قرآن	۶۳	تیسرا دور
۸۱	۲۔ سنت	۶۴	امام مالک
۸۵	۳۔ اجماع	۶۵	چوتھا دور
۹۰	۴۔ قیاس	۶۶	صحاح ستہ
۹۱	مذہب اربعہ	۶۹	۱۔ صحیح بخاری
۹۲	۱۔ حنفی مذہب	۷۰	۲۔ صحیح مسلم
۹۸	۲۔ مالکی مذہب	۷۱	۳۔ سنن ابی داؤد
۱۰۶	۳۔ شافعی مذہب	۷۲	۴۔ جامع ترمذی
			۵۔ سنن نسائی

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۳۴-۱۳۵	عربی گرامر کے اشارات	۱۰۹	۱۔ عنبلی مذہب
۱۴۵	سورۃ المائدہ: ترجمہ و	۱۱۱	کتب حوالہ
۲۰۹	مطالب	۱۱۲	سوالات
۲۱۰	یونیورسٹی کے پرچہ جات	۱۱۳-۱۳۶	ربیع اول از پارہ اول

بی، اسے کے طلبہ اسلامیات (لازمی)

کے لیے

نصابِ علوم اسلامی

پرچہ (الف) وقت تین گھنٹے کل نمبر ۷۵

۱۔ مباحثات مطالعہ قرآن و حدیث وفقہ ۱۵ نمبر

۲۔ سورۃ المائدہ کا ترجمہ و مطالب ۳۵ نمبر

۳۔ انتخابِ حدیث (مطبوعہ یونیورسٹی) ۲۵ نمبر

نوٹ:۔ جب تک انتخاب حدیث طبع نہیں ہوتی، اس کے ۲۵ نمبر سورۃ المائدہ میں شامل تصور کئے جائیں چند برس سے یہی دستور چلا آ رہا ہے

پرچہ (ب) وقت تین گھنٹے کل نمبر ۷۵

۱۔ اسلام کی سیاسی اور ثقافتی تاریخ ۵۰ نمبر

(بنو امیہ اور بنو عباس)

۲۔ ربیع اول از پارہ اول مع گرامر ۲۵ نمبر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی سُرِّسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

پیش لفظ

کتاب ”فہم اسلام“ پنجاب یونیورسٹی کے مقرر کردہ نصاب تعلیم کے مطابق
بی اے کے طلبہ اسلامی علوم لازمی اختیاری کے لیے تالیف کی گئی ہے۔ یہ
کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے: پہلا حصہ مبادیات مطالعہ قرآن و حدیث و
فقہ کو حاوی ہے۔ دوسرے حصے میں پارہ اول کا راجع اول مع ترجمہ
درج ہے۔ اور حواشی میں تشریح طلبہ لفاظ کے معانی اور لسانی و ادبی
مسائل قلمبند کئے گئے ہیں نیز صرفی و نحوی مسائل میں رہنمائی کے لیے چند
اشارات شامل کر دیے گئے ہیں۔ تیسرے حصے میں سورۃ المائدہ کا متن
ترجمہ اور مطالب درج ہیں۔ مزید برآں مشکل الفاظ و تراکیب کے لسانی
محاسن اور صرفی و نحوی توضیحات بھی مندرج ہیں مطالب و مفہوم کے ساتھ
بعض مسائل بھی زینت کتاب ہیں۔

طلبہ کے فائدہ کے لیے ہر باب کے آخر میں امتحانی طرز کے سوالات
بھی درج کر دیے گئے ہیں نیز مزید معلومات حاصل کرنے کے خواہشمند طلبہ
کی رہنمائی کے لیے مصادر و ماخذ کی فہرست شامل کر دی گئی ہے۔

ہر چند کوشش کی گئی ہے کہ بی اے کے طلبہ کے لیے ہر قسم کی ضرورت
اور مفید معلومات فراہم کر دی جائیں۔

امید و اتق ہے کہ یہ کتاب اپنی معلومات اور افادیت کے لحاظ
سے بی اے کے طلبہ کے علاوہ دین پسند اور علم دوست حضرات کے لیے بھی
مفید ثابت ہوگی اور ان کے لیے تسکینِ ذوق کا سامان مہیا کر سکے گی۔

حصہ تاریخ اسلام کو حذف کر دیا گیا ہے۔ تاکہ خواہ مخواہ کتاب کی
ضخامت نہ بڑھ جائے۔ پھر اس لیے بھی کہ اکثر طلبہ نے اسلامی تاریخ کا مطالعہ
کیا ہے اور اس موضوع پر بہت سی کتابیں باسانی دستیاب ہو سکتی ہیں۔

البتہ طلبہ کو مندرجہ ذیل عنوان خاص طور پر تیار کرنے چاہیں: امیر معاویہ بحیثیت
حاکم و انسان، خلیفہ عبد الملک بن مروان کی اصلاحات، خلیفہ ولید بن عبد الملک کی
فتوحات، خلیفہ عمر بن عبد العزیز کی اصلاحات، بنو امیہ کے زوال کے اسباب
ان کے عہد کے انتظامی امور و فوجی نظم و نسق اور مالی اصلاحات، عہد اموی
کی سیاسی، تمدنی اور علمی خصوصیات، حجاج بن یوسف کے حالات زندگی اور
سیرت، خلیفہ سفاح کا عہد حکومت، خلیفہ منصور کی خدمات، استحکام سلطنت
ہارون رشید کا عہد حکومت، خلیفہ مامون اور علوم کی سرپرستی، عہد عباسی میں
علوم و فنون کی ترقی، سلطان صلاح الدین کے کارنامے اور سیرت، معتزلہ،
خوارج، اسمعیلی فرقہ۔ ابو مسلم خراسانی اور اس کی دعوت انقلاب، برکی وزراء
ترکی اقتدار۔ عہد عباسی میں مختلف ثقافتوں کا امتزاج۔

کتاب کی افادیت کو بڑھانے کے لیے اساتذہ کرام کے مفید مشورے
بصد شکر یہ قبول کیے جائیں گے۔

عبد القیوم

گورنمنٹ کالج، لاہور
۷ صفر المنظر ۱۳۷۷ھ ۱۵ ستمبر ۱۹۵۷ء

مبادیات مطالعہ

قرآن و حدیث

اور

فقہ

شریعت اسلام کا اولین سرچشمہ قرآن ہے۔
دوسرا اہم ماخذ حدیث و سنت نبوی ہے۔
قرآن و سنت کے بعد اجماع اور قیاس کا
درجہ ہے اور اعمال شرعیہ کے مسائل کا علم
فقہ کہلاتا ہے

پہلا باب

مبادیات مطالعہ قرآن

قرآن مجید وہ پاک اور مقدس کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ نے سید المرسلین خاتم النبیین سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر تھوڑی تھوڑی کر کے تقریباً تیس برس کی مدت میں نازل فرمائی۔ قرآن مجید بذریعہ وحی نازل ہوا۔ حضرت جبریل ابن علیہ السلام یہ وحی لے کر آئے تھے۔ حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جبریل ابن سے سن کر حرفاً حرفاً صحابہ کرام کو سنا دیا کرتے تھے۔ اور کاتبان وحی قلمبند کر لیتے تھے۔

ہمارا عقیدہ ہے۔ کہ قرآن مجید وحی الہی ہے۔ لہذا وحی **وحی** کا مفہوم و مطلب جاننا ضروری ہے۔ لغت کے اعتبار سے وحی کا معنی ہے پیغام دینا، اشارہ کرنا، چپکے چپکے دوسروں سے چپا کر بات کہنا، دل میں کوئی بات ڈالنا۔

قرآن مجید نے لفظ وحی مختلف معنوں میں استعمال کیا ہے۔ فرمایا:

۱۔ وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَآئِهِمْ (اور بے شک

شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں (الانعام: ۱۲۱)

۲۔ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ أَنْ أَرْضِعِيهِ (اور ہم نے موسیٰ کی

ماں کے دل میں یہ بات ڈالی کہ تم اس کو دودھ پلاؤ)۔ (القصص: ۲۰)

۳۔ وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّخْلِ (اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کو سکھایا) (النحل: ۶۸)

یہی آیت میں لفظ وحی بمعنی وسوسہ ڈالنا، دوہری میں

بمعنی دل میں بات ڈالنا اور تیسری میں بمعنی سکھانا استعمال ہوا

ہے۔ ان سب مقامات میں لفظ وحی کو چھپا کر اطلاع دینے کے

معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔

شرعی اصطلاح میں وحی سے مراد خاص وہ ذریعہ فیسی

ہے۔ جس کے واسطے سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی بنی کو

کوئی علم حاصل ہوتا ہے۔ اس میں کسی شخص کے غور و فکر

کسب و نظر اور تجربہ و استدلال کو قطعاً کوئی دخل نہیں۔ یہ

محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور لطف و انعام ہے۔ پھر

پیغام الہی اور احکام خداوندی بھی وحی کے مفہوم میں داخل ہیں

لغت میں الہام کے معنی ہیں۔

وحی اور الہام کا فرق کسی چیز کا دل میں ڈالنا۔ چنانچہ

قرآن مجید میں ارشاد ہے -
 فَالْتَمِهْمَهَا فَجُورَهَا وَتَقْوَاهَا (اللہ نے نفس انسانی میں بُری

باتیں اور نیک باتیں ڈال دی ہیں)۔ (الشمس = ۸)

الہام اور وحی دونوں کسی چیز کے معلوم کر لینے کا غیبی
 ذریعہ ہیں۔ لیکن الہام عام ہے۔ جو ہر شخص کو حاصل ہو سکتا
 ہے۔ یہ ایک قسم کا احساس ہے۔ جو ہموک، پیاس، غم اور
 خوشی کے احساس کی طرح ہے۔ الہام نبی اور غیر نبی دونوں
 کو ہوتا ہے۔ مگر وحی صرف انبیاء کرامؑ کے ساتھ مخصوص
 ہے۔ دوسرے لوگوں کو یہ ذریعہ غیبی حاصل نہیں ہو سکتا
 غیر نبی کا الہام حجت شرعی نہیں البتہ نبی کا الہام یقینی
 ہے۔ اور حجت شرعی ہے۔ ✓

وحی کی مختلف صورتیں اور قسمیں حسب ذیل

اقسام وحی ہیں۔

۱۔ رویائے صادقہ یعنی سچے خواب کے ذریعے اللہ تعالیٰ کوئی
 بات بتادے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کی وحی کا آغاز رویائے صادقہ سے ہوا۔ آپؐ
 جو خواب دیکھتے، وہ صبح کے روشن اجالے کی طرح سچ
 نکلتا تھا۔

۲۔ حدیث میں آتا ہے کہ فرشتہ آپ کے دل میں بغیر نظر

آئے کوئی بات ڈال دیتا تھا۔

۳۔ کبھی وحی گھنٹی کی آواز کی طرح آتی تھی۔ صحیح بخاری

میں ہے۔ کہ ایک مرتبہ عارت بن ہشام نے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! آپ

پر وحی کس طرح نازل ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا۔ کبھی

کبھی وحی میرے پاس گھنٹی کی آواز کی طرح آتی ہے

اور یہ وحی میرے لیے سخت ہوتی ہے۔ جب وحی

ختم ہو جاتی ہے۔ تو مجھے سب کچھ یاد ہو جاتا ہے۔

آپ پر جب وحی نازل ہوتی تو آپ کو اضطراب پیدا

ہو جاتا تھا۔ سخت سردی میں بھی پیشانی پسینے سے تر

ہو جاتی تھی۔ ایک بھاری بوجھ محسوس ہوتا تھا۔ چہرے

مبارک کا رنگ بدل جاتا اور سانس تیز ہو جاتا تھا۔

آپ اس وقت سر جھکا لیتے تھے۔

۴۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ فرشتہ انسانی شکل میں یا اپنی اصلی

شکل میں خدا کا پیغام لے کر آیا۔

۵۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے براہ راست

وحی نازل فرمائی، جیسے شب معراج میں پانچ نمازیں فرض

کیں۔ یا خدا براہ راست کلام کرے، جیسے حضرت موسیٰ

علیہ السلام سے طور سینا پر۔

قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ فرشتہ خدا کا پیغام
لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوتا تھا۔ اور
آپ کے قلبِ مطہر پر پیغام الہی لایا کرتا تھا۔

حضرت خدیجہؓ سے نکاح کے بعد جب آنحضرت
نزولِ قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہائی محبوب ہو گئی۔ تو
آپ غارِ حرا میں جا کر کچھ دن گزارتے تھے۔ کھانے پینے کا
سامان ساتھ لے جاتے اور کئی کئی راتیں عبادت میں مصروف
رہتے تھے۔ جب سامان ختم ہو جاتا تو گھر واپس تشریف لاکر
اور سامان خورد و نوش لے جاتے تھے۔

اسی طرح تنہائی میں بیٹھ کر عبادت میں کئی سال گزر گئے
آخر ایک دن غار میں آپ کے سامنے خدا کا فرشتہ نمودار
ہو کر کہنے لگا: پڑھ۔ آپ نے فرمایا: میں پڑھا ہوا نہیں
ہوں۔ یہ سن کر فرشتے نے آپ کو پکڑ کر اتنا دبایا کہ
آپ تھک گئے۔ پھر فرشتے نے چھوڑ کر کہا: پڑھ۔ آپ
نے وہی جواب دیا۔ فرشتے نے پھر اس زور سے دبایا۔
کہ آپ تھک گئے۔ پھر کہا کہ پڑھ۔ آپ نے پھر وہی جواب
دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ فرشتے نے تیسری مرتبہ پکڑ
کر دبایا۔ اور چھوڑنے کے بعد کہا:

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ | پڑھ اپنے رب کے نام سے

الذی خلقہ خلق الانسان
 من طینی و اقدراً و سر بک
 الاکرم الذی علم بالقلم
 علم الانسان ما لم یعلمہ
 (العلق: ۱-۵)

جس نے کائنات کو پیدا کیا جس نے
 انسان کو مجھ سے ہوئے خون سے پیدا
 کیا۔ پڑھ اور تیرا رب بڑا بزرگ
 ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے سکھایا اور
 انسان کو وہ کچھ سکھایا۔ جسے وہ
 نہیں جانتا۔

یہ پہلی وحی تھی جو آپ پر نازل ہوئی۔ اس وقت
 آپ کی عمر چالیس برس تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس
 وحی کے بعد گھر واپس تشریف لائے۔ چونکہ زندگی میں یہ پہلا
 تجربہ تھا اور امت کی تعلیم اور اسلام کی تبلیغ کا بارِ عظیم
 آپ پر ڈال دیا گیا تھا، اس لیے آپ ڈر گئے، قلب مبارک
 لرز گیا۔ اور حضرت خدیجہؓ سے فرمایا: مجھے کبیل اڑھا دو انہوں
 نے کبیل اڑھا دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد خوف و ہراس اور
 دہشت کی حالت جاتی رہی اور ذرا سکون ہوا۔ تو آپ نے
 حضرت خدیجہؓ سے سارا ماجرا بیان کیا اور فرمایا کہ مجھے اپنی
 جان کا خطرہ ہے۔ حضرت خدیجہؓ نے آپ کو تسلی دی۔ اور
 کہا خدا آپ کو ہرگز رسوا نہیں کرے گا۔ کیونکہ آپ رشتہ داروں
 سے اچھا سلوک کرتے ہیں۔ محتاجوں اور بیکیوں کے کام آتے
 ہیں۔ حتیٰ معاملات میں غریبوں کی امداد فرماتے ہیں۔ مہمانوں کی

عزت اور خاطر و مدارات کرتے ہیں۔ تمصیت میں غیروں کے کام آتے ہیں۔ لوگوں کا بوجھ خود اٹھا لیتے ہیں۔ پھر حضرت خدیجہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ ورقہ بن نوفل بوڑھا ہو چکا تھا، عیسائی مذہب رکھتا تھا۔ انجیل اور توریت کا بڑا ماہر تھا۔ اس نے سارا ماجرا سن کر کہا کہ یہ وہی ناموس (فرشتہ) ہے۔ جو اللہ کے حکم سے حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوا تھا۔ پھر کہا کہ اے کاش میں اس وقت زندہ ہوتا جب قوم آپ کو وطن سے نکال دے گی۔ اس کے بعد وحی کا آنا کچھ دنوں کے لیے بند ہو گیا۔ اسے اصطلاح میں فترتِ وحی کہتے ہیں۔ وحی کے رُک جانے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا رنج و ملال ہوا۔ جب دوبارہ وحی کا آنا شروع ہوا۔ تو یہ آیات نازل ہوئیں۔

<p>اے کبھی واسے! اٹھ اور لوگوں کو متنبہ کر۔ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر۔</p>	<p>يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ وَرَبِّكَ فَكَبِيرٌ (المدثر = ۱-۵)</p>
---	--

اس کے بعد وحی کا سلسلہ وصال تک برابر جاری رہا۔

قرآن مجید وحی الہی ہے فرمایا۔

<p>یعنی نبی کریمؐ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے۔ آپ تو وحی الہی سنا رہے ہیں</p>	<p>وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ (سورہ نجم ۱۳)</p>
---	--

ابتدا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نزولِ وحی کے وقت اپنے لب مبارک کو جلدی جلدی حرکت دیتے تھے۔ تاکہ کہیں کوئی چیز رہ نہ جائے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ
لِيَتَّعِبَ بِهِ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ
وَقُرْآنَهُ. (القیامتہ: ۱۷، ۱۸)

آپ اپنی زبان کو قرآن سیکھنے کے لیے جلدی جلدی حرکت نہ دیں بے شک اس کا جمع کرنا اور پڑھنا

ہمارا ذمہ ہے۔

اس آیت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت ہو گئی۔ کہ جب جبریلؑ آتے تو آپؐ بالکل خاموش ہو کر سنتے تھے۔ جبریلؑ کے چلے جانے کے بعد آپؐ اس وحی کو اسی طرح پڑھتے تھے۔ جس طرح روح القدس سے سنا تھا۔ آپؐ کی آخری عمر میں وحی بکثرت نازل ہونے لگی۔ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ کہ آغازِ نبوت میں آپؐ فرشتہ وحی کو دیکھ کر ہراساں اور خوفزدہ ہو جاتے تھے۔ لیکن جب مانوس ہو گئے۔ تو شوقِ ملاقات کا یہ عالم تھا۔ کہ ذرا تاخیر ہو جانے سے آپؐ بے چین اور مضطرب ہو جاتے تھے۔ فرشتہ وحی کے آنے کا کوئی وقت مقرر نہ تھا۔ صبح ہو یا شام، دن ہو یا رات، سفر ہو یا حضر، جب حکیم الہی ہوتا، حضرت جبریلؑ بارگاہِ نبوی میں حاضر ہو کر خدا کا پیغام پہنچا

دیتے تھے۔

ماہ رمضان میں جبریلؑ روزانہ حاضر ہوتے تھے۔ اور آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرآن مجید سنتے اور آپ کو سناتے تھے۔

قرآن مجید کے نزول کی کل مدت تقریباً تیس سال ہے اس میں سے بارہ برس کے قریب مکہ مکرمہ میں ہجرت سے پہلے گزرے اور باقی مدینہ منورہ میں ہجرت کے بعد۔

قرآن مجید اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ اس کی شہادت خود قرآن مجید میں موجود ہے فرمایا:

بے شک ہم نے اس قرآن کو شبہ
میں نازل کیا

بے شبہ ہم نے اس کو مبارک رات
میں اتارا

تحقیق ہم نے قرآن مجید آپ پر
ٹھیک ٹھیک کر اتارا ہے

یہ قرآن مجید اس ذات کی طرف
سے اترا ہے۔ جس نے زمین اور
بند آسمانوں کو پیدا کیا۔

بلاشبہ یہ کتاب خدا تعالیٰ کی طرف

۱۔ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ

الْقَدْرِ (القدر: ۱) ۷

۲۔ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ

مُبَارَكَةٍ (الدخان: ۳)

۳۔ اِنَّا هُنَّ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ

الْقُرْآنَ تَنْزِيْلًا (الهمز: ۳)

۴۔ تَنْزِيْلًا مِّنْ خَلْقِ الْاَرْضِ

وَالسَّمَوَاتِ الْعُلَى (طہ: ۳)

۵۔ تَنْزِيْلُ الْكِتَابِ لَا

اس آیت
کی دلیل
کہ یہ خدا
کی طرف
سے نازل
ہوا
خدا کے
سے ہی
دینی
کیا عقول
سے

بان سن
کئی وقت
بہی ہندی

تاج و نعل
سکا اور
سے دی جا
جائے

کتاب اللہ سے قرآن مجید
قرآن مجید
قرآن مجید

رَيْبَ فِيهِ مِنْ رَبِّ
الْعَالَمِينَ (السجدة ۳۲-۳۳) والا پلے۔

نازل ہوئی ہے۔ جو جانوں کا پالنے

مختصر یہ کہ نزولِ قرآن کے ضمن میں مندرجہ ذیل چند باتیں قابل ذکر ہیں۔

۱۔ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے۔

۲۔ حضرت جبریلؑ اسے لے کر نازل ہوئے۔

۳۔ یہ قرآن مجید آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا

۴۔ قرآن مجید مع عربی الفاظ وحی الہی ہے۔ اِنَّا أَنْزَلْنَاهُ

قُرْآنًا عَرَبِيًّا۔ (۲۱۱۲) ہم نے قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا ہے

اِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا (۲:۲۳) دوسری جگہ فرمایا۔ بِلِسَانِ

عَرَبِيٍّ مُبِينٍ۔ (۱۹۵:۲۶) صاف عربی زبان میں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور

تھا۔ کہ جب کوئی آیت یا سورت

نازل ہوتی تو صحابہ کرام کو حرفاً حرفاً سنا دیتے تھے۔ بعض لوگ

اسے زبانی یاد کر لیتے تھے۔ اور قرآن مجید نے انہی حُفَظَ الْقُرْآنِ

کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ بَلْ هُوَ آيَاتٌ مُبَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ

الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ (العنکبوت ۲۹) یعنی یہ قرآن مجید روشن

آیات کا مجموعہ ہے۔ جو علم والوں کے سینوں میں محفوظ ہے۔

عہد نبویؐ اور عصر صحابہؓ میں ان حُفَظَ الْقُرْآنِ کو قُرَّاء بھی کہتے تھے۔

اس کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کو محفوظ کرنے کے لیے چند لکھنے والے مقرر فرما رکھے تھے۔ یہ لوگ کاتبان وحی کہلاتے تھے۔ جب کوئی آیت یا سورت نازل ہوتی تو آپ کاتبان وحی کو فوراً لکھوا دیتے تھے ساتھ یہ بھی فرما دیتے کہ اس کو فلاں سورت میں فلاں مقام پر رکھا جائے۔ چنانچہ قرآن مجید کی موجودہ ترتیب عہد نبوی میں بحکم الہی عمل میں آچکی تھی۔

مکے میں وحی لکھنے کا کام حضرت ابوبکرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کے سپرد تھا۔ مدینے پہنچ کر ان کاتبان وحی کے علاوہ حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت امیر معاویہؓ، حضرت زبیر بن عوّامؓ بھی شامل کر لیے گئے۔ یہ لوگ تو بارگاہ نبوی کی طرف سے وحی لکھنے پر مامور تھے۔

ان حضرات کے علاوہ کئی صحابیؓ ایسے تھے۔ جنہوں نے اپنے طور پر قرآن مجید لکھا ہوا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ عاص کہتے ہیں۔ کہ میں نے عہد نبوی میں سارا قرآن مجید جمع کیا تھا۔ اور رات بھر پڑھتا رہتا تھا۔ یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ماہ میں ختم کرنے کا حکم دیا (مسند احمد و سنن نسائی)۔

خود قرآن مجید میں اس بات کی شہادت موجود ہے کہ

یہ قرآن کتابی صورت میں موجود ہے۔ فرمایا:

۱۔ ذَلِكِ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ (اس کتاب میں کوئی شک و

شہ نہیں)۔ البقرة: ۲

۲۔ وَكِتَابٍ مَّسْطُورٍ (یہ لکھی ہوئی کتاب ہے)۔ الطور: ۲

۳۔ إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ ۚ لَا يَمَسُّهُ

إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ۚ (یہ قرآن عزت والا ہے۔ محفوظ کتاب

میں لکھا ہوا ہے۔ اس کو پاک لوگ (صحابہ کاتبان وحی)

ماتہ لگاتے ہیں)۔ (الواقعة: ۷، ۸، ۹)۔

۴۔ بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ ۚ فِي كُتُبٍ مَّحْفُوظَةٍ (یہ قرآن مجید

رکھا جاتا ہے) کاندھ کی چوڑی چوڑی ہڈیوں پر جو

حفاظت سے رکھی جاتی ہیں)۔ البسوج: ۲۲، ۲۱

۵۔ رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفًا مُّطَهَّرَةً (حضرت رسول خدا

نوشتہ پاک کی تلاوت فرماتے ہیں) البینة: ۲۔ حافظ ابن

حجر نے فتح الباری میں اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں

لکھا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ میں خبر دی ہے

کہ قرآن مجید صحیفوں میں لکھا ہوا جمع ہے۔

عہد نبوی میں قرآن مجید کی کتابت اور جمع کا ثبوت

اس آیت سے بھی ملتا ہے۔ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ

(القیامة: ۱۷) تحقیق قرآن کا جمع کرنا اور پڑھانا ہمارے

ڑے ہے۔

حضرت عمرؓ بن الخطاب کی بہن کے گھر میں جو قرآن مجید پڑھا جا رہا تھا۔ وہ بھی لکھا ہوا ہی تھا۔

خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ قرآن مجید زمانہ نزول میں سرکاری طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور ہدایت سے لکھا جاتا تھا۔ اور بہت سے لوگ پڑھنے کے لیے اپنے طور پر بھی لکھ لیتے تھے۔ بعض کے پاس پورا قرآن لکھا ہوا موجود تھا اور بعض کے پاس قرآن کا کچھ حصہ۔

امام قرطبی کا قول ہے۔ کہ متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ صحابہؓ میں سے ابن کعبؓ، معاذ بن جبلؓ، زید بن ثابتؓ اور ابو زیدؓ نے پورا قرآن مجید نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے سن کر جمع کیا تھا۔ کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا۔ اور کچھ دوسروں سے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ

عہد ابو بکرؓ میں حفاظت قرآن کے عہدِ خلافت کا ذکر

ہے۔ کہ جنگِ یمامہ میں بہت سے حفاظِ قرآن شہید ہو گئے تھے حضرت فاروقؓ نے سوچا کہ اگر دوسرے معرکوں میں بھی حفاظ اسی طرح شہید ہونے لگے۔ تو پھر قرآن مجید کی حفاظت

چنانچہ حضرت زید بن ثابتؓ نے خلیفہ وقت حضرت ابوبکرؓ کے حکم سے صرف اتنا کام کیا کہ قرآن مجید کو جو مختلف چیزوں پر لکھا ہوا موجود تھا، حفاظ کے حافظے سے از سر نو مقابلہ کر کے یکجا کر دیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے مقابلے اور تصحیح کے اصولوں کے پیش نظر لوگوں کو حکم دیا تھا کہ جس جس شخص کے پاس جتنا قرآن مجید لکھا ہوا موجود ہو وہ حضرت زیدؓ کی خدمت میں پیش کرے۔ نیز تمام حفاظ کو حکم دیا کہ جس شخص کو جتنا قرآن مجید حفظ ہو وہ اگر تصحیح اور مقابلے میں مدد دے۔

اس طرح زید بن ثابتؓ نے قرآن مجید کو متفرق اجزا کے حفاظ قرآن کی مدد سے اوراق پر لکھ کر یکجا کر دیا اور ترتیب وہی رکھی جو عہد نبوی میں موجود تھی۔ موجودہ ترتیب بھی وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھی۔ اسی ترتیب کے ساتھ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال جبریلؑ کے ساتھ مل کر دورہ کرتے تھے۔ اور جس سال وصال ہوا آپؐ نے روح الامین حضرت جبریلؑ کے ساتھ مل کر دو مرتبہ قرآن مجید کو دہرایا۔ صحابہ کرامؓ روزانہ اسی ترتیب کے ساتھ تلاوت کیا کرتے تھے۔

حضرت زید بن ثابتؓ کے مقابلے اور تصحیح کے بعد

اوراق پر لکھا ہوا نسخہ قرآن حضرت ابو بکرؓ کے پاس رکھ دیا گیا۔
ان کے بعد حضرت عمرؓ کے پاس رہا۔ جب حضرت فاروق اعظمؓ
نے وفات پائی تو ان کی صاحبزادی ام المومنین حفصہؓ کی
حفاظت میں رکھ دیا گیا۔

حافظ ابن حزم اندلسی نے کتاب الفصل فی الملل والنحل
(جلد ۲ ص ۸۰) میں رقم کیا ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی
وفات کے وقت مصر و شام اور عراق و یمن کے ملکوں میں
قرآن مجید کے ایک لاکھ نسخے موجود تھے۔

مصحف عثمانؓ | حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں بھی
حفاظت قرآن کی ضرورت پیش آئی۔ اس

کا سبب یہ تھا۔ کہ عہد عثمانیؓ کے ایک سو سالہ حضرت حذیفہؓ
بن یمانؓ نے آذربایجان میں لشکر کشی کرتے ہوئے دیکھا۔ کہ

مسلمانوں میں تلاوت قرآن مجید میں اختلاف ہے انہوں نے وہی
پر حضرت سعید بن عاصؓ سے اس اختلاف قراءت کا ذکر کرتے

ہوئے بڑی تشویش کا اظہار کیا۔ اور بتایا کہ اہل حمص یہ
سمجھتے ہیں کہ انہوں نے قرآن مجید حضرت مقداد بن اسودؓ سے

سیکھا ہے اس لیے ان کی قراءت سب سے بہتر ہے۔ اسی طرح
اہل دمشق، اہل کوفہ، اہل بصرہ اور دوسرے علاقوں کے لوگ یہ

سمجھتے ہیں۔ کہ ان میں سے ہر ایک کی قراءت قرآن دوسروں سے

بہتر ہے۔

پھر حضرت حذیفہؓ نے امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارے حالات بیان کیے اور عرض کیا کہ یہ وقت ہے۔ کہ اس بات کا انتظام کر لیا جائے۔ اگر ہر وقت اس معاملے کو نہ سمیٹا گیا تو ڈر ہے کہ بات ہمیشہ کے لیے بگڑ جائے گی اس کے تدارک کے لیے ضروری ہے کہ سرکاری نسخہ شائع کر دیا جائے۔

یہ سن کر حضرت عثمانؓ نے صحابہ کرامؓ کو جمع کیا اور انہیں حالات سے آگاہ کرتے ہوئے مشورہ طلب کیا۔ وہ سب حضرت حذیفہؓ کے ہم خیال تھے۔ کہ اس اختلاف قراءت کے روکنے کے لیے ایک سرکاری مصدقہ نسخہ جاری کرنا ضروری ہے چنانچہ حضرت عثمانؓ نے حضرت ابوبکرؓ والا نسخہ قرآن ام المؤمنین حضرت حفصہؓ سے منگوا کر اس کی کئی نقلیں کرائیں اور ان نسخوں کو سارے عالم اسلامی میں پھیلا دیا۔ اس نقل نویسی کے کام کے لیے حضرت زید بن ثابتؓ کو منتخب کیا گیا۔ اور ان کی اعانت کے لیے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت سعید بن عاصؓ، حضرت عبدالرحمن بن ہشامؓ کو مقرر کر دیا گیا۔ اور ساتھ ہی حکم دیا کہ ہر اختلافی رسم الخط کو قریش کے رسم الخط میں لکھ دیا جائے۔ اب دو چیزیں وضاحت طلب ہیں، ایک تو حفاظت قرآن کے

سلسلے میں حضرت زید بن ثابتؓ کا انتخاب اور دوسرے اختلاف قراءت۔

حضرت زید بن ثابتؓ کو اس کام کے لیے کیوں منتخب کیا گیا جب کہ اکابر صحابہؓ اور بالخصوص حضرت عبداللہ بن مسعودؓ موجود تھے، اس کی وجہ یہ تھی جیسا کہ حضرت ابو بکرؓ نے ان کو جمع قرآن کے لیے مقرر کرتے وقت فرمایا تھا: تم نوجوان، سمجھ دار اور عقلمند ہو۔ ہمیں تم پر اعتماد ہے۔ تم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں قرآن مجید لکھا کرتے تھے۔ خوب محنت اور تحقیق و تلاش سے یہ کام انجام دو۔

اس تزییح کے بارے میں قرطبی کی رائے یہ ہے۔ کہ حضرت زیدؓ کو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی نسبت قرآن زیادہ یاد تھا۔ حضرت زیدؓ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں سارا قرآن حفظ کر لیا تھا۔ اور حضرت عبداللہؓ کو تقریباً ستر سورتیں یاد تھیں۔

علاوہ ازیں جب حضرت زیدؓ کا لکھا ہوا قرآن مجید جبریلؑ کے سامنے رکھا گیا۔ تو وہ خود بھی موجود تھے۔ اور آخری دورہ قرآن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور جبریلؑ کے ساتھ شریک تھے یہ وہ شرف تھا۔ جو کسی دوسرے صحابی کے حصے میں نہیں آیا۔ اسی تجربے اور فضیلت کی بنا پر حضرت عثمانؓ نے بھی

حضرت زید بن ثابتؓ کو اس کام کے لیے منتخب فرمایا۔

عہد صدیقیؓ میں تو حفاظت اور جمع قرآن کا مقصد یہ تھا کہ قرآن مجید کو ہر وقت ایک جگہ اور اوراق میں لکھ دیا جائے تاکہ آئندہ کے لیے کسی حصے کے ضائع ہونے کا خطرہ باقی نہ رہے۔ عہد عثمانی میں جمع اور حفاظت قرآن سے یہ مقصد تھا۔ کہ عوام مختلف قراءتیں چھوڑ کر تلاوت کے وقت ایک ہی قراءت اختیار کریں۔

عربوں کے مختلف قبیلوں میں ایک ہی لفظ مختلف طریق سے بولا جاتا تھا۔ قبائل کے لب و لہجہ کا اختلاف قرآن مجید کی قراءت پر بھی اثر انداز ہوا۔ جیسے بعض قبیلے نَسْتَعِينُ پڑھتے تھے اور بعض نَسْتَعِينُ بعض نَسْمَعُ اور بعض نَسْمَعُ اور کوئی قبیلہ حتیٰ کو عتیٰ کہتا تھا۔ پھر طرزِ تحریر اور رسم الخط سب کے جدا تھے اس وجہ سے قراءتیں مختلف ہو جاتی تھیں۔ لیکن یہ اختلاف قراءت معانی پر اثر انداز نہیں ہوتا تھا۔ مفہوم و مطلب وہی رہتا اس کے علاوہ اختلافِ قراءت کا ایک سبب یہ بھی ہوا کہ عجمیوں اور عربوں کا اختلاط اور میل جول بڑھنے سے لب و لہجہ پر اثر پڑا۔ پھر عجمیوں کی قراءت بھی تسلی بخش نہ تھی۔ یہ اختلاف قراءت تبدیلی اور تحریف کا پہلا زینہ بن سکتا تھا۔ بقول حافظ ابن اثیر اس اختلاف کو دور کرنے کے لیے حضرت عثمانؓ نے اپنی

خلافت میں ایک رسم الخط اور ایک قراءت پر سب کو جمع کر دیا
 حضرت عثمانؓ کا امت اسلامیہ پر یہ بہت بڑا احسان ہے
 کہ آپ نے عہد نبوی کی جمع و ترتیب کے مطابق نسخہ قرآن کو
 حضرت حفصہؓ سے حاصل کر کے اس کی بہت سی نقلیں کرائیں
 اور ان نقلوں کو سلطنت کے اطراف و اکناف میں بھیج دیا۔
 حضرت عثمانؓ جامع قرآن نہیں۔ جامع قرآن تو خدائے رحمان
 ہے۔ حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہؓ والے نسخہ قرآن کی نقلیں
 کرا کے ملک کے مختلف حصوں میں نشر کر دیں۔ حضرت حفصہؓ کے
 پاس وہی نسخہ تھا۔ جو عہد صدیقی میں عہد نبوی کی ترتیب کے
 مطابق نقل کیا گیا تھا۔

ام المؤمنین حضرت حفصہؓ کے نسخہ قرآن کی اس نقل کو
 مصحف عثمانؓ کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ آج تک وہی رسم الخط
 چلا آتا ہے جو اس وقت استعمال ہوا۔

ابتداء میں حروف پر نہ کوئی نقطہ ہوتا تھا۔ اور نہ زبر،
 زیر، اور پیش۔ عرب محاورے اور تواتر سے پڑھ لیتے تھے اور
 اہل عجم سماعت کے سہارے۔ لیکن کچھ عرصہ گزرنے کے بعد نقطوں
 اور اعراب کی ضرورت محسوس کی گئی۔ چنانچہ عراق کے اموی والی
 حجاج بن یوسف رمنونیؓ نے قراءت اور تلاوت کی سہولت
 اور صحت کے پیش نظر نقطے اور اعراب لگا دیے۔ تاکہ ب، ت اور

نہ آج اور خ میں تمیز ہو سکے۔ اور اعراب میں غلطی کا امکان نہ رہے۔

قرآن مجید کی موجودہ ترتیب آنحضرت صلی اللہ
ترتیب قرآن علیہ وسلم کے عہد میں حکم الہی سے عمل میں
 آچکی تھی۔ قرآن مجید کی ہر سورت، ہر سورت کا نام، ہر سورت کی
 ترتیب، پھر سارے قرآن کی ترتیب، خدا کے مشا اور حکم کے
 مطابق ہے۔ اور یہی مفہوم ہے۔ **إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ** کا یعنی جمع
 قرآن خدا کے ذمے ہے، جب کوئی آیت یا سورت نازل ہوتی
 تو آپ کاتبین وحی کو ہدایت فرماتے۔ کہ اس کو لکھ کر فلاں
 جگہ اور مقام پر رکھ دو۔ حضرت زید بن ثابتؓ کہتے ہیں کہ ہم
 آیتوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق لکھتے اور
 رکھتے تھے۔

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ جب آیت **وَاقْتُلُوا**
يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ (الآیۃ) نازل ہوئی تو جبریلؑ نے
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا۔ کہ اس آیت کو سورہ بقرہ
 کی ۲۸۰ آیت کے بعد لکھو ایسے۔ چنانچہ آج بھی قرآن میں یہ
 آیت ۲۸۱ نمبر میں ملتی ہے۔

اس بیان سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سورتوں اور آیتوں
 کی ترتیب کے ساتھ آیتوں کی تعداد بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کے ذہن میں موجود تھی۔ اور تمام سورتیں آیات کے اعتبار سے مرتب ہو چکی تھیں۔

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے۔ کہ سورتوں کے آغاز میں بسم اللہ بھی اللہ کی طرف سے نازل ہوئی تھی۔ اور یہ کہ سورتوں کا آغاز اور اختتام حکم ربانی کے مطابق ہے، اجتہادی نہیں۔ سوائے سورہ التوہیۃ کے سب سورتیں بسم اللہ سے شروع ہوتی ہیں۔

حضرت زید بن ثابتؓ ثابت روایت ہے۔ کہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قرآن مجید کو پرلوں اور ٹکڑوں سے تالیف اور جمع کیا کرتے تھے۔

مولانا بکھر العلوم شرح مسلم (جز ۲، صفحہ ۱۰۰ طبع مصر) میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ جس ترتیب سے آج قرآن مجید پڑھا جاتا ہے، یہ وہی ترتیب ہے۔ جس کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت کیا کرتے تھے۔

قرآن مجید میں کل ۱۱۴ سورتیں ہیں۔ ہر سورت کا نام الگ الگ ہے۔ بعض سورتیں بڑی لمبی ہیں، بعض متوسط اور بعض چھوٹی ان کو علی الترتیب مطوّل، مفصل اور مختصر کہتے ہیں۔ بعض سورتیں مکے یا اس کے قرب و جوار میں نازل ہوئیں، ان کو مکی سورتیں کہتے ہیں، بعض مدینے میں یا اس کے آس پاس اُتریں، یہ سورتیں مدنی

کہلاتی ہیں۔ قرآن مجید کی ترتیب میں مکی اور مدنی سورتیں علیٰ حلی ہیں۔ ابتداء میں لمبی سورتیں ہیں اور بعد میں چھوٹی۔ بہر حال یہ ترتیب حکیم الہی سے عمل میں آئی تھی۔

مکی سورتوں میں توحید، رسالت، حیات بعد الموت، حشر، نشر، قیامت وغیرہ مضامین پیش کیے گئے ہیں۔ مگر مدنی سورتوں میں اجتماعی اقتصادی اور سیاسی مسائل سے بحث کی گئی، اصول جہان بینی و سیاست کاری کو بیان کیا گیا ہے۔ جہاد اور قوموں کے عروج و زوال کے اسباب بتائے گئے ہیں۔ اسی طرح مکی سورتوں کی زبان زیادہ پُر شکوہ اور شاندار ہے لیکن مدنی سورتوں کی زبان ذرا سادہ اور آسان ہے۔

قرآن مجید کی سات منزلیں ان لوگوں کے لیے ہیں، جو سات دن میں ختم کرنا چاہتے ہیں۔ اکثر صحابہؓ سات دن میں ختم کر لیتے تھے۔ مہینے میں ختم کرنے کی غرض سے تیس پارے ہیں ہر پارہ چار حصوں میں منقسم ہے۔ ربع، نصف، ثلث۔ پھر چند آیتوں کا ایک موضوع رکوع کہلاتا ہے۔

قرآن مجید کی بڑی اہمیت تو یہ ہے کہ یہ **اہمیت قرآن** خدا کی آخری کتاب اور آخری پیغام ہے اس میں بنی نوع انسان کی رُشد و ہدایت کا پورا نظام اور طریق کار درج ہے۔ اس کتابِ ہدیٰ میں نسل انسانی کے تمام

مسائل حیات موجود ہیں۔ اور اہمیت کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے۔ کہ قرآن مجید اسلامی شریعت کا اولین اور اہم سرچشمہ ہے۔

قرآن مجید اپنے پیغام، اپنی زبان، اپنے اسلوب بیان اور طرز استدلال کے لحاظ سے بے نظیر کتاب ہے۔ اس کا پیغام انقلاب آفرین ہے۔ اس کی زبان اتنی شیریں اور فصیح ہے کہ اس کی نثر پر شاعری سو جان سے قربان ہے۔ اس کا اسلوب بیان اور طرز استدلال اتنا اچھوتا ہے کہ دنیا اس کا جواب پیش کرنے سے قاصر و عاجز رہ گئی۔

قرآن مجید نے تمام اجتماعی مسائل کو بڑی خوبی سے حل کیا ہے۔ جہان بانی اور سیاست کاری کے نئے اصول بتائے۔ ایسا اقتصادی نظام وضع کیا۔ کہ امیر بھی خوش ہے۔ اور فقیر بھی خوش۔

قرآن مجید پیغام رحمت ہے، رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہے، قوموں کی کامیابی اور فلاح کا ضامن ہے۔ افراد کی آزادی اور کامرانی کا کفیل ہے۔ امن و سلامتی کا علمبردار ہے۔ قرآن مجید حریت و مساوات کا داعی ہے۔ اس نے کالے اور گورے کے اختلاف کو یک قلم مٹا کر شرافت اور بزرگی کا معیار ذاتی عمل اور انفرادی سیرت و کردار قرار دیا۔ یہ نیکی اور دینداری

کا مبلغ ہے، قرآن مجید نے افراد و اقوام کی اصلاح کا پیرا اٹھایا۔
 قرآن مجید علم و حکمت اور معرفت و دانش کی کتاب ہے۔
 اس میں فلسفہ الہیات بھی ہے۔ اور قوموں کے عروج و زوال کی
 داستان بھی۔ اس کا موضوع أسرار حیات بھی ہے۔ اور رموز کائنات
 بھی۔

قرآن مجید کا مطالعہ اس لیے بھی اہم ہے کہ اس میں اعمال و
 عبادات، اخلاق و معاملات، اور تدبیر منزل و سیاست مدینہ کے متعلق
 خاص نقطہ نظر پیش کیا گیا ہے۔ اس کتاب ہدیٰ میں زمین و آسمان کی تخلیق
 اور پیدائش انسانی سے بحث کی گئی ہے۔ وعظ و ارشاد کے ساتھ انبیاء کرام
 اور گذشتہ قوموں کے قصے بیان کر کے بنی نوع انسان کے لیے سامان
 عبرت و موعظت مہیا کیا گیا ہے۔

قرآن مجید کے مطالعہ کی ایک اہمیت یہ بھی ہے کہ اس کی
 بدولت بے شمار علوم معرض وجود میں آئے اور عربی زبان کا دامن
 علم و ادب اور حکمت و دانش سے بھر گیا۔ مطالعہ قرآن نے تاریخ اقوام
 عالم کا شوق پیدا کیا۔ نیز اسی کی بدولت علم تفسیر، علم فقہ، علم نحو،
 علم لغت، علم کلام، علم بلاغت، اور فلسفہ و ادب نے جنم لیا۔
 قرآن مجید کی اہمیت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اس کی
 تلاوت موجب ثواب اور باعث برکت و سعادت ہے۔

مسلمانوں کے تمام فرقوں کا اس بات پر اتفاق
اعجازِ قرآن ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا ایسا کلام ہے جس کا
 جواب نہیں۔ قرآن مجید کا لاثانی اور لاجواب ہونا ہی اعجازِ قرآن
 کہلاتا ہے۔

ایک طرف تو قرآن مجید کے الفاظ، اندازِ بیان اور فصاحت و
 بلاغت میں اعجاز ہے۔ اور دوسری طرف قرآن مجید حکمت و موعظت
 پند و نصائح، تعلیم و ہدایت، آوامر و نواہی، رشد و رہنمائی، تزکیہ
 نفوس اور تطہیرِ قلوب کے لحاظ سے بھی معجزہ ہے۔

قرآن مجید کے زورِ بیان، صنائع و بدائع، مجازات، ضرب
 الامثال، اقسام، حقائق و قصص، علوم و معارف، افکار و خیالات، تعلیم و
 تبلیغ، دعوت و تذکیر، تزکیہ نفوس اور ذخیرہ معلومات نے دنیا سے
 اعجازِ قرآن کا لوہا منوا لیا ہے۔

غرض کہ قرآن مجید اپنے اسلوب اور پیغام کے لحاظ سے
 بے نظیر کتاب ہے۔ دنیا کی کوئی کتاب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی
 اور انسان اس جیسی کتاب پیش کرنے سے بالکل عاجز اور قاصر
 ہے۔ قرآن مجید نے منکرین کو چیلنج دیا۔ کہ قرآن مجید سے زیادہ
 ہدایت دینے والی کتاب خدا کے ہاں سے لے آؤ، فرمایا۔

قُلْ فَأْتُوا بِكِتَابٍ مِّنْ
 عِنْدِ اللَّهِ هُوَ أَهْدَىٰ مِنْهُمَا
 (اے نبی!) کہہ دو کہ اگر تم
 سچے ہو تو قرآن اور تورات سے

اتَّبِعْهُ إِنَّ كُنْتُمْ صَادِقِينَ

القصاص ۲۸: ۲۹

بڑھ کر ہدایت کرنے والی کوئی کتاب

خدا کے ہاں سے لا دو، میں اس

کا پیرو بننے کے لیے تیار ہوں۔

دوسری جگہ فرمایا کہ اگر سارے انسان اور جن مل کر قرآن

جیسی کتاب پیش کرنا چاہیں۔ تو بھی کر نہیں سکیں گے۔

(اے نبی!) آپ کہیں کہ اگر

انسان اور جن اس قرآن کا مثل

لانے پر جمع ہو جائیں۔ تو مل کر بھی

اس جیسی کتاب پیش نہیں کر سکتے۔

قُلْ لَنْ أَجْتَمِعَتْ

الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوا

بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ

لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَتْ

بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا ۝

(بنی اسرائیل - ۱۶: ۸۸)

جب دیکھا کہ پوری کتاب تو لانے سے رہے تو اللہ تعالیٰ نے

فرمایا کہ قرآن جیسی دس سورتیں ہی بنا لاؤ۔ اور خدا کے سوا

اپنے تمام مددگاروں کو جمع کر لو۔

(اے نبی!) کہو کہ اگر تم سچے تو

قرآن مجید کی دس سورتوں جیسی

سورتیں بنا لاؤ اور خدا کے سوا

جسے جمع کر سکو کر لو۔

قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوْرٍ مِّثْلِهِ

مُفْتَرِيْنَ وَاذْعُوا مِّنْ

اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُونِ اللّٰهِ

إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (ہود: ۱۱: ۱۳)

جب اللہ تعالیٰ دیکھا کہ یہ لوگ دس سورتیں بھی نہیں

بنا سکتے تو اتمام حجت کے طور پر انہیں دعوت دی کہ اگر ہو سکے
تو ایک ہی سورت بنا لاؤ۔ فرمایا:

۱۱) قُلْ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ
وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ
دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ

ریونس ۱۰: ۱۳۸

۱۲) إِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ
مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا
بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ وَادْعُوا
شُهَدَاءَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ
إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (البقرہ ۲: ۲۳۰)

۱۳) لے بنی، کہو کہ اگر تم سچے ہو
تو قرآن جیسی ایک سورت ہی بنا
لاؤ۔ اور امداد کے لیے خدا کے سوا
جسے بلا سکتے ہو۔ بلا لو

اگر تمہیں اس قرآن کے بارے میں
کوئی شک ہے۔ جو ہم نے اپنے بند
پر اتارا تو اس جیسی کوئی سورت
تو بنا لاؤ۔ اور خدا کے سوا اپنے
گواہوں کو بھی بلا لو، اگر تم سچے ہو

قرآن نے ساتھ ہی پیش گوئی فرمادی کہ تم سے یہ بھی
نہیں ہو سکے گا۔ اور ہرگز نہیں ہو سکے گا۔ چنانچہ ہم دیکھتے
ہیں۔ اور تاریخ گواہی دیتی ہے۔ کہ آج تک قرآن کے اس
چیلنج کو قبول کرنے کی کسی نے جرأت نہیں کی۔

قرآن مجید کے مضامین کی

مضامین قرآن کا تعارف

فہرست بڑی طویل ہے یہاں
صرف بطور تعارف چند اہم مضامین کی جانب توجہ منعطف کرانا
منصوب ہے۔

قرآن مجید نے خدا تعالیٰ کی توحید پر بڑا زور دیا ہے۔ مختلف طریقوں سے لوگوں کو یہ سمجھایا گیا ہے کہ اللہ ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ سب کا خالق ہے۔ زمین اور آسمان، سمندر اور پہاڑ، حیوانات، نباتات اور جمادات سب اسی نے پیدا کئے ہیں۔ وہی سب کو روزی دیتا ہے۔ سب اس کے محتاج ہیں، وہ کسی کا محتاج نہیں۔ زندگی اور موت اسی کے اختیار میں ہے۔ وہی ہوا چلاتا ہے۔ وہی اولاد دیتا ہے۔ وہی مہینہ برساتا ہے، وہی پھل پھول پیدا کر دیتا ہے۔ سورج، چاند، ستارے دیا پہاڑ سب اسی نے بنائے ہیں۔

قرآن مجید مقصدِ حیات سے بحث کرتے ہوئے بتاتا ہے کہ دنیا کی یہ زندگی یہیں ختم نہیں ہو جاتی، بلکہ موت کے بعد ایک دوسری زندگی ہے۔ عالم برزخ، قیامت، عالم حشر، یوم حساب، جزا، سزا، بہشت اور دوزخ کے متعلق قرآن مجید کا ایک خاص نظریہ ہے۔ ایمانیات بھی قرآن مجید کا ایک اہم مضمون ہے خدا کے فرشتوں، کتابوں، پیغمبروں، یوم آخرت اور جزا و سزا پر ایمان لانا ضروری ہے۔ ان کا انکار کفر ہے۔

قرآن مجید میں عبادت یعنی نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ سے متعلق احکام اور ہدایات موجود ہیں۔ قرآن مجید میں معاملات یعنی نکاح، طلاق، میراث، تجارت و کاروبار، لیس وین، جہاد، تقسیم مال غنیمت و

توحید

محبت لہو لہو

جزا و سزا

ایمان مفضل

عبادت اور روزانہ

آداب معاشرت

صدقات اور مختلف جرموں کی سزا کے بارے میں بھی پوری تفصیلاً درج ہیں۔

اسی طرح قرآن مجید اخلاق و آداب کا ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ یہ نسخہ کیمیا روحانیت اور انس و محبت، مسئلہ گناہ اور توبہ، حقوق والدین، حقوق زوجین، حقوق رعایا و عاکم، حقوق عمران و شہریت، عدل و انصاف، ایفائے عہد، صدق و امانت، صبر و تحمل، اعتدال، اور نخل و فضول خرچی کے متعلق بنی نوع انسان کی ہدایت و راہنمائی فرماتا ہے۔

قرآن مجید نے انبیاء کرامؑ کے قصے بیان کر کے اولادِ آدم کے لیے عبرت و موعظت کا سامان مہیا کیا ہے۔

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اور فرمانبرداری بھی قرآن مجید کا خاص موضوع ہے۔

قرآن مجید نیکی کی دعوت دیتا اور برائی سے روکتا ہے

قرآن مجید لوگوں کو صراطِ مستقیم اور جاوہِ اعتدال پر گامزن ہونے کی تلقین کرتا ہے۔ قرآن مجید گناہگاروں کے لیے پیغامِ رحمت ہے اور شکستہ دل لوگوں کے لیے باعثِ تسکین۔

قرآن مجید کا اسلوب بیان نہایت واضح، نہایت شستہ اور

مہذب ہے۔ ✓

حدود
جرائم

اخلاق

عدل و انصاف

سواد

عبرت

اطاعت

پیغامِ رحمت

تسکین

پیغامِ رحمت

الانوار

تفسیر کے لفظی معنی کھول کر بیان
ترجمہ و تفسیر کا مفہوم کرنا ہے۔ امام راغب اصفہانی کہتے

ہیں کہ تفسیر کا اطلاق الفاظ و مفردات کلام پر ہوتا ہے۔ لوطالب
الثعلبی کے نزدیک تفسیر کے معنی لفظ کی وضع کا بیان کر دینا ہے خواہ
وہ حقیقت ہو یا مجاز، مثلاً صراط کے معنی راستہ، کفر کے معنی
انکار اور حبیب کے معنی بارش۔ بعض لوگوں کے نزدیک تفسیر کا
مفہوم یہ ہے کہ جو چیز قرآن مجید میں بیان کی گئی ہے اور
صحیح حدیث میں اس کی تعیین کر دی گئی ہے، اسے ظاہر کر دیا
جائے۔

شاوری المذہبات فرماتے ہیں کہ تفسیر ظاہر کے لیے یہ ضروری

ہے کہ آدمی کو عربی ادب میں پوری مہارت اور دسترس ہو

اسی طرح حدیث میں کافی دستگاہ رکھنا ہو۔ اس سے اس میں

اس بات کا شک پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ موارد کلام کو سمجھ

سکے۔ اور قرآن مجید کی آیات سے صحیح طریقہ پر استنباط کر سکے۔

تفسیر کے ساتھ ایک دوسری چیز "تاویل" ہے۔ تاویل کے

معنی کوٹنے اور رجوع کرنے کے ہیں۔ نیز تاویل کا مفہوم کلام

کی سیاست سے واقفیت ہے۔ تاویل کا اطلاق جملوں اور معانی پر

ہے۔ نیز تاویل کا مطلب ہے۔ باطن لفظ کی تفسیر کرنا علامہ بغوی

کے نزدیک تاویل سے مراد ہے۔ آیت کا ایک ایسے معنی کی طرف

لوٹا دینا جو سیاق و سباق کے موافق ہو۔ اور وہ معنی کتاب و سنت کے خلاف نہ ہوں۔ اور ایسے معنی پیدا کرنا استنباط کی غرض سے ہوگا۔

✓ مفتی محمد عبدہ مصری کے نزدیک تفسیر کا ادنیٰ مرتبہ یہ ہے کہ اجمالاً وہ چیز بیان کر دی جائے جو قلب کو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے تقدس و پاکیزگی سے پر کر دے اور نفس کو شر سے روک کر خیر کی طرف لے آئے۔ اور یہی مقصد ہے قرآن مجید کے آسان ہونے کا۔

اس کے علاوہ تفسیر کا اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ آدمی میں عزنی ادب، حدیث و سنت، تدبر و تفکر اور احکام قرآن میں بصیرت و فہم بدرجہ کمال موجود ہو۔ ✓

قرآن مجید کے سہل ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ اس کی تعلیمات آسان ہیں۔ اور ان پر عمل کرنا بھی دشوار نہیں۔ قرآن عموماً ایسی باتیں بتاتا ہے۔ جو عالم و جاہل اور عربی و عجمی باسانی سمجھ سکتا اور ان پر عمل پیرا ہو سکتا ہے۔ مثلاً نماز پڑھو، روزہ رکھو، زکاۃ دو، حج کرو، والدین کی فرمانبرداری کرو، رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرو، وعدہ پورا کرو، بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی کرو، جھوٹا نہ بولو، غیبت نہ کرو، شراب نہ پیو، وغیرہ پرانے بزرگان دین کا طریقہ تفسیر یہ تھا۔ کہ پہلے قرآن مجید

کو قرآن کی مدد سے سمجھنے، اس کے بعد کوئی مشکل باقی رہ جاتی تو اس کا حل رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال و افعال میں تلاش کرتے۔ اگر اس کے بعد بھی کوئی چیز تشریح طلب رہ جاتی تو اس کے لیے صحابہ کرامؓ کے فہم و تدبر اور قول و عمل کو ترجیح دیتے تھے۔ ✓

قرآن مجید کی تفسیر کی ابتدا عہد نبوی میں ہو
مشہور تفسیر اچلی تھی۔ جب صحابہ کرامؓ کو کوئی آیت

سمجھ میں نہ آتی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھ لیتے تھے۔ صحابہ کرامؓ میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ قرآن فہمی اور تفسیر کے لیے بڑے مشہور تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے تو بڑا نام پیدا کیا۔ حضرت ابن عباسؓ کے تفسیری نکات کا کچھ حصہ "مسائل نافع بن الازرق" کے نام سے محمد فواد عبدالباقی نے "معجم غریب القرآن" کے آخر میں شامل کر دیا ہے۔ ابتدائی تفسیر کے نشانات کتبِ حدیث میں موجود ہیں۔ ✓

اس دور کی تفسیر کا خاص پہلو یہ تھا۔ کہ سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول روایت کرتے، پھر فہم

قرآن میں اپنا اجتہاد بیان کرتے اور اس میں تشریح الفاظ کے لیے عربی ادب اور جاہلی شاعری پر انحصار تھا۔ سب سے آخر میں اسرائیلی روایات بھی شامل کر لیتے تھے۔

صحابہ کرامؓ کے بعد تابعین کا دور شروع ہوتا ہے۔ اس دور میں مجاہد، عطاء بن ابی رباح، عکرمہ (موتی ابن عباس) اور سعید بن جبیرؓ خاص طور پر تفسیر قرآن کے لیے مشہور ہیں۔ تابعی دور کی بڑی خصوصیت یہ تھی کہ اسرائیلیات نے تفسیر کے حجم و ضخامت کو بہت بڑھا دیا۔

اس کے بعد تیسرا دور تبع تابعین کا ہے۔ اس دور میں علماء نے کتابیں تالیف کیں اور صحابہؓ اور تابعینؓ کی تفسیر کو جمع کیا گیا۔ تیسرے دور میں سفیان بن عیینہ (متوفی ۱۹۸ھ)، وکیع بن جراح (متوفی ۱۹۶ھ)، عبدالرزاق، شعبہ بن حجاج (متوفی ۱۹۰ھ)، اسحاق بن راہویہ (متوفی ۲۳۸ھ) وغیرہ نے بڑا نام پیدا کیا۔ ان لوگوں کی تفاسیر ہم تک نہیں پہنچیں۔ البتہ امام طبریؒ نے اپنی تفسیر میں ان کے تفسیری نکات نقل کیے ہیں۔ ✓

قدیم ترین دور کی بڑی جامع اور عظیم الشان تفسیر امام محمد ابن جریر طبریؒ (متوفی ۳۲۰ھ) کی جامع البیان فی تفسیر القرآن ہے۔ مؤلف موصوف نے اس تفسیر میں اپنے زمانے تک کی تمام روایات کو جمع کر دیا ہے اور جرح و تعدیل اور نقد و نظر کا کام اہل نظر

کے لیے چھوڑ دیا ہے۔ روایات کے ساتھ راویوں کے نام بھی درج کر دیے ہیں۔ اس کے علاوہ امام موصوف نے جا بجا لغت و نحو سے استدلال کیا ہے۔ اور اہل عرب کے اشعار بھی بطور استشہادِ قلبند کر دیے ہیں۔ نیز علمِ کلام اور فقہ کے مسائل زینتِ کتاب ہیں۔ بعد کے اکثر مفسرین نے تفسیر طبری سے خوشہ چینی کی ہے۔

ابن جریر طبری کے بعد امام ابن کثیر (متوفی ۷۰۰ھ) کی تفسیر طبری مقبول و مشہور ہے۔ تفسیر ابن کثیر در حقیقت تفسیر طبری کا خلاصہ ہے۔ البتہ مؤلف نے روایات کی تنقید محدثین کے اصولوں پر کی ہے۔ اس کا اردو ترجمہ کراچی سے شائع ہو چکا ہے ✓

تفسیر کی تیسری اہم کتاب "کشاف عن حقائق التنزیل" ہے مؤلف کتاب زمخشری کا اسلوب اور طریقہ اپنے پیشرو مصنفین سے بالکل الگ ہے۔ زمخشری لغت و نحو کے امام ہیں۔ اسی لیے اپنی تفسیر کو لغت و نحو کا خزانہ بنا دیا ہے۔ اشعار عرب سے شواہد بھی پیش کرتے ہیں۔ اور بغیر اسناد کے احادیث کو بھی نقل کرتے ہیں۔

تفسیر کی چوتھی اہم کتاب امام فخر الدین رازی (متوفی ۸۰۵ھ) کی تفسیر کبیر موسوم بہ "مفاتیح الغیب" ہے۔ امام رازی شرعی اور عقلی دونوں علوم کے امام و استاد تھے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ان

کی تفسیر قرآن علم و حکمت اور فلسفہ و کلام کا بے بہا ذخیرہ ہے۔ عقلی دلائل اور علمی براہین نے کتاب کو چار چاند لگا دیے ہیں۔ یہ تفسیر اس اعتبار سے بڑی اہم ہے۔ کہ چھٹی صدی کے علمی رجحانات اور مسائل کی آئینہ داری کرتی ہے۔ اور اس زمانے کے مفسر قرآن کی مشکلات کا ایک ہلکا سا احساس دلاتی ہے۔ مختصر یہ کہ متکلمانہ نقطہ نظر سے تفسیر کبیر امام رازی کا شاہکار ہے۔

اس کے بعد کی تمام تفسیریں مذکورہ بالا تفسیروں کا چربہ ہیں۔ قربلی (متوفی ۱۱۶۷ھ) نے ایک ضخیم تفسیر "الجامع لاحکام القرآن" لکھی۔ یہ تفسیر استنباط مسائل کے لحاظ سے بڑی مفید اور اہم ہے۔ النبہ قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی (متوفی ۶۸۵ھ) کی تفسیر "انوار التنزیل و اسرار التاویل" سب سے زیادہ مشہور و مقبول ہے۔ قاضی مولف نے زحخشری کی کشاف کے طریق پر یہ تفسیر لکھی۔ فرق صرف اتنا ہے کہ زحخشری معتزلہ خیالات رکھتا تھا۔ جو اس کی تفسیر میں بھی موجود ہیں، مگر قاضی بیضاوی اپنی تفسیر میں اہل سنت کے خیالات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ ورنہ انداز و اسلوب کشاف کا سا ہے۔ نیز امام سیوطی کی تالیف "باب النقول فی اسباب النزول" اور ابوالحسن واحدی نیشاپوری کی "اسباب النزول" آیات قرآنی کے شان نزول پر قابل قدر کتابیں ہیں۔

متاخرین تفسیر نگاروں میں امام جلال الدین سیوطی اور شوکانی کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ امام شوکانی کی تفسیر "فتح القدیر" در حقیقت علوم و معارف قرآن کا بے بہا خزانہ ہے۔
 عصر حاضر کی عربی تفسیروں میں مفتی محمد عبدہ کی تفسیر المنار جوہری طنطاوی کی تفسیر الجواہر اور مراغی کی تفسیر المراغی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ✓

مسلمانوں نے ہمیشہ کوشش کی کہ قرآن مجید کو عربی زبان میں پڑھیں

اور سمجھیں۔ لیکن تیرھویں صدی ہجری میں جب دور انحطاط شروع ہوا اور ہمتیں پست ہو گئیں۔ تو چند روشن ضمیر علماء نے اس کے سوا اور اور کوئی چارہ کار نہ دیکھا کہ قرآن مجید کو عوام کی زبان میں منتقل کر دیا جائے۔ چنانچہ برصغیر پاک و ہند میں اس کوشش کے آغاز کا سرہ شاہ ولی اللہ کے سر ہے جنہوں نے قرآن مجید کا فارسی زبان میں ترجمہ کر کے کلام پاک کا سمجھنا آسان اور سہل کر دیا۔ پھر ان کے بعد ان کی اولاد نے قرآن مجید کے اردو ترجمے لکھے۔ ان کے بعد پھر یہ سلسلہ عام ہو گیا۔ بعض لوگوں نے لفظی ترجمہ لکھ کر خدمت انجام دی۔ اور بعض نے با محاورہ پھر کچھ لوگوں نے تو محض ترجمے پر اکتفا کیا۔ اور بعض نے حواشی بھی تحریر کیے۔

ترجمے کا مفہوم یہ ہے۔ کہ قرآن مجید کے الفاظ کو دوسری زبان کا جامہ پہنا دیا جائے۔ ایک زبان کے مطالب و معانی کو دوسری زبان میں بعینہ پیش کرنا تو بڑا مشکل کام ہے۔ البتہ قریب ترین مفہوم ادا ہو جاتا ہے۔

بہر حال مندرجہ ذیل حضرات نے قرآن مجید کا اردو زبان میں ترجمہ کیا ہے، اور ہر ترجمے میں چند خوبیاں اور امتیازی خصوصیتیں ہیں:

شاہ رفیع الدین دہلوی، شاہ عبدالقادر دہلوی، مولوی نذیر احمد دہلوی، مرزا حیرت دہلوی، ڈاکٹر عبدالکیم سیالکوٹی، شیخ الہند مولانا محمود الحسن، مولانا وحید الزمان، مولوی انشاء اللہ خاں لاہوری، مولوی فتح محمد جالندھری، مولانا احسان اللہ خاں گورکھپوری، مولانا اشرف علی تھانوی، مولوی فتح دین ازہر خوشابانی، مولانا احمد رضا خاں بریلوی، مولوی عاشق الہی میرٹھی، خواجہ حسن نظامی، سید فرمان علی، سید مقبول احمد کربلائی و غیرہم۔

علاوہ ازیں مندرجہ ذیل اردو تفسیروں میں بھی قرآن مجید کے اردو ترجمے مرقوم ہیں۔

ترجمان القرآن، نواب صدیق حسن خاں، تفسیر احمدی، سید احمد خاں
تفسیر موابہب الرحمن، مولوی امیر علی، تفسیر ثنائی، مولوی ثناء اللہ تری
ترجمان القرآن، مولانا ابوالکلام آزاد، تفسیر رؤفی، تفسیر حقانی،

بیان القرآن۔ مولوی محمد علی لاہوری احمدی، پیر مولوی اشرف علی تھانوی،
 قرآن مجید کے الفاظ و محاورات کی تشریح و توضیح
لغات القرآن کے لیے بہت سی لغات ہی تالیف کی گئیں جن
 میں امام راغب اصفہانی کی "مفردات" امام ابو بکر سجستانی کی "غریب القرآن"
 اور محمد فواد عبد الباقی کی مرتبہ "معجم غریب القرآن" خاص طور پر
 قابل ذکر ہیں۔ اردو لغات میں "لغات القرآن" مطبوعہ ندوۃ المصنفین
 دہلی بڑی قابل قدر لغت ہے۔

دنیا کی ہر مشہور زبان میں
قرآن کے انگریزی ترجمے | قرآن مجید کے ترجمے موجود

ہیں۔ انگریزی زبان میں مندرجہ ذیل ترجمے ہو چکے ہیں:

- ۱۔ جارج بیل کا ترجمہ ۱۸۳۴ء (بڑا متعصبانہ ہے)
- ۲۔ راڈول کا ترجمہ ۱۸۵۷ء۔ صحت اور زبان کے لحاظ سے
 اچھا ہے۔ لیکن قرآن مجید کی ترتیب تلاوت کے مطابق نہیں
 بلکہ اس میں سورتوں کو ترتیب نزول کے اعتبار سے جمع کیا
 گیا ہے۔

۳۔ پامر کا ترجمہ ۱۸۸۰ء۔ دوسروں سے نسبتاً بہتر ہے۔

۴۔ مرزا ابوالفضل کا انگریزی ترجمہ (الہ آباد ۱۹۱۱ء)

۵۔ مرزا حیرت دہلوی کا انگریزی ترجمہ۔

۶۔ مولوی محمد علی ایم اے لاہوری احمدی کا انگریزی ترجمہ

مع متن و حواشی - (لاہور، ۱۹۱۶ء)

۷ - حافظ حاجی غلام سرور ایم اے لاہوری کا انگریزی ترجمہ بختی

متن - زبان اور صحت قابل تعریف ہے - (لندن، ۱۹۲۸ء)

۸ - مارٹن ڈیوک محمد کمال کا انگریزی ترجمہ اغلاط سے پاک نہیں - لندن، ۱۹۴۰ء

۹ - مسٹر عبداللہ یوسف علی کا انگریزی ترجمہ مع متن - اگرچہ لفظی

ترجمہ نہیں، لیکن زبان کی لطافت، سلاست اور شیرینی نے ترجمے

کو چار چاند لگا دیے ہیں - (لاہور، ۱۹۳۸-۱۹۳۷ء)

اس کے علاوہ اور بھی کئی ترجمے معرض وجود میں آچکے ہیں۔

کتاب حوالہ

اگر اساتذہ کرام یا طلباء مزید معلومات حاصل کرنا چاہیں تو

مندرجہ ذیل کتابیں مفید ثابت ہوں گی :

عربی کتب : ۱ - صحیح بخاری : امام بخاری -

۲ - حیاة محمد : محمد حسین بیگل

۳ - ابوبکر الصدیق : محمد حسین بیگل

۴ - الخیر الکثیر : شاہ ولی اللہ

۵ - الاتقان فی علوم القرآن : امام سیوطی -

۶ - الویسط فی الادب العزنی و تاریخہ :- احمد الاسکندری و مصطفیٰ عنانی

۷ - تاریخ الادب العزنی : احمد الزیات

- ۸ - فجر الاسلام جزء اول : احمد امین
 - ۹ - ضحی الاسلام جزء ۲ : احمد امین
 - ۱۰ - الوحی المحمدی : رشید رضا۔
 - ۱۱ - تاریخ القرآن : ابو عبد اللہ الزنجانی (طبع مصر ۱۹۳۵ء)
 - ۱۲ - الجامع الاحکام القرآن جزء اول : امام قرطبی
 - ۱۳ - فصول فی اصول التشریح الاسلام : سلیمان مصر ۱۹۲۹ء
 - ۱۴ - تاریخ الاسلام سیاسی والدینی جزء اول : حسن ابراہیم حسن
 - ۱۵ - اعجاز القرآن : باقلانی۔
- اردو کتب :- ۱- اردو ترجمہ - اتقان مؤلفہ امام سیوطی = مولوی

محمد علیم انصاری۔

- ۲ - وحی الہی : مولوی سعید احمد اکبر آبادی (طبع دہلی، ۱۹۴۱ء)
- ۳ - جمع القرآن والاحادیث : مولوی ابوالقاسم محمد خاں سیف بناری
(لاہور ۱۹۳۶ء)
- ۴ - خیر کثیر - مؤلفہ شاہ ولی اللہ اردو ترجمہ از مولوی عبدالرحیم (بمبئی)
- ۵ - وحی محمدی مؤلفہ رشید رضا : اردو ترجمہ از مولوی عبدالرزاق طبع آبادی
- ۶ - فہم قرآن = سعید احمد اکبر آبادی (دہلی ۱۹۴۰ء)
- ۷ - تاریخ القرآن : حافظ محمد اسلم جیرا چوری (علی گڑھ ۱۳۲۱ھ)
- ۸ - مقالات شبلی جلد اول : مولانا شبلی نعمانی (اعظم گڑھ ۱۹۲۰ء)
- ۹ - تدبیر قرآن = مولوی امین احسن اصلاحی (کراچی ۱۹۵۲ء)

۱۰۔ اُسوہ حسنہ: مترجمہ مولوی عبدالرزاق طبع آبادی (لاہور ۱۹۳۴ء)

انگریزی میں Introduction to the study of the Quran
 مؤلفہ مولوی محمد علی لاہوری اور فارسی زبان میں نواب صدیق خاں
 مرحوم کی اکیسری اصول التفسیر مطبعت نظامی کراچی ۱۹۳۰ء مفید کتابیں ہیں

سوالات

- ۱۔ وحی کا مفہوم بیان کرو۔ اور بتاؤ کہ وحی اور اہام میں کیا فرق ہے۔ نیز وحی کی مختلف اقسام قلمبند کرو۔
- ۲۔ بتاؤ کہ تم نزولِ قرآن کے بارے میں کیا جانتے ہو؟
- ۳۔ بتاؤ کہ قرآن مجید کب اور کیسے جمع ہوا؟
- ۴۔ بالتفصیل بیان کرو کہ عہدِ نبوی اور خلافت راشدہ میں قرآن مجید کی حفاظت کے لیے کیا کیا اہتمام کیا گیا۔ نیز بتاؤ کہ مصحف عثمانؓ سے کیا مراد ہے؟
- ۵۔ مختصراً تحریر کرو کہ قرآن مجید کی ترتیب کب اور کیسے عمل میں آئی؟
- ۶۔ اہمیت قرآن کی وجوہات بالتفصیل قلمبند کرو اور بتاؤ کہ قرآن مجید میں کن کن مضامین سے بحث کی گئی ہے؟
- ۷۔ تفسیر کا مفہوم بیان کرو اور بتاؤ کہ تفسیر اور تاویل میں کیا فرق ہے؟ نیز تفسیر کے مختلف دور بتاؤ اور اہم تفسیروں پر تبصرہ کرو؟
- ۸۔ مندرجہ ذیل عنوانات پر مختصر نوٹ لکھو: قرآن - وحی - کاتبان وحی حضرت زید بن ثابتؓ درقہ بن نوفل - غارِ حرا - اعجاز قرآن۔

دوسرا باب

مبارکات مطالعہ حدیث نبوی

حدیث اور سنت کا مفہوم

لغت میں حدیث کے معنی خبر، گفتگو، بات، قصہ
حدیث کہانی اور زبانی روایت کے ہیں۔ پھر قرآن مجید کے
 لیے بھی خیر الحدیث کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ
 كِتَابُ اللَّهِ رِيعَى الشُّدْ كِي كِتَابِ بَهْتَرِيْنِ حَدِيْثِ هِيَ

اسلامی اصطلاح میں حدیث سے مراد وہ علم ہے جس
 میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال و اعمال اور
 احوال نیز صحابہ کرامؓ کے آثار اور ان افعال سے بحث کی گئی
 ہو۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کئے گئے تھے اور
 آپؐ نے انہیں جائز ٹھہرایا، یا رضامندانہ سکوت اختیار فرمایا۔
 حدیث کے مفہوم میں صحابہ کرامؓ کے وہ اقوال بھی شامل ہیں۔
 جن میں کسی صحابی نے یہ بتایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم کو کوئی کام کرتے دیکھا یا کچھ فرماتے سنا۔

حدیث کی جمع احادیث ہے۔ جو شخص علم حدیث کا ماہر ہو اسے محدث کہتے ہیں۔ ✓

حدیث کے لیے خبر اور اثر کے الفاظ بھی استعمال ہوتے ہیں۔ خبر کی جمع اخبار اور اثر کی جمع آثار آتی ہے۔

سنت کے لغوی معنی طریقہ یا راستہ ہے۔ مگر اسلامی سنت اصطلاح میں سنت سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کا طریقہ ہے۔ ہر وہ کام جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا، یا کرنے کا حکم دیا، سنت کہلاتا ہے۔ خلفائے

راشدین کے دستور، طریقے اور معمول کو بھی سنت کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عَلَيْكُمْ

بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ۔ یعنی میرے طریقے اور خلفائے راشدین کے طریقے پر عمل کرو۔ ✓

سنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معمول و تعامل کا نام ہے۔ اور حدیث وہ علم ہے۔ جس میں آپ کی سنت مذکور و محفوظ ہے۔ ✓

علم حدیث کا موضوع رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہے۔ اور اس علم کی حدود آپ کے اقوال، افعال اور احوال

ہیں۔

حدیث بیان کرنے والے کو راوی کہتے ہیں۔ راوی کی جمع صحیح

سنت آئے
افعال
حدیث انعام
ربیعارد

رُوَاةٌ آتِي بِهِ - ✓

روایت و درایت کا مفہوم

علم حدیث کی دو قسمیں ہیں، ایک علم روایت اور دوسری علم

درایت -

علم روایت میں سلسلہ روایت اور ضبط حدیث سے

علم روایت بحث ہوتی ہے۔ ضبط حدیث سے مراد یہ ہے کہ

راوی نے جو کچھ سنا ہے۔ وہ سب اس کو ایسا یاد ہو۔ کہ جب چاہے بیان کر دے یا جو سنے فوراً لکھ لے۔

روایت حدیث میں یہ شرط ہے۔ کہ جو الفاظ رسول خدا

صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ادا ہوئے ہوں حتی الامکان

وہی روایت کیے جائیں۔ اس لیے کہ مطلب بیان کرنے میں راوی

غلط فہمی کا شکار ہو سکتا ہے۔ البتہ نکتہ سنج اور رمز شناس راوی

جن کی مغز سخن تک رسائی ہو، ان کی روایت بالمعنی بھی درست

ہے۔ ✓

امام نووی (متوفی ۷۶۷ھ) شارح صحیح مسلم فرماتے ہیں: جو

شخص روایت بالمعنی یعنی حدیث کا مطلب بیان کرنا چاہتا ہو، اگر وہ

الفاظ و مطالب کا ماہر نہیں اور مطلب میں خلل اندازہ ہونے والی باتوں

کو نہیں جانتا تو اہل علم کے نزدیک بالاتفاق اس کی روایت جائز

نہیں۔ لفظ کی تعبیریں شرط ہے۔

حدیث کی روایت میں حسب ذیل شرائط کی پابندی ضروری خیال کی جاتی ہے:

۱۔ روایت کرنے سے پہلے حدیث کی تحقیق کر لینا ضروری ہے

صحابہ کرامؓ کا یہی دستور تھا کہ روایت کو سننے کے بعد اگر

بیان کرنا چاہتے تو پہلے خوب چھان بین کر لیتے تھے۔ آنحضرتؐ

صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے

فرمایا۔ کہ ایک آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے

کہ وہ جو کچھ سنے، (بلا تحقیق) بیان کر دے۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ

روایت سے پہلے حدیث کی تحقیق میں بہت اہتمام کرتے تھے

ان کے بعد تابعین نے بھی اسناد کو صحت حدیث کا معیار

ٹھہرایا۔ تابعین حضرات حدیث کی تصدیق اور اپنے اطمینان کے

لیے صحابہ کرامؓ سے براہ راست سنا پسند کرتے تھے امام زہریؒ

کا قول ہے۔ کہ اسناد دین کی بنیاد ہے۔ اگر اصول اسناد اڑا

دیا جائے۔ تو پھر جس کا جو بھی چاہے کہتا پھرے۔

ابن مبارکؒ فرماتے ہیں۔ ہمارے اور صحابہ کرامؓ کے درمیان

سلسلہ اسناد ہے۔

۲۔ ہر شخص کی عقل و فہم کے مطابق حدیث روایت کرنی چاہیے

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے کہ جب تم لوگوں سے

ایسی حدیث بیان کرو گے جو اُن کی سمجھ میں نہ آتی ہو
 تو اُن میں سے بعض لوگ ضرور فتنہ میں پھنس جائینگے
 ۳۔ جس شخص کی نسبت کسی قسم کا شبہ ہو۔ اس سے روایت
 درست نہیں۔

۴۔ روایت کو تاریخ سے جانچ لینا بھی ضروری ہے۔ راوی

کی بابت یہ معلوم ہونا چاہیے۔ کہ وہ کس زمانے کا ہے
 اور جس شخص سے وہ روایت سنتا ہے۔ آیا وہ اس

کا ہم عصر تھا؟ اگر تھا تو کیا ملاقات ہوئی؟

روایت حدیث کا ایک امتیازی نشان یہ بھی ہے۔ کہ

جو واقعہ روایت کیا جائے، وہ ممکن الوقوع ہو۔

راوی کے اوصاف: راوی حدیث میں حسب ذیل اوصاف کا
 موجود ہونا ضروری ہے:

(۱) جانا پہچانا اور قابل اعتبار ہو (۲) کئے والے کی عرض

کو سمجھتا ہو (۳) مبالغہ کی عادت نہ ہو (۴) کسی خاص اثر کے

مانخت حدیث روایت نہ کرتا ہو (۵) رفتار گفتار قابل اعتراض

نہ ہو (۶) روایت کی تیقح میں سہل انگاری نہ کرتا ہو۔ (۷) سمجھا

حافظہ اور سماعت وغیرہ میں فرق نہ آیا ہو۔ (۸) بدنام نہ ہو

(۹) محتاط ہو اور سلسلہ سند کو آخر تک پہنچاتا ہو۔ اور سلسلہ

سند کی آخری کڑی کے لیے ضروری ہے کہ بذات خود واقعہ

میں شریک رہا ہو۔

روایت اور راویوں کے اعتبار کے لحاظ سے
اقسام حدیث حدیث کے تین مشہور درجے ہیں: (۱) صحیح
 (۲) حسن (۳) ضعیف۔

صحیح حدیث کے نزدیک صحیح حدیث وہ ہے جس کی سند عادل
 اور ضابطہ راویوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک
 متصل ہو یعنی شروع سے اخیر تک سند کا سلسلہ کہیں ٹوٹنے
 نہ پائے اور راویوں کی کوئی کڑی غائب نہ ہو، شاذ نہ ہو۔
 بقول امام شافعی "شاذ سے مراد یہ ہے کہ کوئی ثقہ
 راوی ایسی حدیث بیان کرے جو دوسری روایتوں کے مخالف ہو
 اور اس میں کوئی مخفی علت نہ ہو یعنی اس میں کوئی پوشیدہ
 سبب طعن موجود نہ ہو۔ جس کی وجہ سے علمائے نقد حدیث
 نے اسے رد کر دیا ہو۔ علت سے مراد حدیث کے متن یا
 سند کے وہ خفیف نقائص اور استقام ہیں جو جرح و تعدیل میں
 مخفی رہ جاتے ہیں۔" ✓

۱۔ عادل سے مراد ہے وہ راوی جو نہ بدنام ہو اور نہ گنام
 ۲۔ ضابطہ سے مراد وہ راوی ہے جو متن اور سند کو اچھی طرح یاد رکھتا
 ہو۔ اور جب چاہے مستحضر کر سکے۔

حسن وہ حدیث ہے جس کا راوی صدق و امانت میں مشہور ہو۔ لیکن قوت حفظ اور طے اخذ میں اس کا مرتبہ صحیح حدیث کے راویوں سے فروتر ہو مگر اپنی روایت میں منقرو اور منکر نہ ہو اور نہ حدیث کا متن شاذ و مجروح ہو۔ بالفاظ دیگر یوں سمجھئے کہ اگر کسی حدیث کا راوی ضبط میں قدرے کم ہو تو وہ حدیث حسن ہوگی۔

ضعیف ضعیف حدیث سے مراد یہ ہے کہ کسی حدیث کا راوی عادل نہ ہو، یا درمیان میں سند کا سلسلہ ٹوٹ جائے۔ یا اس کی سند میں کوئی مخفی علت ہو یا راوی کا حافظہ زیادہ خراب ہو۔ مختصراً یوں کہہ سکتے ہیں کہ ضعیف حدیث وہ ہے جو حسن سے فروتر ہو۔

سند کے اعتبار سے بھی حدیث کی چند قسمیں ہیں مثلاً ✓ جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی **مرفوع** ہو۔

✓ جو درمیان میں کسی صحابی تک رہ جائے۔ اور **موقوف** آپ تک نہ پہنچے۔

وہ حدیث ہے جس کی سند تابعی تک پہنچ کر **منقطع** ختم ہو جائے۔

مُرْسَل وہ حدیث ہے جو متصل نہ ہو بلکہ اس کے سلسلہ سند میں صحابی کا نام ساقط و مفقود ہو۔ اور تابعی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرے۔

مُنْقَطِع وہ حدیث ہے جس کے سلسلہ اسناد سے ایک یا ایک سے زیادہ راوی چھوٹ گئے ہوں۔

مُعْضَل وہ حدیث ہے جس کے سلسلہ اسناد میں دو یا دو سے زائد راوی غائب ہوں۔ یا کسی تبع تابعی نے روایت کی ہو مگر تابعی اور صحابی دونوں کا نام نہ لیا ہو۔

غریب وہ حدیث ہے جس کی روایت کرنے والا صرف ایک ہی راوی ہو۔

مُنْكَر وہ حدیث ہے جس کی سند میں کوئی راوی کثیر الغلط ہو یا صحت و اتقان میں عقلمندی برتنے والا یا فاسق ہو۔

مقلوب جس میں تقدیم یا تاخیر ہو مقلوب کہلاتی ہے۔

علم و روایت علم و روایت میں حدیث کے مطلب سے بحث کی جاتی ہے۔ یعنی حدیث میں جو واقعہ مذکور ہو اس

کے بارے میں یہ تحقیق کر لینا چاہئے کہ وہ انسانی فطرت کے موافق بھی ہے۔ یا نہیں۔ جس زمانے میں یہ واقعہ پیش آیا اس زمانے

کی خصوصیتیں اس میں کہاں تک موجود ہیں۔ قرینہ عقلی اس کی بابت کیا فیصلہ دیتا ہے۔ جس شخص سے واقعہ منسوب ہے

وہ عادت اس قسم کی باتوں کا خوگر بھی تھا۔ یا نہیں۔
 چنانچہ علم و روایت کے اعتبار سے حدیث کی صحت کو
 جانچنے اور پرکھنے کے لیے مذکورہ بالا امور کی روشنی میں محدثین
 نے چند اصول وضع کیے ہیں۔ ان اصولوں کے پیش نظر مندرجہ ذیل
 صورتوں میں روایت یا حدیث قابل اعتبار نہ ہوگی :-

۱۔ جو حدیث یا روایت عقل کے مخالف ہو۔ امام ابن تیمیہ
 فرماتے ہیں کہ جس بات کے متعلق حدیث میں کوئی قطعی
 دلیل قائم ہو۔ عقل کی قطعی دلیل اس کے مخالف ہو
 نہیں سکتی۔

۲۔ جو اصول کے خلاف ہو۔

۳۔ جو مشاہدہ اور تجربہ کے خلاف ہو۔ مثلاً بینگن ہر مرض
 کی دوا ہے۔

۴۔ جو قرآن مجید کے خلاف ہو۔

۵۔ جو روایت صریح اور متواتر حدیثوں کے خلاف ہو

۶۔ جو روایت اجماع قطعی کے خلاف ہو اور قابل تاویل بھی

نہ ہو۔

۷۔ وہ حدیث جس میں ایک معمولی سی بات پر سخت عتاب
 کی دھمکی اور وعید ہو۔

۸۔ وہ روایت جس میں ذرا ذرا سے کاموں پر بڑے بڑے

العام کا وعدہ ہو۔

۹۔ وہ حدیث جس کا سلسلہ روایت اصولاً قابل اعتراض ہو

۱۰۔ وہ حدیث جس کا مضمون اصولاً قابل اعتراض ہو۔

محدثین نے روایت کی چھان بین اور تحقیق میں روایت

و درایت دونوں کی تعیین اور ان پر عمل کرنے میں یکساں اہتمام

کیا ہے۔ اور تنقید روایات میں دونوں سے کام لیا ہے جس کا

نتیجہ یہ ہے کہ روایت و درایت سے مندرجہ ذیل علوم معرض

وجود میں آئے:

۱۔ علم تدوین حدیث، اس میں احادیث کے جمع و تدوین

سے بحث ہوتی ہے۔

۲۔ علم النظر فی الاسناد، اس میں حدیثوں کی سند سے

بحث کی جاتی ہے۔

۳۔ علم کیفیت روایت، یعنی راویوں نے حدیث کیوں

بیان کی؟ اس کے درجات کیا ہیں؟ صورت حال کیا ہے؟

۴۔ علم اصطلاح حدیث۔ اس میں حدیث کی صحت سے

بحث کی جاتی ہے۔

۵۔ علم الفاظ حدیث۔ جن الفاظ میں حدیث بیان ہوئی

ہے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ہو سکتے ہیں

یا نہیں؟ نیز روایت بالمعنی کی تنقیح اور محدثین کی اصطلاحات

بھی اس علم میں شامل ہیں۔

۴۔ علم الطبقات، یہ علم صحابہ کرام کے طبقات اور درجات سے بحث کرتا ہے۔ اس موضوع پر امام بخاری، ابن سعد، ابن عبد البر، ابن الاثیر، ابن حجر عسقلانی کی کتابیں مشہور و معروف ہیں۔

۶۔ علم غریب الحدیث۔ حدیث میں نادر اور غیر مانوس الفاظ کا استعمال کس غرض سے ہوا ہے، اور اُس وقت کے محاورے میں ان کا اصلی مفہوم کیا تھا؟ اس فن میں زحشری کی الفائق اور ابن الاثیر کی النہایۃ بہت مقبول اور مشہور ہیں۔ طاہر پٹنی کی مجمع البحار بھی مفید لغات ہے۔

۸۔ علم اَسْمَاءِ الرَّجَالِ، اس علم میں حدیث کے راویوں کے حالات سے بحث کی جاتی ہے۔ کہ وہ کون اور کس قسم کے لوگ تھے؟ کس طبیعت اور کردار کے مالک تھے؟ کیا ان کی باتیں قابل اعتبار ہیں؟

۹۔ علم جرح و تعدیل، یعنی راوی حدیث کے اعتبار یا بے اعتباری کے اسباب اور وجوہ کیا ہیں۔ اس فن پر بہت سی کتابیں موجود ہیں۔

۱۰۔ علم طرق حدیث، بعض اوقات ایک حدیث کئی طریقوں سے روایت ہوتی ہے، اور معنوی مناسبت کے لحاظ سے

کئی جگہ اس کے مختلف حصے درج ہوتے ہیں۔ اس علم کا یہی موضوع ہے۔

۱۱۔ علم ناسخ و منسوخ، یعنی کون کون سی حدیثیں منسوخ ہیں اور کیوں؟

۱۲۔ علم مؤتلف و مختلف۔ بعض راویوں کے نام کا رسم الخط ایک جیسا ہوا لیکن تلفظ مختلف جیسے عقیل اور عقیل، آسید اور اُسید وغیرہ یہ علم اسی راز سے بحث کرتا ہے۔

۱۳۔ علم موضوعات، اس علم میں موضوع اور جعلی حدیثوں کی تنقید ہوتی ہے۔ ملا علی قاری اور ابن الجوزی کی کتب "موضوعات" مشہور ہیں۔ محدثین کی کوششوں سے یہ تمام علوم خوب پھلے اور پھولے، علمائے حدیث نے ہر علم میں بڑی کثرت سے مستقل کتابیں تالیف کیں، جس کا ایک عظیم الشان اور مایہ ناز ذخیرہ ہمارے پاس موجود ہے۔

اوپر کی سطور میں بیان ہو چکا ہے کہ حدیث نمونہ حدیث کی روایت کرنے والے کو راوی کہتے ہیں۔ حدیث میں دوسرا حصہ اصل قول ہوتا ہے۔ جسے متن کہتے ہیں حدیث کے طرز بیان اور اسلوب کو سمجھنے کے لیے ذیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بطور نمونہ نقل کی جاتی ہے:-
۱۔ حَدَّثَنِي مَالِكُ بْنُ

ابن شہاب سے، انہوں نے حمید بن عبد الرحمن بن عوف سے (سنا، کہ ایک شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے چند کلمے ایسے سکھا دیجئے کہ جن پر میں زندگی بھر کار بند رہوں مختصر فرمائیے اور اتنی لمبی بات بھی نہ ہو کہ میں بھول جاؤں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "غصے نہ ہونا"

ہم سے عبد اللہ نے بیان کیا کہ میرے باپ نے مجھے بتایا کہ ہم سے ہاشم بن قاسم نے بیان کیا، اس نے اسرائیل سے سنا اس نے جابر بن عبد اللہ سے انہوں نے عامر سے انہوں نے جریر بن عبد اللہ سے انہوں نے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے اس بات کی گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، نماز قائم کرنا، زکات دینا

ابن شہاب عن حمید بن عبد الرحمن بن عوف ان رجلاً أتى إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله علمني كلمات أعيش بهن ولا تكثر علي فأنسى فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لا تغضب" (موطأ امام مالك)

۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَامِرٍ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرِّي إِلَّا إِسْلَامٌ عَلَى خَمْسٍ شَهَادَةٌ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَإِقَامُ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ وَبِحَجِّ الْبَيْتِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ (مسند احمد)

بیت اللہ کا حج کرنا۔ اور ماہ رمضان
کے روزے رکھنا۔

جمع و تدوین حدیث

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی سنت یعنی اپنے اعمال
اور ارشادات کی حفاظت خاص طور پر ملحوظ تھی۔ کیونکہ اسی کے
ذریعے آپ کی تعلیمات دوسروں تک پہنچ سکتی تھیں۔ اور اس مقصد
کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے آپ نے کئی موقعوں پر تلقین فرمائی کہ
جو حاضر ہیں وہ (یہ علم دین اور سنت نبوی) ان لوگوں کو پہنچائیں
جو غیر حاضر ہیں۔ پھر آپ نے ایک مرتبہ یہ دعا فرمائی: اللہ تعالیٰ
اس بندے کا چہرہ بارونق رکھے جس نے میری بات سن کر یاد
رکھی، پھر اسے دوسروں تک پہنچایا۔ ✓

ایک اور جگہ آپ نے حدیث روایت کرنے والوں اور
سنت کی تعلیم دینے والوں کے لیے رحم کی دعا فرمائی۔ نیز آپ
کا دستور تھا۔ کہ ہر ایک بات کو تین مرتبہ دہراتے، تاکہ سننے
والا اچھی طرح یاد رکھ سکے۔ چنانچہ صحابہ کرام نے آپ سے
جو کچھ سیکھا وہ تابعین تک پہنچا دیا، تابعین نے تبع تابعین تک
تا آنکہ یہ قیمتی ذخیرہ ہم تک پہنچا۔ ✓

عہد نبوی میں حفاظت حدیث کے دو طریقے تھے۔ ایک

حافظہ دوسرا کتابت۔ عرب کے لوگوں کا حافظہ بہت اچھا تھا اور ان کے ہاں اکثر قوت حافظہ سے کام لیا جاتا تھا۔ کتابت کا رواج بہت کم تھا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتابت کا رواج عام کر دیا۔

حضرت نبی کریم صلی

پہلا دود

عہد نبوی میں کتابت حدیث

اللہ علیہ وسلم کی

حدیثیں اکثر و بیشتر زبانی یاد رکھی جاتی تھیں۔ ابتدائے نزول قرآن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم صادر فرمایا کہ سوائے قرآن مجید کے اور کوئی چیز نہ لکھی جائے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ آغاز وحی میں قرآن مجید کے ساتھ اور چیز شامل نہ ہو جائے جب صحابہ میں قرآن اور غیر قرآن کا شعور پیدا ہو گیا۔ تو آپ نے کتابت حدیث کی اجازت مرحمت فرمادی۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض احادیث خود لکھوا کر بعض صحابہ کو دیں۔ اور بعض صحابہ نے اپنے ذاتی استعمال اور یادداشت کے لیے حدیثیں لکھیں مثلاً

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ میں ایک قتل کی خبر سنی تو مکہ مکرمہ کی حرمت و عزت کے بارے میں ایک خطبہ دیا۔ اور اس سرزمین میں قتل و قتال سے منع فرمایا۔ حاضرین میں سے ایک یہی شخص ابو شاہ نے عرض

کی کہ آپ مجھے یہ باتیں لکھواد دیجئے۔ آپ نے حکم دیا۔ کہ ابو شاہ کو یہ حدیث لکھ دو۔ ✓

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو ایک صحیفہ یعنی مختصر سا رسالہ لکھوایا۔ اس میں مدینے کا حرم ہونا، ذبیہوں کے احکام، غیر اللہ کے لیے ذبح کرنے کی حرمت، زمینوں کے نشانات و علامات کی چوری، والدین کو برا کہنے پر لعنت اور دیگر مسائل مرقوم تھے۔ ✓

۳۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رافع بن خدیج کو اپنی تمام حدیثوں کے لکھنے کی اجازت دی۔

۴۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کو بھی اپنی تمام حدیثوں کے لکھنے کی اجازت دی تھی۔

اس کے علاوہ آپ نے کئی تاریخیں دستاویزیں لکھوائیں۔ جن کا ذکر کتب احادیث میں موجود ہے مثلاً

۱۔ آپ نے حدیبیہ میں صلح کی شرائط لکھوا کر سہیل بن عمرو کو دی تھیں۔ اور ایک نقل اپنے پاس رکھی تھی۔ ✓

۲۔ یہود مدینہ سے جو معاہدہ ہوا تھا۔ اسے لکھوایا۔ یہود خیبر کو ایک مقتول صحابیؓ کا خون بہا ادا کرنے کے لیے تحریر بھیجی تھی۔ ✓

۳۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف بادشاہوں اور حکمرانوں

کو خطوط لکھ کر اسلام کی دعوت دی۔ ✓
 ۴۔ آپ نے اپنی وفات سے تھوڑا عرصہ پہلے اپنے ماتحت
 حکام کے پاس بھیجنے کے لیے مسائلِ زکات لکھوا کر ایک
 جگہ جمع کر دیے تھے۔ احادیث میں اس نوشتے کا نام "کتاب
 الصدقہ" مرقوم ہے۔ یہ کتاب حضرت عمرؓ فاروقؓ کے خاندان
 میں عرصے تک رہی۔ ✓

۵۔ اسی طرح آپ نے اپنے آخری عہد میں حدیثوں کی ایک
 عظیم الشان اور ضخیم نوشت (کتاب) لکھوا کر حضرت عمرو بن
 حزمؓ صحابی کی معرفت اہل یمن کو بھجوائی تھی۔ اس میں
 تلاوتِ قرآن، نماز، زکات، طلاق، عتاق، قصاص، خوں بہا
 وغیرہ، نیز فرائض و سنن اور کبیرہ گناہوں کی تفصیلات درج
 تھیں۔ امام ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں اس کی بابت لکھا
 ہے۔ کہ یہ ایک عظیم الشان نوشت تھی، اس میں بہت
 سے شرعی اور فقہی مسائل و احکام درج تھے۔ ✓
 اس کے علاوہ آپ کی اور بھی بہت سی تحریروں اور
 نوشتوں کا ذکر کتب تاریخ و حدیث میں ملتا ہے۔
 یہاں جمع حدیث کا پہلا دور ختم ہوتا ہے۔ جمع حدیث
 کا دوسرا دور صحابہ کرام کے ذاتی مجموعوں سے شروع
 ہوتا ہے۔ ✓

بے شمار صحابہ کرامؓ حدیث نبویؐ کو اپنے سینوں
دوسرا دور | میں محفوظ کر لیتے تھے۔ اور ان میں سے کئی

حضرات حدیثوں کو ضبطِ تحریر میں بھی لے آتے تھے۔ مثلاً

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی اجازت سے آپؐ کی تمام حدیثیں لکھ لیا کرتے
تھے۔ انہوں نے اپنے اس مجموعہ احادیث کا نام صحیفہ صادقہ
رکھا ہوا تھا۔ (طبقات ابن سعد جلد ۲ صفحہ ۱۲۵)

۲۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس بھی اپنے ہاتھ کا لکھا
ہوا ایک مجموعہ احادیث موجود تھا (ابن عبدالبر: جامع بیان العلم ۱: ۷۷)
۳۔ حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس احادیث نبویہ کے بہت سے نوشتے
تھے۔ (جامع بیان العلم ۱: ۷۷)

۴۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس اپنا لکھا ہوا ایک مجموعہ
احادیث تھا۔ جس میں پانسو حدیثیں مرقوم تھیں (تذکرۃ الخلفاء)
۵۔ حضرت ابن عباسؓ کا لکھا ہوا مجموعہ احادیث اہل طائف
کے پاس موجود تھا۔

۶۔ حضرت أسماء بنت عمیس (م ۳۸ھ) نے بھی احادیث نبوی
کا ایک مجموعہ لکھا تھا۔ ان کے علاوہ کئی اور صحابہؓ کے نام
بھی ملتے ہیں۔ جنہوں نے حدیث جمع کی تھی۔ ۷۔

صحابہؓ کے بعد تابعین میں تو احادیث لکھنے کا
تیسرا دور رواج عام ہو گیا تھا۔ اموی خلیفہ حضرت عمر بن
 عبدالعزیزؓ (خلافت ۹۹-۱۰۱ھ) نے تدوین حدیث کی تحریک کی۔
 اور امام ابن شہاب زہریؒ نے ان کے حکم سے حدیث کی ایک
 مبسوط کتاب تالیف کی۔ امام ابن شہاب زہریؒ ۱۲۵ھ میں مدینہ
 میں پیدا ہوئے۔ حافظہ بلا کا تھا۔ بہت سے صحابہ کرامؓ سے حدیث
 روایت کی۔ علم و فضل میں یگانہ روزگار تھے۔ بڑے بڑے ائمہ دین
 اور علمائے حدیث نے ان کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا۔ ۱۲۴ھ
 میں وفات پائی۔ ✓

خود خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم کی لکھوائی ہوئی "کتاب الصدقہ" نقل کرا کے تمام اطراف میں
 بھیج دی۔
 (فتح الباری)

ابوبکر حزمی (ابن محمد بن عمرو بن حزم انصاری) متوفی
 ۱۲۰ھ نے بھی خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؓ کی ترغیب سے حدیث
 کی کتابیں تالیف کی تھیں۔
 (ذرقانی و بخاری)

فن مغازی کی سب سے پہلی کتاب لکھنے والے
 امام محمد بن اسحاقؒ (متوفی ۱۵۱ھ) نے بھی فن حدیث میں کتاب السنن
 لکھی تھی۔

اس کے بعد تدوین حدیث عام ہو گئی۔ یمن میں امام معمر بن

راشد (متوفی ۱۵۳ھ) مکے میں امام ابن جریر (متوفی ۱۵۱ھ) مارینے میں
 موسیٰ بن عقبہ (متوفی ۱۴۱ھ)، شام میں امام اوزاعی (۱۵۶-۸۸ھ)، بصرہ
 میں امام سعید بن ابی عروبہ بصری (متوفی ۱۵۶ھ) و ربیع بن صبیح بصری
 (متوفی ۱۴۰ھ) اور حماد بن سلمہ (متوفی ۱۴۰ھ) کوفے میں سفیان
 ثوری (متوفی ۱۶۱ھ) واسط میں بشیم (م ۱۸۸ھ) اری میں جریر بن
 عبد الحمید (م ۱۸۸ھ) مصر میں لیث ابن سعد (متوفی ۱۴۵ھ) اور خرم
 میں عبداللہ بن مبارک (متوفی ۱۸۱ھ) جیسے نامور اور شہرہ آفاق محدثین
 نے حدیث کی کتابیں تالیف کیں۔

امام مالک اس دور میں امام مالک بن انس کا نام بہت ہی
 نمایاں اور ممتاز ہے۔ آپ خلیفہ عبدالملک بن ولید
 کے عہد یعنی ۱۴۳ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ امام مالک کو امام
 دارالہجرت، فقیہ امت اور امام الائمہ کے معزز القاب سے یاد کیا جاتا
 ہے۔ آپ فقہ اور حدیث کے امام تھے۔ امام مالک کی مشہور تالیف
 "الموطا" ہے۔ جو ۱۴۳ھ میں تالیف ہوئی۔ امام مالک نے اس کتاب
 کو فقہی ابواب کے لحاظ سے ترتیب دیا ہے۔ اور صرف صحیح احادیث
 و روایات کی ہیں۔ کتاب کی صحت اور مقبولیت کا یہ حال ہے کہ
 بارہ صدیوں سے یہ کتاب تعلیمی نصاب میں داخل ہے۔ موطا امام
 مالک کو زمانہ تالیف اور رتبہ کے لحاظ سے اولیت کا شرف حاصل
 ہے۔ بعد کے مؤلفین نے اس کتاب کی ترتیب اور انتخاب سے بڑا

فائدہ اٹھایا ہے۔ دیگر ممالک کے علاوہ اندلس میں بھی سب سے زیادہ مقبولیت امام مالک کی موٹا کو حاصل ہوئی تھی۔ شاہ ولی اللہ بھی موٹا کے عاشقوں میں سے تھے۔ امام مالک کی وفات ۱۷۱ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔

تیسری صدی ہجری میں تالیف و تدوین حدیث کا چوتھا دور

بڑی محنت، عرقریزی اور جانفشانی سے حدیثوں کی اسناد اور متن میں چھان بین و تحقیق کے بعد کتابیں تیار کیں۔ اس دور کے بعد محدثین کی تالیف و تصنیف کا بحر ذخار موجزن نظر آتا ہے۔ حدیث کے مجموعوں کو مندرجہ ذیل اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

۱۔ جامع، جس میں تمام قسم کی احادیث بیان ہوں۔ جیسے

(۱) امام بخاری کی الجامع الصحیح (۲) جامع ترمذی

۲۔ سنن، جس میں ابواب کو مسائل فقہ کے لحاظ سے

ترتیب دیا گیا ہو۔ مثلاً طہارۃ، صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم، حج، جہاد

نکاح، طلاق وغیرہ کے ابواب جیسے سنن نسائی، سنن ابی داؤد وغیرہ

۳۔ مُسْنَد، جس میں صحابہ کرامؓ کے ناموں کے تحت مختلف

قسم کی حدیثیں جمع کی گئی ہوں۔ جیسے مسند امام احمد بن

حنبل، مسند طیبی و غیرہ۔

۴۔ مُبْتَدِع، جس میں احادیث کو شیوخ اور اساتذہ کے لحاظ سے

ترتیب دیا گیا ہو۔ جیسے طبرانی اور سیوطی کی معجم۔

۵۔ جُزء جس میں ایک آدمی کی روایات کو جمع کیا گیا ہو۔

۶۔ اربعین، جس میں ایک یا ایک سے زیادہ عنوانوں پر

۴۰ حدیثیں جمع کی گئی ہوں۔ جیسے اربعین نووی، شاہ ولی اللہ

وغیرہ۔

۶۔ مستخرج، جس میں کسی دوسری کتاب کی حدیثوں کا اثبات ہو

یعنی مؤلف کتاب اپنے طریق سے کسی حدیث کی کتاب کی

روایات کی اسناد بیان کرے۔ جیسے ابو نعیم اصفہانی کی مستخرج

علی (بخاری اور مسلم)

۸۔ مُتَدْرِك، جس میں کسی دوسری کتاب کی شرائط پر

پوری اترنے والی ایسی حدیثوں کا ذکر ہو۔ جو اُس کتاب

میں مذکور نہ ہو جیسے امام حاکم کی مُتَدْرِك۔

صحاح ستہ تیسری صدی ہجری کی کتب حدیث میں صحاح ستہ

صحاح ستہ کے علاوہ مُسْنَد ابن ابی شیبہ (متوفی ۲۴۰ھ) اور

مُسْنَد امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ) بھی خاص طور پر قابل

ذکر ہیں۔

صحاح ستہ سے مراد ہے چھ صحیح کتب احادیث۔ صحیح حدیثوں

کے یہ چھ معتبر مجموعے حسب ذیل ناموں سے یاد کیے جاتے ہیں

(۱) صحیح بخاری (۲) صحیح مسلم (۳) مُسْنَد ابن ابی داؤد (۴) جامع ترمذی -

(۵) سنن نسائی (۶) سنن ابن ماجہ اگرچہ ان کے علاوہ اور بھی بیشتر کتب حدیث موجود ہیں۔ لیکن ان چھ کو جو شہرت، ہرولہرہزی اور قبولیت حاصل ہوئی، وہ کسی اور مجموعہ حدیث نبوی کو میسر نہ آسکی۔ اب ذیل میں ان کتابوں اور ان کے مؤلفین کے مختصر حالات درج کیے جاتے ہیں۔

۱۔ صحیح بخاری: اس مجموعہ کو امام ابو عبد اللہ محمد بن اسمعیل بخاری نے تالیف کیا۔ آپ ۱۹۴ھ میں بخارا میں پیدا ہوئے۔ اسی لیے بخاری مشہور ہوئے۔ بچپن سے ہی علم حدیث کے ساتھ بڑا لگاؤ تھا۔ دس برس کی عمر میں حدیثوں کو سن کر حفظ کرنے لگے۔ سولہ برس کی عمر میں ابن مبارک اور وکیع کے مجموعے حفظ کر لیے۔ پھر حج کے لیے عجاز گئے تو وہیں تحصیل علم حدیث میں لگ گئے علم حدیث کی خاطر بہت سے اسلامی ملکوں کا سفر کیا۔ امام بخاری پہلے محدث تھے جنہوں نے حدیث کی طلب و جستجو کے سلسلے میں مشرق و مغرب کی سیاحت کی۔ سولہ برس کی محنت شاقہ کے بعد وطن واپس آکر درس و تدریس اور تالیف و تصنیف میں منہمک ہو گئے۔ پھر وہیں ۲۵۶ھ میں وفات پائی امام بخاری کا حافظ قابل رشک تھا۔ ہزاروں حدیثوں کے متن، راویوں کے نام، کنیت، لقب، مقام، تاریخ وفات سب کچھ از بر تھا۔ ہر حدیث اور ہر راوی کو تنقید کی کسوٹی پر

پرکھ لیتے تھے۔

امام بخاریؒ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں، لیکن ان کی شہرت کا زیادہ تر دار و مدار صحیح بخاری پر ہے۔ اس کا اصلی نام "الجامع الصحیح" ہے۔ امام موصوف نے اس کتاب کو سولہ برس میں مکمل کیا اور ہر حدیث لکھنے سے پہلے وضو کر کے دو رکعت پڑھتے اور استخارہ کرنے کے بعد حدیث کو قلمبند کرتے۔ اس کتاب میں امام بخاریؒ نے بڑی تحقیق اور تنقید اور جرح و قدح کے بعد منتخب کر کے صرف ۹۰۸۲ صحیح حدیثیں درج کیں۔ اگر مکرر حدیثوں کو نکال دیا جائے تو پھر حدیثوں کی کل تعداد ۷۳۹۷ رہ جاتی ہے۔

امام بخاریؒ کی "الجامع الصحیح" کو امت نے بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا۔ اور اس کو قرآن مجید کے بعد صحیح ترین کتاب قرار دیا ہے۔ اپنی جامعیت اور تنوع کے لحاظ سے یہ کتاب بے مثل سمجھی جاتی ہے۔

اس کتاب کو مسائل فقہ کے اعتبار سے ترتیب دیا گیا ہے مختلف عنوان قائم کر کے ہر عنوان کی تحت اسی مضمون کی صحیح حدیثیں نقل کر دی گئی ہیں۔ صحیح بخاری ۹۷ کتابوں اور ۷۴۵۰ ابواب میں منقسم ہے۔

امام بخاریؒ نے عنوان یعنی باب قائم کرنے کے لیے استنباط

احکام میں جو محنت اور کاوش کی ہے، وہ بھی امام موصوف ہی کا حصہ ہے۔ مشہور مقولہ ہے کہ امام بخاریؒ کی فقہانہ دانشمندی اس کتاب کے عنوان قائم کرنے میں مضمر ہے۔

صحیح بخاری کی شرحیں عربی زبان میں تو بے شمار ہیں اردو میں مولوی وحید الزمانؒ کی شرح بے نظیر ہے۔ اس کے علاوہ کئی مغربی زبانوں میں بھی ترجمے ہو چکے ہیں۔ اور سب سے بڑی اور مقبول عربی شرح فتح الباری مصنفہ حافظ ابن حجرؒ ہے جسے مصنف نے پچیس سال میں ختم کیا۔

۲۔ صحیح مسلم: یہ مجموعہ احادیث امام مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری کی تالیف ہے آپ ^{۳۰۴} _{۳۰۴} مقام نیشاپور پیدا ہوئے۔ اور طلبِ حدیث میں عراق و حجاز اور مصر و شام کا سفر کیا۔ علوم حدیث میں بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ جن میں سے زیادہ مشہور صحیح مسلم ہے۔ آپ نے ^{۲۶۱} _{۲۶۱} میں وفات پائی۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں بڑی تحقیق اور چھان بین کے بعد صحیح ترین احادیث انتخاب کر کے جمع کر دی ہیں۔ مگر حدیثوں سمیت کل احادیث کی تعداد ۴۲۶۵ ہے۔ اور اگر مکرر احادیث کو حذف کر دیا جائے تو پھر حدیثوں کی تعداد تقریباً چار ہزار رہ جاتی ہے۔

صحیح مسلم میں تقریباً ہر مضمون کی صحیح احادیث موجود ہیں

جو حدیثیں بخاری اور مسلم میں مشترک ہیں انہیں متفق علیہ کہتے ہیں۔

امام مسلم اور امام بخاری دونوں کی شرائط حدیث صحیح الگ الگ ہیں۔ دونوں کا مرتبہ احادیث صحیحہ کے التزام اور تنقید میں بہت بلند ہے۔ البتہ امام بخاری نے اولیت کا شرف حاصل کر کے امام مسلم اور دوسرے محدثین کے لیے ترتیب و تہذیب کتاب کی راہ ہموار کر دی۔

امام بخاری کو ابواب قائم کرنے کے لیے استنباط احکام میں بڑی کاوش اور محنت کرنا پڑی۔ اور امام مسلم نے مختلف طریق حدیث یکجا کر کے قارئین حدیث کے لیے آسانی مہیا کر دی۔ امام مسلم کا اسلوب واضح اور صاف ہے۔ اور کتاب کے شروع میں ایک دیباچہ بھی رقم کیا ہے۔ جس میں صحیح حدیث کی شرائط سے بحث کی ہے۔ شارحین صحیح مسلم میں سے امام نووی بڑے مقبول و مشہور ہیں۔

۳۔ سنن ابی داؤد: یہ کتاب امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی نے تالیف کی۔ آپ ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے۔ طلب حدیث میں مصر و شام، حجاز و عراق، خراسان اور الجزائر کا سفر کیا۔ بڑے بڑے محدثین سے حدیث سنی۔ امام احمد بن حنبل کی شاگردی کا شرف حاصل کیا۔ بالآخر ۲۶۵ھ میں بمقام بصرہ وفات پائی۔

مصنف کا اپنا بیان ہے۔ کہ میں نے پانچ لاکھ احادیث نبوی جمع کیں۔ اور ان میں سے ۲۸۰۰ صحیح حدیثیں منتخب کر کے اپنی اس کتاب میں درج کر دیں۔ علمائے حدیث نے سنن ابی داؤد کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا۔ اور علم دین میں اس کو بہترین کتاب قرار دیا۔ کیونکہ اس میں اصول علم، احکام فقہ اور سنت نبوی کا اہم جز شامل ہے۔ مختصر یہ کہ سنن ابی داؤد اپنی جامعیت اور قیمتی معلومات کے اعتبار سے بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ عراق، مصر اور بلاد مغرب میں بڑی مقبول ہوئی۔

ابو سلیمان خطابی نے اپنی کتاب "معالم السنن" میں لکھا ہے کہ ابو داؤد کی سنن بہت بلند درجہ کی کتاب ہے۔ اور علم دین میں ایسی کتاب تصنیف نہیں ہوئی۔

۴۔ جامع ترمذی: اس کتاب کو امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی نے تالیف کیا۔ آپ ترمذ (ترکستان) میں ۲۲۰ھ میں پیدا ہوئے اور وہیں نشوونما پائی۔ امام ترمذی بڑے اونچے درجے کے محدث تھے آپ کا حافظہ ضرب المثل تھا۔ آپ نے تفسیر و تاریخ اور دیگر علوم میں کئی کتابیں تصنیف کیں۔ جن میں جامع ترمذی اپنی جامعیت، صحت، تحقیق اور تنقید کے اعتبار سے شہرہ آفاق ہے۔ علمائے حدیث کے نزدیک اس کتاب کو بڑی مقبولیت حاصل ہے۔ اس کتاب میں مکرر حدیثیں بہت کم ہیں۔ ترتیب و تہذیب کے لحاظ سے کتاب بڑی

مفید ہے۔ حاجی خلیفہ مصنف "کشف الظنون" کے نزدیک صحیح بخاری اور مسلم کے بعد جامع ترمذی کا درجہ ہے۔ امام ترمذی نے ۲۶۵ھ میں وفات پائی۔ بہت سے علماء نے اس کی شرحیں لکھی ہیں۔ تحفۃ الاخوانی از مولوی عبدالرحمن مبارک پوری بڑی مفصل ہے۔

۵۔ سنن نسائی۔ اس کتاب کے مؤلف امام ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی ہیں۔ امام نسائی خراسان کے شہر نسا میں ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور اسی نسبت سے نسائی مشہور ہوئے طلب حدیث میں ترکستان کے علاوہ عراق، حجاز، شام، مصر اور الجزائرہ کا سفر کر کے بڑے بڑے علمائے حدیث سے استفادہ کیا۔ بڑی مدت تک مصر میں ٹھہرے رہے اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہے۔ کچھ عرصہ حمص کے قاضی بھی رہے۔ پہلے امام نسائی نے ایک بہت بڑی کتاب تالیف کی۔ بعد میں اس کتاب سے صرف صحیح حدیثوں کو منتخب کر کے موجودہ سنن نسائی شکل دی۔ امام نسائی نے اس کتاب میں عبادات اور احکام کی حدیثوں کو بہت جگہ دی ہے۔ لیکن مناقب اور تفسیر القرآن کے ابواب حذف کر دیے ہیں۔ اس کتاب کے علاوہ امام نسائی نے بہت سی کتابیں علم حدیث میں تالیف کیں۔ بعض محدثین کے نزدیک امام نسائی حفظ حدیث میں امام مسلم سے بھی بڑے تھے۔ امام نسائی نے ۱۳ صفر ۳۰۳ھ میں بعمر ۸۸ سال وفات پائی۔

۶۔ سنن ابن ماجہ۔ اس کتاب کو امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ قرظ دینی نے تالیف کیا۔ آپ ایران کے مشہور شہر قرظ دین میں

۲۹ھ میں پیدا ہوئے۔ اور اسی نسبت سے قرظینی کہلائے امام
ابن ماجہ نے طلبِ حدیث میں عراق، بصرہ، کوفہ، بغداد، مکہ، شام اور
مصر وغیرہ کا سفر کیا۔ آپ کی تصانیف میں تفسیرِ قرآن، تاریخ اور سنن
مشہور ہیں، لیکن آپ کی شہرت کا دار و مدار سنن پر ہے۔ امام ابن
ماجہ بڑے معتبر اور ثقہ محدثین میں سے تھے۔ آپ کا حافظہ اور معلومات
مسلمہ ہیں آپ نے ۲۷۳ھ میں وفات پائی

سنن ابن ماجہ صحاحِ ستہ کی چھٹی کتاب تسلیم کی جاتی ہے
اس میں چار ہزار حدیثیں ہیں۔ بعض علمائے حدیث نے اس کتاب کی
جگہ مؤطا امام مالک کو صحاحِ ستہ میں شمار کیا ہے۔ اور بعض نے
کتاب الدارمی کو۔

اس کتاب کے علاوہ محدثین نے بیسار کتابیں صحیح، مسند
اور معجم وغیرہ کے عنوانوں سے تالیف کیں۔ لیکن کسی اور کتاب کو
یہ قبولیت اور ہرولعزیزی حاصل نہ ہو سکی۔ جو صحاحِ ستہ کو
نصیب ہوئی۔

شریعتِ اسلام کے دوسرے چھٹے
حدیثِ نبوی کی اہمیت

ہیں۔ ایک قرآن مجید اور دوسرا
حدیثِ نبوی، قرآن مجید کی توضیح و تشریح اور احکامِ الہی کی تفصیلات
سمجھنے کے لیے حدیث کی اہمیت بہت ہی زیادہ ہے۔ قرآن مجید
کو اساسی قانون کی حیثیت حاصل ہے۔ اور حدیثِ نبوی ثانوی ہے

چونکہ حدیث نام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال و اقوال کا اس لیے ایک عظیم الشان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم، اور مشہور ترین مصلح کے پیغام کو سمجھنے کے لیے آپ کے واقعات زندگی اور حکیمانہ تعلیمات پر نظر ہونی بڑی ضروری ہے۔

تمام اسلامی فرقوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حدیث حجت شرعی ہے۔ قرآن مجید نے متعدد مقامات پر اتباع رسول اور ایمان بالرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلقین کی ہے۔ جب تک حدیث ہمارے سامنے نہ ہو، ہم رسول کی اطاعت اور فرماں برداری نہیں کر سکتے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

۱۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ

اٰمَنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ

۲۔ يَاٰ أَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا

اطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ

۳۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ

اللّٰهِ اُسُوَّةٌ حَسَنَةٌ

۴۔ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ

فَاتَّبِعُوْنِيْ يُّحِبِّكُمْ اللّٰهُ

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ

۵۔ وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ

مومن صرف وہی لوگ ہیں۔ خواہد اور اس کے رسول پر ایمان لانے ہیں اسے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔

رسول خدا کی ذات مبارک میں تمہارے لیے ایک اچھا نمونہ ہے۔

اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ خدا تم کو دوست رکھے گا۔ اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور ہم نے تم پر یہ ذکر و نصیحت

لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ
إِلَيْهِمْ

کی کتاب اتاری تاکہ تم کھول کر بیان
کرو لوگوں کے لیے وہ چیز جو ان
کے لیے اتاری گئی۔

۶۔ لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى
الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ
رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ
يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَ
يُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ
الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ
كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ
مُّبِينٍ (آل عمران)

اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا
کہ اس نے خود ان ہی میں سے ایک
رسول پیدا کیا جو ان پر اللہ کی آیات
پڑھتا ہے۔ اور ان کو پاک بناتا ہے
اور ان کو قرآن اور حکمت (حدیث)
کی تعلیم دیتا ہے۔ اگرچہ وہ لوگ اس
سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

۷۔ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ
فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ
فَانْتَهُوا

جو چیز رسول خدا تم کو دیں، وہ
لے لو اور جس سے روکیں اس سے
رک جاؤ۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اطاعت رسول اور اتباع نبوی
کو فرض قرار دیا۔ پھر گناہوں کی بخشش اور اللہ کی دوستی اور محبت
کے لیے بھی اتباع رسول لازمی ٹھہرا دی۔ نمبر ۶ اور ۷ میں رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب واضح کیا۔ کہ آپ قرآن کی تشریح اور
تفسیر بیان فرماتے ہیں۔ نیز آیات کی تلاوت کے ساتھ تزکیہ، تعلیم

کتاب و حکمت کے فرائض بھی انجام دیتے ہیں۔ علماء نے حکمت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ اور سنت مراد لی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ سنت کی حفاظت اور ہم تک پہنچنے کا ذریعہ صرف حدیث ہے حدیث کی دینی اہمیت تو واضح ہے کہ حدیث کے بغیر ہم نماز، روزہ، حج، زکات کے مسائل اور تفصیلات کو نہیں جان سکتے۔ اس معاملے میں لغت بھی ہماری پوری رہنمائی نہیں کر سکتی۔ اور پھر سنت کی نسبت لغت کا درجہ بہت ہی کم ہے۔ دین کو ایک نظام اور آئین کی شکل میں سمجھنے کے لیے حدیث کا علم از بس ضروری ہے دینی اور مذہبی اہمیت کے علاوہ حدیث بنوی کو تاریخی، اجتماعی، اخلاقی اور ثقافتی اہمیت بھی حاصل ہے۔ عہد بنوی کے تاریخی اجتماعی حالات، اخلاق اور اسلام کا اخلاقی تصور، اس عہد کے مسلمانوں کی ثقافت اور تہذیب و تمدن سب کچھ حدیث کی بدولت محفوظ ہے ایک طرف تو حدیث بنوی کی بدولت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال اور حالات زندگی جمع ہو گئے جن کے ذریعے دین اور شریعت کو سمجھنا آسان ہو گیا۔ دوسری طرف عہد بنوی کی پوری تاریخ اور اس کی تفصیلات اس عہد کے اخلاق اور ان کا معیار، اس زمانے کی ثقافت اور اس کے مقتضیات اور اجتماعی مسائل و اقتصادی نظام کا پورا نقشہ ہمارے سامنے موجود ہے۔

کتاب حوالہ

مزید معلومات کے لیے مندرجہ ذیل کتابیں بڑی مفید ہیں :

بزرگانِ عربی : (۱) تقریباً : امام نووی (۲) مقدمہ ابن الصلاح
 (۳) فجر الاسلام : احمد امین (۴) منہی الاسلام : احمد امین (۵) منزلة الحديث من
 الدين : محمود تسویل (۶) توجیه النظر الى اصول الاثر : طاہر البحر اثری (۷) تقریب
 الراوی : امام جلال الدین سیوطی (۸) ہدی الساری حافظ ابن حجر عسقلانی
 (۹) مقدمہ تحفۃ الاحوذی : مولوی عبدالرحمن مبارکپوری (جید برقی پریس
 دہلی ۱۳۵۹ھ) (۱۰) ترجمہ جامع صحیح البخاری : ادارۃ الطباعة المیریہ (مصر)
 (۱۱) معرفۃ علوم الحدیث : امام حاکم رطیع مہر (۱۲) مفتاح السنۃ او
 تاریخ فتویٰ الحدیث : الشیخ محمد عبدالعزیز الخوی (۱۳) مفتاح السنۃ او
 فی اصول التشریح الاسلامی : جاد المولی سلیمان (۱۴) ۱۹۳۹ء (مصر) (۱۵) فصل
 ہتمہ بالحق الروی : (۱) علم الحدیث حصہ اول : عبدالشہ العبادی (۱۶) ۱۹۳۵ء
 (۲) تاریخ الحدیث : مولوی محمد علی کاندھلوی (سیالکوٹ) ۱۹۳۵ء
 (۳) مقام حدیث : مولوی محمد علی (لاہور) (۴) جمع القرآن والاحادیث بمولوی
 ابوالقاسم سیف بنارسی (لاہور) ۱۹۳۶ء (۵) فہم قرآن : مولوی سعید احمد
 (دہلی) ۱۳۵۹ھ (۶) تاریخ اہل حدیث (حصہ دوم متعلقہ تاریخ تدوین حدیث)
 مولوی محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (لاہور) ۱۹۵۳ء (۷) سنت رسول
 ترجمہ ملک غلام علی (لاہور) (۸) کتابت حدیث : سید منت شد (دہلی) ۱۹۵۱ء

بزبان فارسی = بستان المحدثین = شاہ عبدالعزیز دہلوی

1 - The Traditions in ^{Islam} بزبان انگریزی =

By Alfred Guillaume

2 - The Hadith, By A. R. Dard, M.A. Lahore
1934

سوالات

- ۱۔ حدیث نبوی سے کیا مراد ہے؛ نیز بتاؤ کہ حدیث اور سنت میں کیا فرق ہے؟
- ۲۔ روایت کا مفہوم و مطلب تحریر کرو اور بتاؤ کہ روایت حدیث میں کون کون سے شرائط کا خیال رکھا جاتا تھا اور راوی حدیث کے لیے کون کون سے اوصاف ضروری سمجھے جاتے
- ۳۔ درایت سے کیا مراد ہے؟ اصول درایت قلمبند کرو۔
- ۴۔ بتاؤ کہ روایت اور درایت سے کون کونسے علوم معرض وجود میں آئے؟
- ۵۔ آغاز اسلام سے تیسری صدی کے آخر تک جمع اور تدوین حدیث کے مختصر حالات قلمبند کرو۔
- ۶۔ صحاح ستہ کا کیا مفہوم ہے؛ صحاح ستہ اور ان کے مؤلفین کے مختصر حالات تحریر کرو
- ۷۔ روایت و درایت کا مفہوم قلمبند کرو اور علوم حدیث پر مختصر تبصرہ کرو۔
- ۸۔ حدیث نبوی کی اہمیت بیان کرو۔ اور بتاؤ کہ قرآن اور حدیث میں کیا فرق ہے؟
- ۹۔ مندرجہ ذیل پر نوٹ لکھو۔ امام مالکؒ۔ امام بخاریؒ۔ امام نبویؒ میں کتابت حدیث، حدیث کے مجموعوں کی اقسام۔ اقسام حدیث

تیسرا باب

فقہ اسلامی کا ارتقاء

فقہ کا ایک مفہوم تو لغوی ہے۔ اور دوسرا
فقہ کی تعریف اصطلاحی۔ لغت کے اعتبار سے لفظ فقہ کا
 اطلاق ”سمجھ“ اور ”فہم“ پر ہوتا ہے۔ لیکن شرعی اصطلاح میں لفظ فقہ
 علیم دین کے لیے مخصوص ہے اور اسی لیے ”شرعی اعمال کے مسائل کا علم“
 فقہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ علمائے فقہ کے نزدیک فقہ سے
 مراد ”شریعت کے ان فروعی اعمال کا علم“ ہے۔ جو تفصیلی دلائل سے
 حاصل کیا گیا ہو۔ بعض نے اس تعریف کو بڑا مختصر کر دیا ہے۔ ان
 کے نزدیک ”شرعی احکام کا علم“ فقہ کہلاتا ہے۔ اور شرعی احکام
 سے مراد اللہ تعالیٰ کے وہ احکام ہیں جو اس نے اپنے مکلف
 بندوں کو دیے ہوں۔

اسلام میں فقہ کی حدود بڑی وسیع ہیں۔ اس کا
حدود فقہ ایک سر تو دین ہے۔ اور دوسرا دنیا۔ اسلامی فقہ
 دین اور معاملات دونوں کو حاوی ہے۔ عبادات اور معاملات دونوں

علم فقہ کا موضوع بحث ہیں۔ اور اسی نسبت سے علم فقہ کی دو بڑی شاخیں ہیں۔ ایک شاخ عبادت کہلاتی ہے۔ اور اس کا تعلق آخرت سے ہے۔ جیسے نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج۔ دوسری شاخ کو دنیاوی امور کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ مثلاً تعزیرات، عقوبات، مناکحات یعنی احکام نکاح و طلاق اور دیگر معاملات، عقوبات یا تعزیرات کا تعلق جرائم سے ہے، جیسے چوری، قتل، شراب خوری، زنا وغیرہ۔ احکام نکاح و طلاق میں نسب، نان نفقہ، پرورش اولاد، عدلت، وراثت وغیرہ سے بحث ہوتی ہے۔ معاملات کا تعلق مالیات اور معاہدات سے ہوتا ہے۔ جیسے خرید و فروخت، ٹھیکہ، ہبہ، ادکار لین دین، امانت، ضمانت، مصالحت، شرکت، غصب وغیرہ۔

علم اصول میں شرعی دلائل اور استنباط احکام کے **اصول فقہ** طریقوں سے بحث ہوتی ہے۔ اور اصول فقہ کی غرض و غایت بھی یہی ہے۔ کہ شرعی دلائل اور استنباط احکام تک رسائی ہو سکے۔

فقہ اسلامی کے چار اصول ہیں: (۱) قرآن، (۲) سنت (۳) اجماع (۴) قیاس۔ ان اصول اربعہ کو اسلامی قانون سازی کے ماخذ کے نام سے بھی یاد کیا جاسکتا ہے

اسلامی قانون سازی کا پہلا دور عہد نبوت ہے۔ اس عہد
 ۱۔ شران میں قرآن مجید تمام لوگوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے
 نازل ہوا اور اسلامی قانون سازی کا اولین اور حقیقی سرچشمہ قرار
 پایا۔ یہ بنیادی ماخذ و مصدر عربی زبان میں وحی الہی کے طور پر
 سرور کائنات، فخر موجودات سید المرسلین، خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ
 احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر تقریباً تیس سال کی مدت میں نازل
 ہوا۔ قرآن مجید اسلامی معاشرہ کے حالات کے مطابق تدریجاً نازل ہوا
 اور بعض اوقات جدید احکام کے لیے لوگوں کو آہستہ آہستہ آمادہ کیا گیا
 جیسا کہ شراب اور جوئے کے متعلق قرآن مجید نے روش اختیار
 فرمائی۔ سب سے پہلے نصیحت کی کہ شراب اور جوئے دونوں بُری
 عادات ہیں۔ فرمایا:

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ
 وَالْمَيْمِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ
 وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِنَّهُمْ لَمَّا
 أَكْثَرٌ مِّنْ نَّفْعِهِمَا

سورة البقرة: ۲۱۹

راکے بنی، لوگ آپ سے شراب
 اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں
 آپ کہیں کہ ان دونوں میں بہت
 بڑا گناہ ہے۔ اور لوگوں کا کچھ
 فائدہ بھی۔ لیکن ان کا گناہ ان
 کے فائدہ سے بہت زیادہ ہے

جب لوگوں کے دلوں میں شراب اور جوئے سے نفرت پیدا
 ہو گئی۔ تو فرمایا،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا
تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَوَى
(سورة النساء: ۴۳)

اسے ایمان لانے والو! بے ہوشی
اور نشہ کی حالت میں نماز کے قریب
بھی نہ جاؤ۔

جب ایمان والوں کو یہ معلوم ہو گیا۔ کہ شراب نماز سے
روکتی ہے اور خدا تعالیٰ کے شرف ہم کلامی سے محروم کر دیتی ہے۔
تو وہ اس کو چھوڑنے کے لیے بالکل آمادہ ہو گئے۔ بلکہ بعض نے
تو اسے بالکل ترک کر دیا۔ جب طبیعتوں میں اتنی آمادگی پیدا ہو گئی
تو شراب اور جوئے کو حرام مطلق قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا
الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ
وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ
الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ
تُفْلِحُونَ (سورة المائدة: ۹۰)

اے ایمان والو! شراب، جوا،
بت اور جوئے کے تیر محض ناپاک
اور شیطانی کام ہیں۔ پس تم اس
سے بچو۔ تاکہ تم فلاح و کامرانی
حاصل کر سکو۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے نزول کا مقصد بیان کرتے ہوئے
فرمایا کہ اے نبی! آپ قرآن کے مطابق لوگوں کو حکم دیں۔ اور فیصلہ
سنائیں یعنی قرآن مجید میں دستور اسلامی اور احکام الہی مذکور ہیں۔
یہ بھی فرمایا۔ کہ قرآن مجید موعظت و نصیحت ہے، دل کی
بیماریوں کے لیے پیغام صحت ہے، مؤمنوں کے لیے ہدایت و رحمت بھی
ہے۔ نیز فرمایا۔ کہ قرآن مجید ہدایت و رحمت کے علاوہ بتیان و تشریح

راے نبی! ہم نے یہ کتاب تم پر
حق کے ساتھ نازل فرمائی۔ تاکہ آپ
خدا کے حکم کے مطابق لوگوں کو درمیان
فیصلہ کریں۔

ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔
۱۔ اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتَابَ
بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ
بِمَا اَرَاكَ اللهُ (سورۃ النساء: ۱۰۵)

دیگر مقامات پر حکم الہی کے بارے میں ارشادات قابل غور ہیں فرمایا:
ہم نے قرآن کو بطور حکم کے عربی
زبان میں نازل کیا ہے۔

اَنْزَلْنَاهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا
رِسُوْرَةُ الرَّعْدِ: ۳۷

حکم تو خدا ہی کا ہے۔ جو سب سے
برتر اور بڑا ہے۔

فَاَحْكُمُوْا لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ
رِسُوْرَةُ الْمُؤْمِنِ: ۱۲

گوش ہوش سے سنو کہ حکم اسی (اللہ)
کا ہے۔

اَلَا لَهٗ الْحُكْمُ قَدْ
رِسُوْرَةُ الْاَنْعَامِ: ۶۲

حکم اللہ ہی کا ہوتا ہے۔

اِنَّ الْحُكْمَ اِلَّا لِلّٰهِ
رِسُوْرَةُ الْاَنْعَامِ: ۵۷

خدا سے اچھا حکم کس کا ہو سکتا ہے

وَمَنْ اَحْسَنُ مِنْ اللّٰهِ
رِسُوْرَةُ الْمَائِدَةِ: ۵۰

حُكْمًا (سورۃ المائدہ: ۵۰)

ثابت ہوا کہ اللہ بزرگ و برتر کے سوا کوئی حکم کا حجاز

نہیں ہے۔ اور قرآن میں احکام الہی مرقوم ہیں۔

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے پروردگار
کی طرف سے (یہ کتاب) بطور نصیحت

۴۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ
مَوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ

لِنَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَ
رَحْمَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ

رسورہ یونس : ۵۷

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ
تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى
وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِّلْمُسْلِمِينَ

رسورہ النحل : ۸۹

اور دلوں کی بیماریوں کی شفا، اور
اور مومنوں کے لیے ہدایت و رحمت
آپہنچی ہے۔

راے نبی! ہم نے تم پر ایسی کتاب
نازل فرمائی کہ اس میں ہر چیز کا واضح
بیان ہے۔ اور مسلمانوں کیلئے ہدایت
اور رحمت اور خوشخبری ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کا مقام متعین فرما دیا
ہے۔ لیکن آخری آیت (نمبر ۳) میں لفظ تَبْيَانٌ بعض لوگوں کے لیے ٹھوکر
بلکہ گمراہی کا باعث بن جاتا ہے۔ قرآن مجید کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ اس
کتاب الہی میں ہر چیز کی تفصیلی جزئیات مذکور ہیں۔ بلکہ مقصد یہ ہے
اہم مسائل کی نشان دہی کر دی گئی ہے۔ اور احکام کلیہ کا اجمالی ذکر
آگیا ہے۔ ان احکام قرآنیہ کا خاکہ حسب ذیل ہے۔

۱۔ احکام عقائد۔ (یعنی توحید اور علم کلام)

۲۔ احکام عبادات (یعنی نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج وغیرہ)

۳۔ احکام اخلاق۔ (یعنی علم الاجتماع)

۴۔ احکام نکاح و طلاق (یعنی احوال شخصیہ)

۵۔ احکام خرید و فروخت، ٹھیکہ، شرکت وغیرہ (تجارتی اور بلدیاتی قانون)

۶۔ احکام قصاص (یعنی تعزیرات و عقوبات)

۷۔ احکام صلح و جنگ (یعنی بین الاقوامی قانون)

۸۔ احکام عدل و مساوات۔ (یعنی دستوری قانون)

۹۔ احکام وراثت۔ (علم الفرائض)

قرآن مجید کے بعد اسلامی قانون سازی کا دوسرا سرچشمہ
سنت نبوی ہے۔ سنت سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کے اقوال یا افعال یا تقریرات ہیں۔ حضرت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے اقوال کو سنت قولی (یا حدیث شریفہ) کہتے ہیں۔ آپ کے
افعال و اعمال کو سنت فعلی اور ان افعال کو جنہیں دیکھ کر یا سن کر آپ
نے سکوت فرمایا ہو یا اپنی رضا مندی کا اظہار فرمایا ہو۔ سنت
تقریریہ کہتے ہیں۔

قرآن مجید اور سنت نبوی (صلی صلی اللہ علیہ وسلم) دین و
شریعت کی بنیاد و اساس قرار پائے۔ اور ایمانیات، عبادات، اصول
تبلیغ و اشاعت دین، منبری زندگی، معاملات اور تعزیرات کے لیے نص
شرعی ٹھہرے۔

سنت درحقیقت قرآن کی تفسیر ہے۔ سنت قرآن کے اجمالی احکام
کی تفصیل و توضیح ہے۔ اور قرآن کے قواعد کلیہ کا مفہوم واضح کرنے
کے لیے تفصیلی جزئیات بیان کرتی ہے۔ سنت تمام اسلامی فرقوں کے
نزدیک واجب العمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سنت نبوی کو
فرض ٹھہرایا ہے۔ ارشاد فرمایا:

۱۔ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ
وَمَا نَهَاكُمُ عَنْهُ فَانْتَهُوا

(سورة المحشر: ۵۹)

۲۔ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا

الرَّسُولَ (سورة المائدة: ۹۱)

جو کچھ تمہیں پیغمبر دیں۔ وہ لے
لو۔ اور جس سے آپ منع کریں۔ اس
سے رک جاؤ۔

تم اللہ کی اطاعت کرو۔ اور
رسول کی اطاعت کرو۔

مقام نبوت کی وضاحت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید
میں فرمایا کہ اللہ کے رسول اپنی خواہش سے کچھ نہیں فرماتے۔ آپ
تو صرف وحی الہی لوگوں تک پہنچا دیتے ہیں:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ

إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ -

(سورة النجم: ۳، ۴)

آپ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے
یہ صرف وحی ہے جو آپ کی طرف
کی جاتی ہے۔

پھر منصب رسالت کی تشریح کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

۱۔ كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِنْكُمْ

يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ

وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَ

يُعَلِّمُكُمُ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ

(سورة البقرة: ۱۲۹)

۲۔ لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى

الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ

سے ایک رسول بھیجے جو میری آیات
پڑھ کر تمہیں سناٹے ہیں۔ اور تمہیں پاک
بناتے اور قرآن و سنت سکھاتے ہیں۔
جو تم پہلے نہیں جانتے تھے۔

اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا
کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول

بھیجا۔ جو ان کو اللہ کی آیات پڑھ
پڑھ کر سناتے ہیں۔ اور ان کو پاک کرتے
ہیں۔ اور ان کو قرآن و سنت سکھاتے
ہیں۔ اور پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی
میں تھے۔

رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا
عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ
وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَنفَى
ضَلِيلٍ مُّبِينٍ (سورة آل عمران: ۱۰۴)

یہ دونوں آیات اپنے مطالب میں بڑی واضح اور صاف ہیں
نیز منصب رسالت اور مقام نبوت کی پوری توضیح کر رہی ہیں دونوں
جگہ اللہ نے اپنی نعمت اور احسان بتایا کہ اے عربو! یہ رسول
تمہارے اہل وطن اور ہم زبان ہیں۔ تمہاری قوم اور برادری میں
سے ہیں۔ قرآن کی آیات تلاوت کرنے کے علاوہ تزکیہ نفوس اور تطہیر
قلوب بھی ان کے مقاصد میں شامل ہیں۔ آپ معلم بھی ہیں۔ قرآن
کی تعلیم پھیلاتے ہیں۔ سنت کے ذریعہ تعلیمات قرآنی کو عملی جامہ
پہنا کر لوگوں کے لیے حکمت عملی کا ایک اچھا اور بلند نمونہ قائم کر
دیتے ہیں۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ، آپ
سے پہلے لوگ قرآن و سنت سے ناواقف تھے۔ اور توحید و رسالت
کے مفہوم کو نہ سمجھتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ سے پوچھا کہ
تم کیسے فیصلہ صادر کرو گے تو عرض کیا قرآن کی روشنی میں آپ نے
فرمایا کہ اگر قرآن اس بارے میں خاموش ہو تو پھر کیسے؟ عرض

کیا کہ رسول خدا کی سنت کے مطابق ماسی طرح حضرت عمر بن خطابؓ نے قاضی شریح کو لکھا کہ جو مسئلہ قرآن میں موجود ہے۔ اس کے متعلق کسی سے نہ پوچھو اور جو قرآن میں موجود نہیں تو اس کے متعلق سنت نبوی کی اطاعت کرو۔

سنت کے بارے میں اہل السنۃ اور شیعہ حضرات میں اختلاف ہے۔ پھر اہل السنۃ میں بھی دو گروہ ہیں۔ ایک اہل حدیث اور دوسرا اہل الرائے۔ اہل الرائے کی جماعت عراق میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں قائم ہوئی اور اہل حدیث کی جماعت کو مدینہ منورہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی سرکردگی حاصل ہوئی۔ اہل السنۃ کے مختلف مذاہب اور مدارس فکر انہی دو گروہوں یعنی اہل الرائے اور اہل حدیث کی نمائندگی کرتے ہیں۔ حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی مذاہب کو بانٹنے والے اب بھی بکثرت موجود ہیں لیکن اوزاعی، ظاہری، طبری اور دیگر مذاہب ختم ہو چکے ہیں۔

قرآن و سنت دونوں نص شرعی ہیں۔ لیکن قرآن و سنت میں نسخ کے متعلق علماء میں اختلاف ہے۔ نسخ کا مطلب یہ ہے کہ ایک آیت قرآنی یا حدیث نبوی کا حکم دوسری آیت یا حدیث سے منسوخ ہو جائے۔ نسخ سے مقصود یہ ہے کہ لوگوں کو آسانی مہیا کی جائے، اسلامی قوانین کے نفاذ میں تدریج قائم رہے اور تغیرات زمانہ کے لحاظ سے معاملات مسائل میں حسب ضرورت تبدیلی

کی جائے۔

نسخ تین طرح سے ہو سکتا ہے: (۱) ایک آیت دوسری آیت سے منسوخ ہو۔ (۲) ایک حدیث دوسری حدیث سے منسوخ ہو۔ (۳) ایک آیت کسی حدیث سے منسوخ ہو۔

قرآن کا قرآن سے منسوخ ہونا جمہور فقہاء کے نزدیک ثابت ہے۔ ایک حدیث کی دوسری حدیث سے منسوخی کا ثبوت بھی موجود ہے۔ سنت سے آیت قرآنی کے منسوخ ہونے میں اختلاف ہے۔ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک قرآن کی آیت کو سنت منسوخ نہیں کر سکتی۔ لیکن امام مالک، صاحبین اور بعض اہل ظاہر کے نزدیک حدیث سے آیت قرآنی کا منسوخ ہونا جائز ہے۔

ایوب سختیانی نے فرمایا۔ کہ اگر تم کسی آدمی کو سنت رسول سناؤ۔ اور وہ کہے کہ اے چھوڑو اور قرآن بیان کرو۔ تو سمجھ لو کہ وہ شخص گمراہ ہے۔ اور زاعی کہتے ہیں، سنت تو قرآن مجید پر قاضی بن کر آئی ہے۔ لیکن قرآن مجید کو سنت پر قاضی بنا کر نہیں بھیجا گیا۔

بہر حال مقام سنت سے کسی کو انکار کی مجال نہیں۔ قرآن مجید کے اجمالی احکام کی تفصیلی جزئیات سنت ہی مہیا کرتی ہے۔ قرآن مجید نے بیان فرمایا۔ کہ نماز قائم کرو۔ اب اوقات نماز، فرائض و سنن، رکعات کی تفصیل، قیام، رکوع، سجود وغیرہ تمام چیزوں کی تفصیلی

افکار سنت ہی سے ملتے ہیں۔ اسی طرح حج، روزہ، زکوٰۃ سب کی
تفصیلی جزئیات کے لیے سنت کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے
کتاب و سنت کے بعد جمہور فقہاء کے نزدیک

۳- اجماع اسلامی شریعت کا تیسرا ماخذ اجماع ہے۔ جمہور

علماء نے اجماع کی تعریف یہ کی ہے کہ بنی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم کی وفات کے بعد کسی زمانہ میں کسی حکم شرعی پر مجتہد بن
امت متفق ہو جائیں۔

بنی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کی قید اس لیے لگا دی
گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں وحی
الہی کا سلسلہ جاری تھا۔ اور تنہا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
کی ذات مبارک ہی تمام احکام و مسائل پر فیصلہ صادر کرنے
کی مجاز تھی۔ آپ کی زندگی میں کسی مسلمان کو یہ حق حاصل نہ تھا
کہ وہ کسی حکم شرعی کے بارے میں لب کشائی کر سکے۔

جن مسائل کے بارے میں قرآن و سنت بالکل خاموش ہوں
یا کوئی حکم تو ہو مگر صراحت نہ ہو، ایسے مسائل میں تخریبات
زمانہ اور علمائے مجتہدین کی رائے سے اجماع اسلامی قانون سازی
کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

علامہ خضریٰ کہتے ہیں کہ جب کسی مسئلہ میں قرآن و حدیث کی
نص موجود نہ ہو۔ اور سلف اس کے متعلق کوئی فتویٰ دیں۔

اور اس فتویٰ کے متعلق ان میں سے کسی کا اختلاف معلوم نہ ہو۔ تو جمہور فقہاء اس کو دین کے معاملے میں حجت سمجھتے ہیں۔
(تاریخ فقہ اسلامی)

جب کسی مسئلہ کے بارے میں کتاب و سنت میں کوئی
۴۔ قیاس نص موجود نہ ہوتی اور نہ اس کے متعلق اجماع
امت کا ثبوت ملتا۔ تو اس مسئلہ کا حل تلاش کرنے کے لیے
فقہاء رائے اور عقل سے کام لیتے۔ اس قسم کا فتویٰ دین
کے قواعد عامہ کی بنا پر دیا جاتا۔ چونکہ شریعت کے تمام احکام
مخصوص اغراض و مصالح پر مبنی ہیں۔ اور اغراض و مصالح ہی
ان احکام کی علت غائی ہیں۔ اس لیے جب فقہاء کسی مسئلہ کے
متعلق اس حکم کی علت غائی معلوم کر لیتے جو نص شرعی کی
رو سے دیا گیا ہو۔ تو ان کے لیے ممکن ہو جاتا کہ جب
ایک مسئلہ کی علت دوسرے مسئلہ میں پائی جائے تو اشتراک
سبب یا اشتراک علت کی بنا پر ایک مسئلہ کے حکم پر قیاس
کرتے ہوئے دوسرے مسئلہ کے لیے بھی وہی حکم دیں۔
قیاس کے چار ارکان ہیں : (۱) مقبیس یعنی جس چیز کو قیاس
کیا جائے، یہ فرع ہے۔ (۲) مقبیس علیہ یعنی جس پر قیاس کیا
جائے، یہ اصل ہے۔ (۳) اشتراک علت یعنی وہ سبب جو مقبیس
اور مقبیس علیہ میں مشترک ہو اور قیاس کا سبب ہو اور اس صورت

میں دونوں چیزوں یا مشلوں میں کئی مماثلت اور مشابہت موجود ہو
 ہونی چاہیے۔ (۲) حکم، جو حکم قیاس کے بعد لگایا جائے گا۔
 قیاس کو شریعت اور اسلامی قانون کی چوتھی دلیل قرار دیا
 جاتا ہے۔ قیاس و حقیقت اجتہاد کا وسیع میدان ہے۔ حضرت
 رسول اکرم نے بھی اجتہاد سے کام لیا۔ ایک مرتبہ بنو ختم کی ایک
 عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض
 کرنے لگی کہ یا رسول اللہ! میرے باپ پر حج فرض تھا۔ لیکن وہ
 بیماری کی وجہ سے حج نہ کر سکا کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی
 ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تیرے باپ کے ذمہ
 قرض ہوتا تو کیا تو وہ قرض ادا نہ کرتی؟ اس عورت نے عرض
 کیا کہ ہاں ادا کرتی۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
 اللہ کا قرض ضرور ادا کرنا چاہیے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ
 اس عورت نے کہا کہ اگر میں اس کی طرف سے حج کروں تو
 کیا اسے فائدہ پہنچے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 کہ اگر اس کے ذمہ قرض ہوتا۔ اور تو ادا کر دیتی تو کیا اسے
 فائدہ پہنچتا؟ اس نے عرض کیا: جی ہاں۔ پھر آپ نے فرمایا۔
 کہ اللہ کے قرض کی ادائیگی تو اور بھی ضروری ہے۔ چنانچہ فقہاء
 کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے قرض کو
 ادائیگی اور نفع کے لحاظ سے انسان کے قرض پر قیاس کیا۔

امام ابو عنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب نے سب سے پہلے قیاس کو ایک شرعی اصول تسلیم کیا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی قیاس کی حمایت میں اور اس کو حجت شرعی تسلیم کرنے کے متعلق بہت سے دلائل قلمبند کیے ہیں (دیکھو رسالہ اصولیہ اور کتاب الام)، لیکن اہل ظاہر کے امام داؤد بن علی نے قیاس کی بہت تردید کی ہے۔ اہل ظاہر نے مذہب کی بنیاد کتاب و سنت کو قرار دیتے ہوئے قیاس کا بالکل انکار کر دیا ہے۔

مختلف مذاہب کے نزدیک استنباط مسائل اور قیاس کے استعمال میں تھوڑا بہت فرق ہے۔ احناف نے قیاس میں پیشے ظہور اور شدت کا اظہار کیا جہلی اور مالکی علماء نے قیاس سے بہت کم کام لیا۔ شافعی علماء ان دونوں گروہوں کے بین ہیں۔ بعض اہل حدیث اور شیعہ اس سے الگ تھگ نظر آتے ہیں۔ اور اہل ظاہر نے تو بڑی شدت سے اس کا انکار کر دیا۔

قیاس کی صحت اور شرعی دلیل ہونے کے لیے از بس ضروری ہے کہ اس میں تمام مقررہ شرائط موجود ہوں۔

مذہب رابعہ

مذہب رابعہ سے مراد اہل السنۃ مسلمانوں کے چار مشہور مذہب ہیں، یعنی مذہب حنفی، مذہب مالکی، مذہب شافعی اور مذہب حنبلی۔

مذہب حنفی اس مدرسہ فکر کے بانی امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ امام اعظم کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ فارسی لاصل تھے ۸۰ھ (۶۹۹ء) میں عراق کے مشہور کوفہ میں پیدا ہوئے۔

اس عہد میں کوفہ علم فقہ کا مرکز تھا۔ امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں مشہور فقیہ صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود (متوفی ۳۲ھ) کو معلم اور قاضی بنا کر کوفہ بھیجا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے اس شہر میں قرآن، حدیث اور فقہ کی تعلیم عام کر دی۔ آپ کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد شہرت دوام کے مالک بنے۔ ان میں زیادہ مشہور یہ ہیں علقمہ نخعی (م ۶۷ھ) مسروق ہمدانی (م ۶۳ھ) قاضی شریح کنڈی (م ۷۸ھ) ابراہیم نخعی (م ۹۵ھ) عامر شعبی (م ۱۰۲ھ) اور حماد بن ابی سلیمان (م ۱۲۰ھ)۔

امام ابو حنیفہؒ نے پہلے تو علم کلام کا مطالعہ کیا۔ پھر کوئی فقہ اپنے استاد حماد بن ابی سلیمان (متوفی ۱۲۰ھ) سے سیکھی۔ امام موصوف ریشمی کیڑوں کی تجارت کرتے تھے۔ تجارتی ذہن، اقتصادی فہم و فراست اور علم کلام نے مل کر حضرت امام میں صحیح اور پختہ رائے پیدا کر دی تھی۔ معاملہ فہمی، حریت فکر اور آزادی رائے نے آپ کو یہ صلاحیت عطا کی کہ مسائل جدیدہ میں قیاس سے کام لے کر احکام شرعیہ کو عملی زندگی میں جاری کر سکیں۔ اور اسی وجہ سے آپ کے مدرسہ فکر کو مذہب اہل الرائے کے نام سے یاد کیا جانے لگا بقول ابن عبدالبر امام اعظمؒ نے اپنے مسلک کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ”جب کوئی مسئلہ قرآن و سنت میں نہ ملے۔ تو میں اقوال صحابہ پر غور کرتا ہوں۔ اور اقوال صحابہ کے سامنے کسی کے قول کو قابل اعتنا نہیں سمجھتا۔ ابراہیم، شعبی، ابن سیرین، عطاء اور سعید بن مسیب نے بھی اپنے اپنے عہد میں اجتہاد کیا میں بھی انہی کی طرح اجتہاد کرتا ہوں۔“

امام موصوف کے تلمذ علی کی داد دیتے ہوئے امام شافعیؒ نے فرمایا: ”کہ جو علم فقہ سیکھنا چاہے وہ ابو حنیفہؒ کا محتاج ہے۔“ امام ابو حنیفہؒ بڑے ذہین تھے۔ اور سرعت فہم میں تو آپ کی نظیر نہیں ملتی۔ جب کوئی مسئلہ پوچھا جاتا۔ تو فوراً جواب دیتے گویا کہ پہلے سے جواب سوچ رکھا تھا۔

بنو اُمیہ کے آخری عہد میں عراق کے گورنر ابن ہبیرہ نے حضرت امام ابو حنیفہؒ کو عہدہ قضا رچیف جج (پیش کیا۔ تو آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اسی طرح عباسی عہد میں خلیفہ ابو جعفر منصور نے آپ کو قاضی رچیف (مقرر کرنا چاہا تو پھر بھی آپ نے انکار کر دیا۔ آپ نے زکوٰۃ کی تکالیف اور جس دہانہ کے آلام و مصائب کو برداشت کرنا گوارا فرمایا۔ لیکن سرکاری عہدوں کو قبول نہ کیا اور قید خانے میں ۱۵۰ ریسٹ (۱۵۰) میں انتقال فرمایا۔

امام ابو حنیفہؒ احادیث کے بارے میں بڑے محتاط تھے۔ اور صرف وہی احادیث قبول کرتے تھے۔ جو مستند اور موثق ذرائع سے پہنچتی ہوں۔ آپ کی احتیاط کی بڑی وجہ یہ تھی۔ کہ آپ جس دور میں گورے ہیں۔ وہ دور سیاسی فتنوں اور سازشوں کا دور تھا۔ اموی سلطنت کو ختم کر کے عباسی حکومت کی داغ بیل ڈالی جا رہی تھی خاندانوں اور جماعتوں کے سامنے اپنے اپنے مفاد تھے۔ اور عوام کے جذبات سے کھیلنے کے لیے ہر گروہ جعلی اور وضعی حدیثیں پیش کر کے اپنا مقصد حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس گڑ بڑ اور انتشار کے زمانے میں حضرت امام نے بڑی احتیاط سے کام لیا۔ لیکن اس کے باوجود آپ کے رفقاء اور تلامذہ نے آپ سے حدیث کے ایسے پندرہ سولہ مجموعے روایت کیے ہیں۔ جن کے راویوں کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ ان مجموعوں کو قاضی القضاۃ ابوالمؤید بخاری

(متوفی ۱۱۵۵ھ) نے جامع المسانید میں جمع کر دیا ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کے شاگردان رشیدین امام ابو یوسف (۱۱۳-۱۸۲ھ) اور امام محمد (۱۳۲-۱۸۹ھ) اور امام زفر (۱۱۰-۱۵۸ھ) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ امام ابو یوسف بغداد میں عہدہ قضا پر فائز رہے خلیفہ ہارون رشید کی خلافت میں چیف جج مقرر ہوئے۔ ان کے عہد قضا میں اکثر قاضی حنفی مسلک کے مقرر ہوتے رہے۔ اس لیے حنفی مذہب کو فروغ کا بڑا موقع مل گیا۔ امام ابو یوسف نے کئی مسائل میں صحیح احادیث کی بنا پر اپنے استاد امام ابو حنیفہؒ سے اختلاف بھی کیا ہے۔ امام ابو یوسف کے اقوال فقہ حنفی کی کتابوں اور امام شافعیؒ کی کتاب کے آخر میں مذکور ہیں۔ ان کی ایک گراں قدر تصنیف کتاب الخراج بھی ہے۔ اس کتاب میں امور مالیات اور محصولات وغیرہ پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ یہ کتاب خلیفہ ہارون رشید کے ایما پر لکھی گئی تھی۔

امام محمد بن حسن شیبانیؒ نے ایک طرف تو امام ابو حنیفہؒ سے تحصیل علم کیا۔ اور دوسری طرف امام مالکؒ سے مدینہ منورہ میں پہنچ کر علم حدیث پڑھا۔ امام اوزاعیؒ سے بھی حدیث سنی۔ آپ حنفی فقہ کی تدوین اور استخراج مسائل کے لیے مشہور ہیں۔ آپ کی تصانیف میں المبسوط، الجامع الصغیر، الجامع الکبیر، کتاب السیر الکبیر، کتاب السیر الصغیر اور النبیات مشہور ہیں۔ ان

کتابوں کو علمائے احناف کے ان کتب ظاہر الروایۃ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ کیوں کہ یہ کتابیں معتبر راویوں نے امام محمد سے روایت کی ہیں۔ ابو الفضل حاکم الشہید (م ۳۸۳ھ) نے ان چھ کتابوں کو اپنی تالیف کتاب الکافی میں جمع کر دیا ہے۔ اور اس کتاب کی مفصل شرح امام سرخسی نے اپنی مشہور کتاب المبسوط میں کی ہے۔ یہ شرح تیس جلدوں میں چھپ چکی ہے۔

امام محمد نے امام مالک کے شہرہ آفاق مجموعہ حدیث الموطا کو بھی اپنے انداز میں ترتیب دیا ہے۔

امام زفر خالص عربی النسل ہیں۔ قیاس میں بڑے ماہر تھے۔ ان کے والد حنظل بصرہ کے والی تھے۔ اور بقول ابن الندیم اصفہان کے والی تھے۔ بڑے ذہین اور فصیح تھے۔ دلیل و حجت میں استاد مانے گئے ہیں قیاس میں اپنا نظیر و سہیم نہیں رکھتے تھے۔

امام ابو یوسف اور امام محمد کا ایک بہت بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اہل حدیث علماء و فقہاء سے میل جول کی بدولت فقہی مسائل میں احناف اور اہل حدیث کے اختلاف کو ایک حد تک کم کر دیا اور صحیح احادیث پر عمل پیرا ہو کر رائے اور قیاس کے دائرے کو تنگ کرنے کی کوشش کی حنفی مدرسہ فکر میں حدیث کو رواج دینے کا سہرا انہی دو بزرگوں کے سر ہے۔

مالکی مذہب | مدینہ منورہ دارالہجرت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم نے اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لیے مدینہ طیبہ کی فضا کو
 ساڑھا کر پاکر مکہ مکرمہ کو شہرِ یاد کہا۔ اور مدینہ شریف میں سکونت
 پدیر ہو گئے۔ مدینہ کی مقدس سرزمین میں ایک خاص مکتب خیال
 اور مدرسہ فکر کی بنیاد رکھی گئی۔ اس مدرسہ فکر کو مدنی مکتب فکر
 کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مدنی مکتب فکر کو اہل حدیث کے
 نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ امام ابو حنیفہ کا مکتب فکر اپنے خصائص
 کی وجہ سے اہل الرائے کے نام سے مشہور ہوا۔ اور مدنی مذہب
 نے حدیث رسول کی محبت کی وجہ سے اہل حدیث کا لقب پایا
 درحقیقت اس مکتب خیال کی بنیاد حضرت عمر بن الخطاب حضرت
 عثمان بن عفان حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت
 عبداللہ بن عباس اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ نے اس کی
 بنیاد رکھی۔ اور صحابہ کرام کے جانشینوں میں زیادہ مشہور سعید بن
 مسیب (م ۳۰) عمرو بن زبیر (م ۳۰) قاسم بن محمد (م ۳۰) و
 سلیمان بن یسار (م ۳۰) اور دوسرے فقہائے مدینہ تھے۔ ان بزرگان
 دین کے بعد مدینہ کے مدرسہ اہل حدیث کے پیشرو ائمہ میں ابن شہاب
 الزہری (م ۱۲۴) نافع مولیٰ عبداللہ بن عمر (م ۱۱۵) یحییٰ بن سعید
 انصاری (م ۱۲۳) مشہور ہیں۔ ان بزرگوں کا ورثہ امام مالک بن انس
 کے حصہ میں آیا۔ جو مدینہ منورہ میں ۹۵ھ میں پیدا ہوئے۔ اور
 ساری زندگی اس مقدس شہر میں گزار کر وہیں ۱۴۹ھ میں وفات

پائی۔ امام مالکؒ کی وجہ سے مدنی مکتب فکر مالکی مذہب کے نام سے مشہور ہوا۔

امام مالکؒ بیک وقت محدث بھی تھے اور فقیہ بھی۔ اس زمانے کے اہل حدیث کے نزدیک امام مالک امام المحدثین تھے۔ بقول اہل حدیث سنہری سلسلہ روایت مالکؒ عن نافع عن ابن عمرؓ ہے۔ امام مالکؒ کو مدینہ منورہ کے محدث، امام، عالم اور فقیہ کے معزز القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ امام شافعیؒ آپ کے شاگرد تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ تابعین کے بعد امام مالک بندوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی دلیل و حجت ہیں۔ امام مالک میرے استاد ہیں۔ جب کوئی حدیث مالک کی روایت سے تمہیں پہنچے تو اسے مضبوطی سے پکڑو۔ کیونکہ امام مالکؒ حدیث کا ایک درختاں ستارہ ہیں۔ مدینہ منورہ میں تو یہ کہا جاتا تھا کہ مدینہ میں امام مالک کے موجود ہوتے ہوئے کون فتویٰ دے سکتا ہے؟ نیز یہ بھی کہا جاتا ہے کہ امام سفیان ثوری علم حدیث کے امام ہیں، امام اوزاعی علوم سنت کے امام ہیں۔ لیکن امام مالک حدیث و سنت دونوں کے امام ہیں۔

امام مالک نے نافع بن ازرق مولیٰ عبداللہ بن عمر، امام ابن شہبان الزہری، یحییٰ بن سعید اور ابو الزناد عبداللہ ابن ذکوان (م ۱۳۱ھ) سے علم حدیث سیکھا۔ اور ربیعہ بن عبد الرحمان المعروف الرازی (م ۱۳۱ھ) سے فقہ کا علم حاصل کیا۔

امام مالک بڑے راسخ العقیدہ اور بلند ہمت بزرگ تھے۔ قوت ایمانی اور جرأت و بے باکی کا یہ حال تھا کہ اپنی رائے کے اظہار میں کسی سے نہ ڈرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے جبریہ بیعت کو ناجائز قرار دیا۔ تو حاکم مدینہ جعفر بن سلیمان نے آپ کو کوڑے لگوئے۔ امام مالکؒ اجتہاد کے لیے قرآن مجید اور حدیث کو اساس و بنیاد مانتے تھے۔ آپ کے نزدیک حدیث کی صحت کا دار و مدار صحیح سند پر تھا۔ آپ شہرت حدیث کو ضروری نہ سمجھتے جب حدیث صحیح یا حسن ہوتی خواہ وہ خیر واحد ہی کیوں نہ ہو تو آپ اس پر عمل کرتے۔ اس کے علاوہ اہل مدینہ کا عمل بھی امام موصوف کے نزدیک حجت شرعی ہے۔ آپ کے نزدیک جب اہل مدینہ کسی مسئلہ میں متفق العمل ہوں۔ اور علمائے مدینہ اس عمل کی تصدیق کریں تو وہ عمل حجت ہے۔ اور قیاس اور رائے سے مقدم ہے۔ بلکہ بعض حالات میں حدیث پر بھی مقدم سمجھتے تھے۔ اسی طرح اکابر صحابہ مثلاً خلفائے راشدینؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ اور ابن عمرؓ کا قول بھی امام مالکؒ کے نزدیک حجت اور سند ہے بشرطیکہ صحابی کی طرف اس قول کی نسبت صحیح اور درست ہو۔ تعادل و اجماع اہل مدینہ اور قول صحابی مالکی فقہ کی امتیازی خصوصیت ہے۔ مزید برآں امام مالکؒ رائے کا قطعاً انکار بھی نہیں کرتے۔ جب قرآن و حدیث کی قطعی نص موجود نہ ہو۔ تو آپ صالح مسئلہ

یعنی قیاس یا دلیل خاص اور مصلحت عامہ کے تقاضوں کے پیش نظر اجتہاد بھی کہتے تھے۔

مالکی مذہب کی اساس "الموطأ" ہے جسے امام مالک نے چالیس برس کی محنت کے بعد تالیف کیا۔ الموطأ میں امام موصوف نے احادیث کو فقہی ترتیب سے ابواب فقہ کے تحت جمع کیا ہے۔ اس کتاب میں کل ۱۶۲۰ احادیث ہیں۔ ۶۰۰ مسند ہیں، ۶۶۷ سنن ۶۱۳ موقوف، ۲۸۵ مقطوع،

الموطأ ہم تک کئی طریقوں سے پہنچی ہے۔ لیکن زیادہ مشہور دو ہیں۔ (۱) امام محمد شاگرد رشید امام ابو حنیفہ اور (۲) امام یحییٰ بن یحییٰ مسمودی اندلسی۔ مؤخر الذکر نسخہ عام مروج ہے۔ اسی کی شرح زرقانی مشہور ہے۔ امام سیوطی نے تنویر الحوالک شرح موطأ مالک بھی اسی نسخہ کو سامنے رکھ کر لکھی۔ شاہ ولی اللہ دہلوی نے بھی المسوسی (عربی شرح موطأ) المصنفی (فارسی شرح) کے وقت مسمودی اندلسی کے نسخے کو پیش نظر رکھا۔ اردو میں ترجمہ اور شرح کا سہرا مولانا وحید الزمان حیدرآبادی کے سر ہے۔

امام شافعی نے الموطأ کے متعلق فرمایا کہ کتاب اللہ کے بعد امام مالک کی کتاب الموطأ سے زیادہ صحیح اور مفید کوئی دوسری کتاب روئے زمین پر موجود نہیں۔ شاہ ولی اللہ دہلوی بھی اسی قسم کے جذبات کا اظہار کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ الموطأ کو پڑھ

بغیر اجتہاد اور فقہ کے دروازے بند رہتے ہیں۔ ان کے نزدیک
اجتہاد اور فقہ میں مہارت پیدا کرنے کے لیے الموطا کو نصب العین
بنانا نہایت ضروری ہے۔

امام مالک کے شاگردوں میں امام محمد بن حسن شیبانی (شاگرد رشید
امام ابوحنیفہ)، امام شافعی، یحییٰ بن یحییٰ مصمودی اندلسی (م ۲۳۷ھ)
اور مصریوں میں سے عبدالرحمن بن القاسم (م ۱۹۱ھ)، عبداللہ بن
وہب (م ۱۹۶ھ)، اشہب بن عبدالعزیز (م ۲۰۷ھ) اور عبداللہ
بن عبدالحکم (م ۲۱۷ھ) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

مؤخر الذکر چار مصری اصحاب مالک نے اپنے عہد میں مصر کے
دینی حلقوں میں امام مالک کے مدرسہ فکر کی خوب اشاعت کی۔

امام مالک کے شاگرد ابن رشید میں سے یحییٰ بن یحییٰ اندلسی
نے امام موصوف کی فقہ کو اندلس میں بڑا رواج دیا۔ یحییٰ طنجة
کے بربری قبیلہ مصمودہ میں سے تھے۔ لہذا اس نسبت سے مصمودی
کہلائے۔ اور چونکہ یحییٰ کے جد امجد وئلاس بنولیش (کنانہ)
کے آدمی یزید بن ابی عامر کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے تھے
اس لیے لیشی کہلائے۔ یحییٰ مصمودی نے اندلس سے دو مرتبہ تحصیل
علم کی خاطر سفر کیا۔ امام مالک سے حدیث سنی۔ پھر مکہ مکرمہ پہنچے
اور مصر میں لیش بن سعد، ابن وہب اور ابن القاسم سے علم حدیث
حاصل کیا اور ابن القاسم سے فقہ بھی سیکھی۔ امام مالک کے جنازہ

میں شرکت کی تکمیل علم کے بعد اندلس واپس جا کر مالکی مذہب کو سارے ملک میں رواج دیا۔ امام یحییٰ مصمودی نے علم حدیث اور فقہ میں پتھر کے ساتھ عقل سلیم کا بہرہ وافر پایا تھا۔ اسی وفور عقل کی بنا پر امام مالکؒ اپنے شاگرد کو العاقل کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے۔ امام مالکؒ نے اس اندلسی شاگرد کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید، ائمہ مسلمین اور جمہور اہل اسلام کی خیر خواہی کو ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھیو۔ امام یحییٰ مصمودی اپنے علم و فضل اور عقل و دانش کے اعتبار سے اندلس کے خواص و عوام کا مرجع بن گئے۔ امیر عبدالرحمن بن الحکام (خلیفہ اندلس) کے ہاں انہیں بڑا رسوخ اور اقتدار حاصل ہو گیا۔ امیر اندلس نے امام یحییٰ کو کئی مرتبہ منصب قضا پیش کیا، لیکن انہوں نے عمدہ قبول کرنے سے ہمیشہ گریز کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس بے لوث جذبہ کو دیکھ کر سلطان کے ہاں اس کی عزت اور قدر و منزلت اور بڑھ گئی۔ اور ان کے مشورہ کے بغیر منصب قضا کا کوئی تقرر عمل میں نہ آتا۔ انہوں نے بعض فقہی مسائل میں امام مالکؒ کے مسلک کے خلاف بھی فتویٰ دیا ہے۔

مالکی فقہ کی ایک مشہور کتاب **الْمَدَوْنَةُ** ہے۔ جسے مسائل کی صورت میں اسد بن الفرات رم ۲۱۳ھ نے تالیف کیا۔ یہ بزرگ امام مالک کے شاگرد تھے۔ نیشاپور کے رہنے والے تھے

لیکن یونس رتونس میں آباد ہو گئے تھے۔ امام مالک سے علم حدیث پڑھنے کے بعد عراق چلے گئے۔ اور وہاں فقہ عراق کا مطالعہ کیا۔ امام ابو یوسف اور امام محمد شاگردان امام ابو حنیفہ سے عراقی انداز میں فروع کی سماعت کی۔ پھر مصر پہنچے اور وہاں اصحاب امام مالک بالخصوص عبدالرحمن ابن القاسم کے سامنے وہی فروع پیش کر کے مالکی مذہب کا نظریہ معلوم کیا۔ اسد بن الفرات تونسی نے ان تمام معلومات کو ایک کتاب میں جمع کر دیا اور اس کا نام المدونة رکھا۔ بعد ازاں وہ اپنی اس کتاب کو لے کر قیروان پہنچے۔ جہاں یہ کتاب فقیہ مغرب عبدالسلام بن سعید المعروف سخنون القیروانی التبوخی (م ۲۲۰) کے ہاتھ آگئی۔ سخنون المدونة کو لے کر ۱۸۸ھ میں مصر پہنچے۔ اور ابن القاسم کے سامنے پیش کر کے ان مسائل کی اصلاح کی گئی۔ اسد بن الفرات کا نسخہ المدونہ غیر مرتب تھا، اس میں باب اور عنوان مفقود تھے۔ سخنون القیروانی نے ترتیب دے کر باب قائم کیے۔ اور بعض مسائل کے لیے آثار سے حجت و دلیل لی۔ اس مرتب اور مہذب نسخہ المدونہ کو لے کر سخنون قیروان واپس آئے۔ وہاں سے المدونہ کا نسخہ اندلس میں پہنچا۔ اس طرح سارے اندلس اور مغرب میں مالکی مذہب پھیل گیا۔ مختصر یہ کہ المدونہ امام مالک کی تالیف نہیں ہے۔ بلکہ ان کے فتوؤں کا ایسا مجموعہ ہے جس میں ان کے تلامذہ اور تلامذہ

کے تلامذہ کے اجتہاد کو بھی دخل ہے۔ المدونہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں حجاز کا رجحان حدیث اور عراقی فقہ دونوں شامل ہیں۔

سُحْنُونِ قِیْرَوَانِی اٹھارہ انیس برس کی عمر میں تحصیل علم حدیث کی خاطر امام مالک کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے گھر سے نکلے لیکن مصر میں پہنچے تو زاد راہ نے جواب دے دیا۔ اور فقر و افلاس نے امام مدینہ کی صحبت کے شرف سے محروم کر دیا۔ بہر حال ابن القاسم، ابن وہب، اشہب، سفیان بن عیینہ، وکیع، ابو داؤد طباطبائی وغیرہ اہل علم سے حدیث و فقہ پڑھنے کے بعد تیس برس کی عمر میں افریقہ واپس اپنے گھر۔ امام سُحْنُونِ قِیْرَوَانِی کے سواخ نگار اُن کے علم و فضل کے بڑے مداح ہیں۔ یہ فقیہ مغرب تقویٰ، پرہیزگاری، زہد و قناعت کے پیکر ہونے کے علاوہ علم و فضل میں یگانہ روزگار تسلیم کیے جاتے تھے۔ کھانے پینے اور لباس کے معاملہ میں بالکل سادہ مزاج تھے۔ بڑے متواضع، کریم الاخلاق اور رقیق القلب تھے۔ خدا کے حضور میں بکثرت آنسو بہاتے۔ بادشاہوں کے تحفے، تحائف اور وظائف کو قطعاً قبول نہ کرتے تھے۔ امام سُحْنُونِ کو زاہد امت حکیم ملت اور فقیہ مغرب کے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ سُحْنُونِ نے اندلس، افریقہ اور مغرب میں سنتِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ کر دیا۔ وہ مسلمانوں کے بیت المال پر زیادہ بوجھ ڈالنا جائز

نہ سمجھتے تھے۔ مدت تک منصب قضا پر فائز رہنے کے باوجود
تخوواہ یا معاوضہ کبھی نہیں لیا۔ اپنے احباب کے لیے بھی بڑی کم
تخوواہیں تجویز کرتے تھے۔

شافعی مذہب | شافعی مدرسہ فکر امام محمد بن ادریس شافعی

کی طرف منسوب ہے۔ امام موصوف قریش میں سے ہیں۔ آپ کے
والد ادریس کسی ضرورت سے ملک شام گئے۔ تو غزہ کے مقام پر
۱۵۰ھ میں امام موصوف پیدا ہوئے اور ۲۰۴ھ میں مصر میں وفات
۶۹۶ھ پائی۔ امام موصوف کو بچپن سے علم حدیث سے شغف تھا۔ علماء کی
صحبت میں بیٹھتے تو جو حدیث سنتے اس کو سینے میں محفوظ کر لیتے
آپ نے بہت سے سفر کیے۔ مکہ مکرمہ میں خالص عربی ماحول میں
پرورش پائی۔ عربی ادب میں بڑی مہارت حاصل کی۔ عربی اشعار
اور عربی نثر میں سند ملنے لگے۔ زبان اور لغت سیکھنے کے لیے ہند
جیسے بادیاہ نشین قبیلہ میں چلے گئے۔ اور مسلمہ زبان وان ٹھیرے
مکہ مکرمہ میں شیخ حرم مسلم بن خالد اور سفیان بن عیینہ سے
فقہ و حدیث پڑھی بعد ازاں ۲۱۹ھ میں مدینہ منورہ پہنچ کر
امام مالک سے ان کی کتاب الموطا پڑھی اور امام مالک کی
وفات تک ان کی خدمت میں حاضر رہے۔ پھر یمن و بغداد ہونے
ہوئے مکہ مکرمہ میں واپس آئے۔ عراق میں پہنچے۔ تو وہاں امام محمد
شیبانی (شاگرد رشید امام ابوحنیفہ) سے عراقی فقہ سیکھی۔ بالآخر

مصر میں اقامت پذیر ہو گئے۔

امام شافعیؒ حدیث، فقہ اور لغت کے امام تسلیم کیے جاتے ہیں۔ آپ فصاحت و بلاغت، وقتِ نظر و فکر اور تبحر علمی کے لیے مشہور ہیں۔ مختلف مدارس فکر کے آٹھ کے سامنے زانوئے تلمذتہ کرنے اور مختلف شہروں اور بادویوں میں رہنے بسنے کی بدولت آپ کی نظر بڑی وسیع ہو گئی تھی۔ اور تجربہ و مہارت میں کوئی کمی نظر نہیں آتی۔ بقول حافظ ابن حجر عسقلانی امام شافعیؒ نے علم اہل حدیث اور علم اہل الرائے کو جمع کر کے اصول و قواعد کی بنیاد رکھی۔

امام شافعیؒ نے اپنا مسلک اپنی کتاب اللمم میں بصراحت یوں قلمبند کیا ہے۔ ”قرآن و سنت اصل و بنیاد ہیں۔ اگر کوئی چیز ان میں نہ ملے تو پھر کتاب و سنت کے طریق پر قیاس کیا جائے گا۔ جب کوئی حدیث صحیح اسناد سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جائے تو وہ سنت ہے۔ خبر مفردہ پر اجماع کو ترجیح ہے صحیح ترین اسناد والی حدیث ایسی دوسری حدیثوں سے افضل و اولیٰ ہے۔“ مختصر یہ کہ آپ کتاب و سنت اور اجماع و قیاس چاروں ذرائع سے استنباط مسائل کرتے اور چاروں کو قابل استدلال سمجھتے تھے۔ مگر آپ حنفیوں کے ”استحسان“ اور مالکیوں کے ”مصالح مرسلہ“ کو تسلیم نہ کرتے تھے۔

امام شافعیؒ کو اصول احکام مرتب کرنے کا شرف اولیت حاصل ہے۔ آپ نے اپنے مشہور الرسائل میں اصول فقہ کو علمی حیثیت سے لکھا ہے۔ اس رسالہ میں مضامین ذیل سے بحث کی ہے: آیات قرآنی اور احادیث نبوی، ناسخ و منسوخ، جمل الفرائض، احادیث کے علل، خبر واحد کو قبول کرنے کے شرائط، اجماع، اجتہاد، استحسان اور قیاس۔

کتاب الامم امام شافعیؒ کا علمی سرمایہ ہے۔ اس میں عبادات معاملات، عقوبات، تعزیرات، مناکحات وغیرہ موضوعات سے بحث کی گئی ہے۔ کتاب الامم کو امام موصوف کے مصری شاگرد ربیع مرادی روایت کرتے ہیں۔ امام شافعی کے مسلک اجتہاد وفقہ کے سلسلے میں کتاب الامم بڑی اہمیت رکھتی ہے۔

امام شافعی کے شاگردوں کا حلقہ بڑا وسیع ہے۔ ان میں بڑے بڑے جلیل القدر علماء و فضلاء شامل ہیں۔ امام احمد بن حنبل جو تھے امام مذہب بھی ان کے شاگرد تھے۔

حنبل مذہب | حنبلی مکتب فکر امام احمد بن حنبلؒ کی طرف منسوب ہے۔ آپ اہل السنۃ کے چوتھے امام مذہب ہیں۔ خالص عربی النسل ہیں۔ بغداد میں ۱۶۱ھ (۷۷۸ء) میں پیدا ہوئے۔ اور ۲۴۱ھ (۸۵۵ء) میں وہیں وفات پائی۔ آپ اپنے زمانے کے جلیل القدر امام اور محدث تھے آپ نے تحصیل علم حدیث کیلئے

بہت سے سفر اختیار کیے۔ شام، حجاز، یمن، بصرہ اور کوفہ کے اہل علم کی خدمت میں حاضر ہو کر استفادہ کیا۔ امام شافعی سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ خلق قرآن کے مسئلہ میں آزمائش و امتحان کی بڑی مصیبتیں جھیلیں ابتدا میں شافعی مذہب اختیار کیا۔ لیکن جب درجہ اجتہاد حاصل ہو گیا۔ تو صاحب مذہب امام قرار پائے۔ آپ کا عمل حدیث پر تھا۔ جب آپ کو صحیح حدیث مل جاتی تو پھر ادھر ادھر نہ دیکھتے۔ اگر کسی صحابی کا فتویٰ مل جاتا تو اس پر عمل کرتے۔ اگر کئی صحابی مختلف الحیال ہوتے تو پھر اس فتویٰ کو ترجیح دیتے۔ جو کتاب و سنت سے زیادہ قریب ہوتا۔ آپ مرسل یا ضعیف حدیث کو بھی قیاس پر ترجیح دیتے تھے۔ انتہائی ضرورت کے بغیر قیاس استعمال نہ کرتے تھے۔

امام احمد بن حنبلؒ نے احادیث کو جمع کیا۔ یہ مجموعہ احادیث مسند احمد بن حنبل کے نام سے مشہور ہے۔ عصر حاضر میں احمد عبدالرحمن الساعاتی نے مسند امام احمد کو تبویب جدید کے ساتھ فقہی انداز میں مرتب کرنا شروع کیا۔ کئی جلدیں چھپ چکی ہیں۔ اسی طرح احمد شاگرد نے مسند کو حواشی مفیدہ کے ساتھ طبع کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ چودہ پندرہ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔

امام احمد بن حنبل کے شاگردوں اور عقیدت مندوں کا حلقہ بھی اسی طرح وسیع ہے۔ جس طرح دوسرے ائمہ مذاہب کا ہے۔

کتاب مصادر

- (۱) جاد المولیٰ سلیمان: فصول فی اصول التشريع الاسلامی
- (۲) احمد امین : فجر الاسلام
- (۳) احمد امین : ضحی الاسلام جزء ۲
- (۴) الخضری : اصول الفقہ (۱۹۳۳ء)
- (۵) الخضری : تاریخ التشريع الاسلامی (۱۹۲۶ء)
- (۶) ابن خلیکان : وفيات الاعیان
- (۷) ابن عبدالبر الاندلسی : الانتقاء فی فضائل الثلاثة النائمة الفقهاء
قاهرہ، ۱۳۱۵ھ
- (۸) ڈاکٹر صبحی محمدصافی : فلسفۃ التشريع الاسلام
(مجلس ترقی ادب نے اس کا اردو ترجمہ بھی شائع کر دیا ہے)
- (۹) محمد بن حسن : تاریخ الفقہ
- (۱۰) امام سیوطی : تنویر الحواکک شرح موطأ امام مالک
- (۱۱) ابن فرحون : الدیاج المذہب فی معرفۃ اعیان علماء المذہب
(مصر ۱۳۵۱ھ)
- (۱۲) شاہ ولی اللہ دہلوی : المستوی (طبع مکہ المکرمہ)
- (۱۳) ڈاکٹر علی حسن : نظرۃ عامۃ فی تاریخ الفقہ الاسلامی (قاهرہ ۱۹۴۲ء)
- ائمہ اربعہ کے سوانح و سیر عربی اور اردو میں عام مل جاتے ہیں۔ ان کی طرف رجوع کریں۔

سوالات

- (۱) اسلامی فقہ کے ارتقاء پر تبصرہ کرو۔
- (۲) فقہ کی تعریف قلمبند کرو۔ حدود فقہ متعین کرو۔
- (۳) اصول فقہ پر سیر حاصل بحث کرو۔
- (۴) حنفی مذہب سے کیا مراد ہے۔ تاریخ و تنقید کی روشنی میں تبصرہ کرو۔
- (۵) مالکی مذہب کے کیا اصول ہیں؛ مالکی فقہ پر بحث کرو۔
- (۶) شافعی مذہب کو حنفی اور مالکی مدارس فکر سے کیا نسبت ہے؛ سیر حاصل بحث کرو۔
- (۷) حنبلی مذہب کے متعلق تم کیا جانتے ہو؛ تفصیل سے لکھو۔
- (۸) مذاہب اربعہ سے کیا مراد ہے؛ ان کا آپس میں کیا تعلق ہے۔ بالوضاحت بیان کرو۔
- (۹) اہل الرائے اور اہل حدیث میں کیا فرق ہے؛ مذاہب اربعہ پر ان دونوں کے خیالات کا کیا اثر پڑا؛
- (۱۰) امام ابو یوسف، امام محمد، امام یحییٰ بن یحییٰ مصمودی، المدونۃ الموطأ، المبسوط پر مختصر نوٹ لکھو

تُبعِ اَوَّل

انہ

پارہ اول

سُورَةُ الْفَاتِحَةِ مَكِّيَّةٌ فِي سَبْعِ آيَاتٍ

سورہ فاتحہ مکی ہے اور اس کی سات آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ صٰلِحِ

سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو پالنے والا سارے جہان کا بیحد مہربان نہایت رحم والا مالک

بِسْمِ اللّٰهِ: بِمَعْنَى سَائِغٍ، يَهْدِي حُرُوفَ اَبْتَدَاءِ كَيْ مَعْنَى فِي اِسْتِعْمَالِ هُوَ تَابِعٌ -
اِسْمٌ كَالْف (الف وصل)، كَثْرَتِ اِسْتِعْمَالِ فِي حَذْفِ هُوَ كَيْ هُوَ - اللّٰهِ: اِسْمٌ ذَاتٌ
هِيَ لَمْ يَلِيسِ ذَاتٌ جَسْ كَيْ يَمَانِي نَبْدِي حَاجَتِ اَوْ ضَرْوَتِ كَيْ وَوَقْتِ كَيْ يَهْلِي اِي
الرّحْمٰنِ: نَهَابِتِ رَحْمِ وَاَلَا - يَهْدِي اِسْمٌ فَاصِلٌ هُوَ - لَفْظُ الرَّحْمٰنِ خَدَا كَيْ
سِوَا كَيْ اَوْ كَيْ اِسْتِعْمَالِ يَسِي هُوَ سَكُنَا - الرَّحِیْمِ: مَهْرَبَانِ رَحْمِ كَرْنِ وَاَلَا -

(باقی صفحہ ۱۱۴ پر)

يَوْمَ الدِّينِ ۝ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۝

روز جزا کا تیری ہی ہم بندگی کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ اَنْعَمْتَ

بتلا ہم کو راہ سیدھی راہ ان لوگوں کی جن پر تونے

عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ۝

فضل فرمایا جن پر نہ تیرا غضب ہوا اور نہ وہ گمراہ ہونے

سُورَةُ الْبَقَرَةِ قَدْ وَجَّهْنَا لَكَ وَوَجَّهْنَا لَكَ

سورۃ بقرہ مدنی ہے اور اس کی ہر دو سو چھپاسی آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بےحد مہربان نہایت رحم والا ہے

الْم ۝ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى

الم اس کتاب میں کچھ شک نہیں راہ بتلاتی ہے

یوم: دن - الدین: جزا، بدلہ۔

یَوْمَ الدِّينِ سے مراد روز قیامت ہے۔ اس دن صرف اللہ کی حکومت ہوگی۔ اِيَّاكَ: صرف تیری ہی۔ نَعْبُدُ: فعل مضارع، جمع متکلم، ہم عبادت کرتے ہیں۔ نَسْتَعِينُ: فعل مضارع، جمع متکلم، ہم مدد مانگتے ہیں (مَعُوْن سے استعانت باب استفعال ہے، اِهْدِنَا (اِهْدِ + نَا) دکھا، ہمیں، ہدایت کر ہمیں۔ الصِّرَاطُ

(باقی صفحہ ۱۱۳ پر)

لِّلْمُتَّقِينَ ۝ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ

ڈر نیوالوں کو جو کہ یقین رکھتے ہیں بے دیکھی چیزوں کا اور قائم رکھتے ہیں

الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ۝ وَالَّذِينَ

نماز کو اور جو ہم نے روزی دی ہے انکو اُس میں سے خرچ کرتے ہیں اور وہ لوگ

يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِنْ

جو ایمان لائے اُس پر کہ جو کچھ نازل ہوا تیری طرف اور اُس پر کہ جو کچھ نازل ہوا تجھ

قَبْلِكَ ۝ وَالْآخِرَةُ هُمْ يُوَفِّيهِمْ ۝ أُولَٰئِكَ

سے پہلے اور آخرت کو وہ یقینی جانتے ہیں وہی لوگ

عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُولَٰئِكَ هُم

ہیں ہدایت پر اپنی پروردگار کی طرف سے اور وہی ہیں مراد کو

الْمُفْلِحُونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ

پہنچنے والے بیشک جو لوگ کافر ہو چکے برابر ہے

لِّلْمُتَّقِينَ : دل + الْمُتَّقِينَ) یہ لفظ وَفِي يَقِي سے نکلا ہے۔ متقی اور
پرہیزگار لوگ۔ تقویٰ رکھنے والے۔ تقویٰ کا مطلب ہے۔ خدا کی نافرمانی سے
بچنا۔ یَوْمِنُونَ : (مضارع۔ جمع مذکر غائب) ایمان رکھتے ہیں۔ ایمان کا تقویٰ
معنی ہے۔ تصدیق قلبی اور اصطلاح شرع میں زبان سے اقرار، دل سے تصدیق
عمل صالح کا نام ایمان ہے۔ بِالْغَيْبِ : غیب پر۔ غیب سے مراد خدا فرشتے

عَلَيْهِمْ وَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا

اُن کو تو ڈرائے یا نہ ڈرائے وہ ایمان

يُؤْمِنُونَ ۝ خَتَمَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ وَعَلَى

نہ لائیں گے مہر کر دی اللہ نے اُن کے دلوں پر اور

سَمْعِهِمْ وَعَلَى أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَلَهُمْ

اُن کے کانوں پر اور اُن کی آنکھوں پر پردہ ہے اور اُن کے لئے

عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ

بڑا عذاب ہے اور لوگوں میں کچھ ایسے بھی جو کہتے ہیں

أَمَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ

ہم ایمان لائے اللہ پر اور دن قیامت پر اور وہ ہرگز

بِمُؤْمِنِينَ ۝ يَخِدُّ عُنَى اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا

مومن نہیں دغا بازی کرتے ہیں اللہ سے اور ایمان والوں سے

عَنْ أَنْذَرْتَهُمْ (ع: لاء آ) بظاہر استفہام معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اختیار اور
 یاسنت کے لیے آیا ہے۔ "چاہے"، خواہ۔ أَنْذَرْتَهُمْ: تو ڈرائے۔ أَنْذَرْتُ
 يُنذِرُ أَنْذَارًا (باب افعال، خطرناک امر یا چیز سے آگاہ کرنا۔ مبتنیہ کرنا
 (TO WARN) (واحد مذکر غائب) يُخَدُّ عُنَى: رمضان ع جمع مذکر
 غائب، خَادَعٌ يُخَادِعُ (باب مفاعلة) دھوکہ بازی کرنا۔ فریب کاری کرنا

دیباچی صفحہ ۱۳۵ پر

وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ۝

اور دراصل کسی کو دغا نہیں دیتے مگر اپنے آپ کو اور نہیں سوچتے

فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا

اُن کے دلوں میں بیماری ہے پھر بڑھادی اللہ نے اُن کی بیماری

وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ۝

اور اُن کے لئے عذاب دردناک ہے اس بات پر کہ جھوٹ کھتے ہیں

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ

اور جب کہا جاتا ہے اُن کو فساد نہ ڈالو ملک میں

قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ۝ أَلَا إِنَّهُمْ

تو کہتے ہیں ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں جان لو وہی ہیں

هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَكِن لَّا يَشْعُرُونَ ۝

خرابی کرنے والے لیکن نہیں سمجھتے

يَخْدَعُونَ: (خَدَعَ يَخْدَعُ) وہ دھوکہ دیتے ہیں۔ يَشْعُرُونَ: (شَعَرَ يَشْعُرُ) وہ سمجھتے ہیں شعور رکھتے ہیں۔ فَرَّادٌ: (فَرَّادٌ) زیادہ سے زیادہ (بڑھا دیا۔ زیادہ کر دیا) (فعل ماضی) قِيلَ: (قَالَ يَقُولُ) سے ماضی مجہول ہے۔

وَإِذْ أَقْبَلُ لَهُمْ إِيْمَانُ كَمَا آمَنَ النَّاسُ

اور جب کہا جاتا ہے اُن کو ایمان لاؤ جس طرح ایمان لائے سب لوگ

قَالُوا أَنْتُمْ مِمَّنْ آمَنَ السُّفَهَاءُ إِلَّا أَنْتُمْ

تو کہتے ہیں کیا ہم ایمان لائیں جس طرح ایمان لائے بیوقوف جان لو وہی ہیں

هُمْ السُّفَهَاءُ وَلَكِنْ لَا يَعْلَمُونَ ○ وَإِذْ أ

بیوقوف لیکن نہیں جانتے اور جب

لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا

ملاقات کرتے ہیں مسلمانوں سے تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب تنہا

إِلَىٰ شَيْطَانِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ

ہوتے ہیں اپنے شیطانوں کے پاس تو کہتے ہیں کہ بیشک ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو

مُسْتَهْزِءُونَ ○ اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَ

ہنسی کرتے ہیں (یعنی مسلمانوں سے) اللہ ہی کرتا ہے اُن سے اور

آمَنُوا: فعل امر جمع کے لیے۔ آمَنَ: فعل ماضی۔ تَوَّصَّنَ: مضارع جمع متکلم
السُّفَهَاءُ: (مفرد سَفِيْهٌ) بے وقوف، نادان۔ يَعْلَمُونَ: (عَلِمَ يَعْلَمُ
عِلْمًا) جمع مذکر غائب۔ مُسْتَهْزِءُونَ: استہزاء کرنے والے، مسخری کرنے
والے۔ يَسْتَهْزِئُ: مذاق کرتا ہے مراد ہنسی اور مسخری کا بدلہ دے گا۔

يُمِدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝ أُولَٰئِكَ

ترقی دیتا ہے اُن کو اُن کی سرکشی میں (اور) حالت یہ ہے کہ وہ عقل کے اندھے ہیں یہ

الَّذِينَ اشْتَرُوا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ فَمَا

وہی ہیں جنہوں نے مولیٰ گمراہی ہدایت کے بدلے تو ناخبر

رَبِحَتْ تِجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ۝

ہوئی اُن کی سوداگری اور نہ ہوئے راہ پانے والے

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا

اُن کی مثال اُس شخص کی ہے جس نے آگ جلائی پھر جب روشن

اضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ

کر دیا آگ نے اُس کے پاس کو تو زائل کر دی اللہ نے اُن کی روشنی

وَتَرَگَهُمْ فِي ظُلُمٍ لَا يَبْصُرُونَ ۝ ص ۝

چھوڑا اُن کو اندھیروں میں کہ کچھ نہیں دیکھتے بہرے ہیں

يُمِدُّ: رَمَدًا يُمِدُّ (بُرْبَاتِي) گام، زیادہ کرے گا۔ (فعل مضارع واحد مذکر غائب) طُغْيَانٌ: سرکشی، بغاوت۔ يَعْمَهُونَ: (رَعْمَهُ يَعْمَهُ) حیران پھرتے رہیں گے۔ سرگشتہ رہیں گے۔ (فعل مضارع جمع مذکر غائب) اشْتَرَوْا (لِشْتَرَوْا) لَيْسْتَرِي (بَابِ افْتَعَالِ شَرَى) سے خرید لی (فعل باضی جمع مذکر غائب)۔ رَبِحَتْ: رَبِحٌ مَفْعِلٌ مَفْعُولٌ، نفع مند ہوئی۔ (فعل باضی واحد مؤنث)

(باقی صفحہ ۱۲۰ پر)

بِكُمْ عَمِي فَمَا لِي رِجْعُونَ ۝ اَوْ كَصَيْبٍ

گوٹے ہیں اندھے ہیں سو وہ نہیں لوٹیں گے یا اُن کی مثال یہی

مِنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ

ہے جیسے زور سے بوند پڑ رہا ہو آسمان سے اُس میں اندھیرے ہیں اور گرج اور بجلی

يَجْعَلُونَ اَصَابِعَهُمْ فِي اُذَانِهِمْ مِّنْ

دیتے ہیں انگلیاں اپنے کانوں میں مارے

الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ وَاللَّهُ مَجِيطٌ

کڑک کے موت کے ڈر سے اور اللہ احاطہ کرنے والا

بِالْكَافِرِينَ ۝ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ ابْصَارَهُمْ

ہے کافروں کا قریب ہے کہ بجلی اُچک لے اُن کی آنکھیں

كُلَّمَا اَضَاءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيهِ وَإِذَا اَظْلَمَ

جب چمکتی ہے اُن پر تو چلنے لگتے ہیں اُس کی روشنی میں اور جب اندھیرا ہوتا

بِكُمْ: واحد اَبِكُمْ گوٹکا جو بول نہ سکے عَمِي: واحد اَعْمَى اندھا، جو دیکھ نہ سکے كَصَيْبٍ: ک، كَصَيْبٍ: ک، بمعنی مانند، طرح، مثال کے لیے استعمال ہوتا ہے صَيْبٌ بمعنی بارش۔ اَصَابِعٌ: واحد اَصْبَعٌ، انگلیاں۔ اُذَانٍ واحد اُذُنٌ کان الصَّوَاعِقِ: واحد صَاعِقَةٌ بجلی۔ مَجِيطٌ: رَا حَاطٌ يَجِيطُ سے، احاطہ کرنے والا۔ يَكَادُ: قریب ہے رَكَادٌ سے مضارع، يَخْطَفُ: اُچک لے جائے

رہاقتی صفحہ ۱۳۵ پر

عَلَيْهِمْ قَامُوا وَكَوْشَاءَ اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ

ہے تو کھڑے رہجاتے ہیں اور اگر چاہے اللہ تو بجاوے ان کے کان اور

وَإَبْصَارِهِمْ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

آنکھیں بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ

اے لوگو بندگی کرو اپنے رب کی جس نے پیدا کیا تم کو

وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝

اور ان کو جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ

الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ فِرَاشًا

جس نے بنایا واسطے تمہارے زمین کو بچھونا

وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً

اور آسمان کو بچھت اور اتارا سے آسمان سے پانی

قَامُوا: قَامَ - يَقُومُ کھڑے ہونا سے جمع مذکر غائب کو: اگر شاء: چاہے
 رِمَارَعٌ يَشَاءُ مَا شَاءَ اللَّهُ اور ان شاء اللہ ہیں یہی شاء ہے
 اعْبُدُوا: عبادت کرو۔ ارفع امر جمع مخاطب مذکر: لَعَلَّكُمْ: لَعَلَّ بکم
 لَعَلَّ عام طور پر امید کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ انزَلَ: باب افعال
 نَزَلَ سے

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ

تو پھر پھو اُس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر

أَعَدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ۝ وَيُبَشِّرُ الَّذِينَ آمَنُوا

ہیں تیار کی ہوئی ہے کافروں کی واسطے اور خوشخبری دے اُن لوگوں کو جو ایمان

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي

لاٹے اور اچھے کام کئے کہ اُن کے واسطے باغ ہیں کہ بہتی ہیں

مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ كُلَّمَا رُزِقُوا مِنْهَا

اُن کے نیچے نہریں جب بیگا اُن کو وہاں کا

مِنْ ثَمَرَةٍ رَزَقُوا قَالُوا هَذَا الَّذِي رَزَقْنَا

کوئی پھل کھانے کو تو کہیں گے یہ تو وہی ہے جو طاقا

مِنْ قَبْلُ وَأُتُوا بِهِ مُتَشَابِهًا وَلَهُمْ فِيهَا

ہم کو اس سے پہلے اور دیے جائیں گے اُنکو پھل ایک صورت کے اور اُن کے لئے وہاں

أَعْدَّتْ: (ماضی مجہول) واحد مونث غائب، تیار کی گئی ہے۔ بَشِّرُ: (باب تفعیل) فعل امر واحد مذکر مخاطب، تم خوشخبری سناؤ (بَشِّرِي: رَحْمَتِي يَجْرِي) مضارع واحد مونث غائب۔ بہتی ہیں، چلتی ہیں، جاری ہیں۔ رَزِقُوا: (ماضی مجہول) جمع مذکر غائب۔ فِيهَا: ان باغوں میں۔

أَزْوَاجٍ مُّطَهَّرَةٍ وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ

عورتیں ہونگی پاکیزہ اور وہ وہیں ہمیشہ رہیں گے

إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَجِيبُ أَنْ يُضْرَبَ مَثَلًا مَّا

بیشک اللہ شرماتا نہیں اس بات سے کہ بیان کرے کوئی مثال

بِعُوضَةٍ فَمَا فَوْقَهَا فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا

پچھڑکی یا اُس چیز کی جو اُس سے بڑھ کر ہے سو جو لوگ مومن ہیں اور یقیناً

فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ وَأَمَّا

جاتے ہیں کہ یہ مثال ٹھیک ہے جو نازل ہوئی اُن کے رب کی طرف سے

الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ

اور جو کافر ہیں سو کہتے ہیں کیا مطلب تھا اللہ کا اس

بِهَذَا مَثَلًا يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي

مثال سے گمراہ کرتا ہے خدا تعالیٰ اس مثال سے بہتروں کو اور ہدایت

أَزْوَاجٍ : واحد زَوْجٌ، رفیق حیات، بیویاں۔ مُّطَهَّرَةٌ : پاک صاف۔ اَرَادَ : ارادو میں ظاہر اور طہارت عام استعمال ہوتا ہے۔ لَيَسْتَجِيبُ : استجیباء باب استعمال حیات سے، مضارع و احد مذکر غائب۔ عَارِضٌ مَّخْشُوسٌ كَرْنَا، وَكُنَّا۔ شَرَانَا۔ يُضْرَبُ مَثَلًا : مثال بیان کرنا۔ بَعْوَضَةٌ : پچھڑکی۔ اَرَادَ : اَرَادَ، يُرِيدُ اِرَادَةً ارادہ کیا، جَاءَ۔ مَثَلًا : مثال دے کر۔ دَمْتِيرٌ يَأْعَالُ : یہہ : کی ضمیر اس جگہ اللہ

بِهِ كَثِيرًا وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفٰسِقِينَ ۝

کرتا ہے اُس سے بہتیروں کو اور گمراہ نہیں کرتا اس مثل سے مگر بدکاروں کو

الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ

جو توڑتے ہیں خدا کے معاہدہ کو مضبوط کرنے کے بعد

مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ اَنْ

اور قطع کرتے ہیں اُس چیز کو جس کو اللہ نے فرمایا

يُوۡصَلَ وَيُفْسِدُوۡنَ فِی الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ

ملانے کو اور فساد کرتے ہیں ملک میں وہی ہیں

هُمُ الْخٰسِرُوۡنَ ۝ كَيْفَ تَكْفُرُوۡنَ بِاللّٰهِ

ٹوٹے والے کس طرح کافر ہوتے ہو خدا تعالیٰ سے

وَكُنْتُمْ اَمْۡوَانَآ فَاحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ

حالانکہ تم بیجان تھے پھر جلایا تم کو پھر مارے گا تم کو پھر

يُنقِضُونَ : نقض : بھولنا۔ تَوۡثُقَ مِثَاقٍ : (وَتَثَقُّ بِثِقَلٍ) پختگی۔ يُوۡصَلَ : مضارع مجہول (يُوۡصِلُ يُوۡصِلُ) ملانا، جوڑنا، کیف : کس طرح یہاں انہار تعجب کے لیے استعمال ہوا ہے، استفہام کے لیے نہیں۔ اَمْۡوَانَآ : بے جان مردے۔ اَحْيَا : اس نے زندہ کیا۔ لَفِظَ حَيَاتٍ ہواسے عام مستعمل ہوتا ہے۔ (باب افعال) يُمِيتُ : اَمَاتٌ يُمِيتُ : اوائے مارے گا۔ مَرَدٌ يَمُرَدُ : مرے گا۔

يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝ هُوَ الَّذِي

جلائے گا تم کو پھر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے وہی ہے جس نے

خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ

پیدا کیا تمہارے واسطے جو کچھ زمین میں ہے سب پھر

اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَوَاتٍ

قصد کیا آسمان کی طرف سو ٹھیک کر دیا ان کو سات آسمان

وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ

اور خدا تعالیٰ ہر چیز سے خبردار ہے اور جب کہا تیرے رب نے

لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً

فرشتوں کو کہ میں بنا دوں گا ہوں زمین میں ایک نائب

قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ

کہا فرشتوں نے کیا قائم کرتا ہے تو زمین میں اُس کو جو فساد کرے اُس میں اور خون

يُحْيِيكُمْ: اِحیاء ماضی سے یحیی مضارع ہے (قیامت میں) وہ تمہیں حیات بخشنے گا۔ زندہ کرنے کا۔ تُرْجَعُونَ: مضارع مجہول۔ تم لوٹائے جاؤ گے۔ تم کو پھیرا جائے گا۔ اسْتَوَى: اس نے توجہ دی۔ سَوَّاهُنَّ: کسوئی کیسوی سے باب افعال ہے۔ فَسَوَّاهُنَّ: (ف + سَوَّاهُنَّ) کس درست کر کے بنایا ان کو۔ سَوَّاهُنَّ: باب تفعیل سے۔ یَسْفِكُ: مضارع ہے سَفَكَ سے

ربانی صفحہ ۱۳۶ پر

الدِّمَاءُ وَنَحْنُ نَسْبِحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ

بہائے اور ہم پڑھتے رہتے ہیں تیری خوبیاں اور یاد کرتے

لَكَ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ وَعَلَّمَ

ہیں تیری پاک ذات کو فرمایا کہ بے شک مجھ کو معلوم ہے جو تم نہیں جانتے اور سکھلائیے

أَدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى

اللہ نے آدم کو نام سب چیزوں کے پھر سامنے کیا ان سب چیزوں کو

الْمَلَائِكَةَ فَقَالَ إِنِّي أُبَيِّنُ بِأَسْمَاءِهِمْ

فرشتوں کے پھر فرمایا بتاؤ مجھ کو نام ان کے

إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ قَالُوا سُبْحَانَكَ لَا

اگر تم سچے ہو اولے پاک ہے تو ہم

عَلِمْنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ

کو معلوم نہیں مگر جتنا تو نے ہم کو سکھایا بیشک تو ہی ہے اصل جاننے والا

الدِّمَاءُ : واحد دم بمعنى خون۔ نَسْبِحُ : مضارع جمع متكلم۔ ہم تسبیح کرتے ہیں۔
سُبْحَانَ اللَّهِ سُبْحَانَ اللَّهِ پڑھتے ہیں۔ (باب تفعیل) فُقِدْنَا : مضارع جمع متكلم۔ ہم تقدیس اور پاک بیان کرتے ہیں۔ (باب تفعیل) أَعْلَمُ : میں جانتا ہوں۔ مضارع واحد متكلم، عَلَّمَ : سکھایا۔ عَلَّمَ يَعْلَمُ تَعْلِيمًا : (باب تفعیل) ہے۔ الْأَسْمَاءُ : واحد اسم۔ نام الْمَلَائِكَةِ : واحد ملك

الْحَكِيمُ ۝ قَالَ يَا أَدَمُ ائْتِهِمْ بِاسْمَائِهِمْ

حکمت والا فرمایا اے آدم بتادے فرشتوں کو اُن چیزوں کے نام

فَلَمَّا أَنْبَأَهُمْ بِاسْمَائِهِمْ ۝ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ

پھر جب بتادئے اُس نے اُن کے نام فرمایا کیا نہ کہا تھا

لَكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ غَيْبِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

میں نے تم کو کہ میں خوب جانتا ہوں چھپی ہوئی چیزیں آسمانوں کی اور زمین کی

وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْمُونَ ۝

اور جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا ۝

اور جب ہم نے حکم دیا فرشتوں کو کہ سجدہ کرو آدم کو تو سب سجدہ

إِلَّا إِبْلِيسَ ۝ وَسُكِّرَ وَكَانَ مِنَ

گر پڑے نکر شیطان اُس نے نہ مانا اور تکبر کیا اور تھا وہ

الْمُكْرِمَاتِ ۝ آ + لَمْ کیا نہیں - اَقْلُ : دِقَالَ يَقُولُ سے واحد متکلم میں نے کہا تھا -
تُبْدُونَ : تم ظاہر کرتے ہو مضارع جمع مذکر مخاطب، كُنْتُمْ تَكْمُونَ : تم
چھپاتے تھے - قُلْنَا : ماضی، جَمْعٌ مِتَكَلِّمٌ - اسْجُدُوا : اسْجَدَ يَسْجُدُ سے فعل امر
جمع مذکر مخاطب، اَمْرٌ سَجَدٌ كَرِهٌ - اِبْنِي : ماضی، واحد مذکر غائب - يَا اِبْنِي : مضارع، اس
نے الکار کیا - اسْتَكْبَرُ : تکبر کیا - اسْتَكْبَرْتُ كِبْرًا سے باب استفعال ہے مبوء

الْكَافِرِينَ ۝ وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَ

کافروں میں کا اور ہم نے کہا اے آدم رہا کہ تو اور

زَوْجِكَ الْجَنَّةَ ۝ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ

تیری عورت جنت میں اور کھاؤ اس میں جو چاہو جہاں کہیں سے

شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا

چاہو اور پاس مت جانا اس درخت کے پھر تم ہو جاؤ گے

مِنَ الظَّالِمِينَ ۝ فَآزَلَهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا

ظالم پھر ہلا دیا شیطان نے اُس جگہ سے

فَاخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ ۝ وَقُلْنَا

پھر نکالا اُن کو اُس عزت و راحت سے کہ جس میں تھے اور ہم نے کہا

أَهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ

تم سب اترو تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے اور تمہارے

أَسْكُنُ: فعل امر واحد مذکر مخاطب، تو سکونت کر۔ كَلَا: تم دونوں کھاؤ۔ وَلَا تَقْرَبَا

يَا كِلَيْهِمَا: (فعل امر تشبہ مذکر مخاطب) کِلَيْهِمَا (رواحد کے لیے) تو کھا جمع کے لیے

كُلُوا: تم سب کھاؤ۔ رَغَدًا: با فراغت۔ حَيْثُ: جہاں۔ شِئْتُمَا: (فعل امر تشبہ مذکر مخاطب) تم دونوں چاہو۔ لَا تَقْرَبَا: تم دونوں نزدیک نہ

جاؤ۔ أَهْبِطُوا: هَبِطَ: فعل امر جمع مذکر مخاطب، تم اتر جاؤ۔

فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ۝

واسطے زمین میں ٹھکانا ہے اور نفع اٹھانا ہے ایک وقت تک

فَتَلَقَىٰ آدَمَ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۝

اور پھر سیکھ لیں آدم نے اپنے رب سے چند باتیں پھر متوجہ ہو گیا اللہ

إِنَّهُ هُوَ السَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ قُلْنَا اهْبِطُوا

اُس پر بیشک وہی ہے تو بہ قبول کرنے والا مہربان ہم نے حکم دیا نیچے

مِنْهَا جَمِيعًا فَمَا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى

جاؤ یہاں سے تم سب پھر اگر تم کو پہنچے میری طرف سے کوئی ہدایت

فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا

تو جو چلا میری ہدایت پر نہ خوف ہوگا اُن پر اور نہ وہ

هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا

عکس ہوں گے اور جو لوگ منکر ہوئے اور جھٹلایا

مُسْتَقَرٌّ: ٹھکانا۔ قَرَارُ كَاهٍ۔ ٹھیرنے کی جگہ۔ السَّتَقَرُّ باب استفعال سے ہے۔
قَرٌّ سے متاع اسباب عیش، فائدہ، سامان، حین: وقت، مدت۔ فتلقى
ف + تلقى پس کیے۔ کذبوا: جھٹلایا۔ (ماضی، جمع مذکر غائب) باب
تفعیل (تکذیب) ہے۔

بَايْتِنَا أَوْلِيكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا

ہماری آٹائیوں کو وہ ہیں دوزخ میں جانے والے وہ اُس میں ہمیشہ

خَلِدُونَ وَبَيْنِي وَبَيْنَ إِسْرَائِيلَ إِذْ كُورُوا نِعْمَتِي

رہیں گے اے بنی اسرائیل یاد کر میرے وہ احسان

الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَوْفُوا بِعَهْدِي أَوْفٍ

جو میں نے تم پر کئے اور تم پورا کرو میرا قرار تو میں

بِعَهْدِكُمْ وَآيَاتِي فَارْهَبُونَ وَأَمِنُوا بِمَا

پورا کروں تمہارا قرار اور مجھ ہی سے ڈرو اور مان لو اُس کتاب

أَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُونُوا

کو جو میں نے اتاری ہے سچ بتانے والی ہے اُس کتاب کو جو تمہارے پاس

أَوَّلَ كَافِرِيهٍ وَلَا تَشْرَوْا بِآيَاتِي ثَمَنًا

ہے اور مت ہو سب میں اول منکر اُس کے اور نہ لو میری آیتوں پر مول

اذْ كُورُوا: (فعل امر جمع مذکر مخاطب) تم یاد کرو۔ اَنْعَمْتُ: (ماضی واحد متکلم) میں نے انعام کی۔ اَوْفُوا: (فعل امر جمع مذکر مخاطب) پورا کرو۔ اَوْفٍ: (مضارع واحد متکلم) میں پورا کروں گا۔ مُصَدِّقًا: تصدیق کرنے والی (اسم فاعل صَدَّقَ) يَصَدِّقُ اَنْعَمْتُ نِقَاطًا۔ ثَمَنًا: مول، قیمت۔ تَشْرَوْا: تھوڑی قیمت سے خرید رہے ہیں۔ دُنْيَا کے مفاد کو دینی مفاد پر ترجیح دینا ثَمَنٌ قَلِيلٌ ہے۔

قَلِيلًا وَإِيَّاي فَاتَّقُونِ ۝ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ

تھوڑا اور مجھ سے بچتے رہو اور مت ملاؤ صحیح سے

بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

غلط اور مت چھپاؤ سچ کو جان بوجھ کر

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ

اور قائم رکھو نماز اور دیا کرو زکوٰۃ اور جھکو نماز میں جھکنے والوں کے

أَتَا مَرُوءِنَ النَّاسِ بِالْبُرِّ وَتَنسُونَ أَنفُسَكُمْ

کیا حکم کرتے ہو لوگوں کو بُرک کام کا اور بھولتے ہو اپنے آپ کو

وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝

اور تم تو پڑھتے ہو کتاب پھر کیوں نہیں سوچتے ہو

وَأَسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ

اور مدد چاہو صبر سے اور نماز سے اور البتہ وہ بھاری

تَنسُونَ : رسی پھینسی۔ بھنی بھولنا، مضارع، جمع مذکر مخاطب
تم بھول جاتے ہو۔ تَتْلُونَ : تلاً یعنی تلاوت کرنا، مضارع، جمع
مذکر مخاطب۔ تم پڑھتے ہو۔ تَعْقِلُونَ : عقل یعقل یعنی عقل کرنا

إِلَّا عَلَى الْخَشِيعِينَ ۝ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ

ہے مگر انہی عاجزوں پر جن کو یقین ہے کہ وہ

مُلْقُوا رَبَّهُمْ وَإِنَّمَّا إِلَهُكُمُ الرَّحْمَنُ ۝

روبرو ہونوالے ہیں اپنے رب کے اور یہ کہ ان کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے

يَظُنُّونَ: ظَنَّ بِمَعْنَى يَقِينٌ رَكْنَا، اِشْتِقَادٌ رَكْنَا: مَضَارِعٌ، جَمْعُ مَذْرُوعٍ
غَائِبٌ مُضَافٌ لِقِيَّوَا: (لَقِيَ) نَكَلًا، مَلَأَ: مَلَأَ، مَلَأَ قِيَّوَا وَاحِدٌ -
وَرَأْسُ مَلَأَ قِيَّوَا تَحَا: مَضَافٌ هُوَ لِقِيَّوَا مَلَأَ قِيَّوَا وَاحِدٌ - مَلَأَ قِيَّوَا
مَضَافٌ إِلَيْهِ هُوَ -

ضمیمہ ریح اول از پارہ اول

یٰقینہ صفحہ ۱۱۳۔ یہ لفظ انسانوں کے لیے بھی بولا جاسکتا ہے۔ رحیم
اور رحیم اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہیں۔

الْحَمْدُ: سب تعریف، تمام حمد و ستائش۔ رَبُّ: پالنے والا،
پروردگار۔ رَنِيْزٌ: یعنی مالک و آقا،

الْعَالَمِيْنَ: جمع عالم کی، کل جہان، کائنات، اس میں زمین
آسمان، انسان، فرشتے جن، جاندار سب شامل ہیں۔

یٰقینہ صفحہ ۱۱۴۔ راستہ، طریق۔ الْمُسْتَقِيْمُ: (استقامت

سے اسم فاعل) سیدھا۔ سیدھے راستہ سے مراد دین اسلام ہے۔
الَّذِيْنَ: جمع کے لیے اسم موصول، اَلْعَمَلُ: رُفْعٌ ماضی، واحد حاضر
مذکر، تو نے انعام کیا۔ مَخْضُوْبٌ: اسم مفعول، جن پر غضب کیا
گیا۔ الضَّالِّيْنَ: گمراہ، بھٹکے ہوئے، ضَلَّ سے اسم فاعل،

سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ

ال م: یہ حروف مقطعات کہلاتے ہیں۔ ذٰلِكَ: اسم اشارہ
مذکر بعید کے لیے۔ فِيْهِ: (ہے) فی حرف جر ہے۔ اور
ضمیر متصل ہے۔ هُدًى: ہدایت۔ اس کے مفہوم میں رہنمائی

اور منزل مقصود تک پہنچانا و ولوں شامل ہیں۔
 بقیہ صفحہ ۱۱۵:۔ روز قیامت، تقدیر وغیرہ ہے۔ یَقِيمُونَ
 مضارع، جمع مذکر غائب، قائم کرتے ہیں۔ قَامَ يَقُومُ سے باب افعال
 اقامت سے مراد سُنَّتِ نبوی کے مطابق جمہ امور کو پوری طرح ادا
 کرنا ہے۔ الصَّلَاةُ: نماز۔ اور اِقَامَتِ صَلَاةٍ سے مراد پانچوں
 وقت کی نماز کو پابندی وقت، خشوع و خضوع اور حضورِ قلب سے
 ادا کرنا ہے۔ مِمَّا: رَمِنَ + مَّا، اسی میں سے جو رَمِنَ قُنَا: ہم نے دیا
 راضی معروف، جمع متکلم، يُنْفِقُونَ: وہ خرچ کرتے ہیں۔ مضارع،
 جمع مذکر غائب۔ اَنْفَقَ يُنْفِقُ اِنْفَاقًا۔ اُنْزِلَ: اتارا گیا راضی
 مجہول، اُولَئِكَ: اسم اشارہ بعید کے لیے۔

الْمُفْلِحُونَ: فلاح پانے والے، کامیابی حاصل کرنے والا اسم فاعل،
 بقیہ صفحہ ۱۱۶:۔ دغا بازی کرنا۔ مراد ہے۔ فریب کا معاملہ کرنا۔
 بقیہ صفحہ ۱۱۹:۔ غائب، اِسْتَوْقَدَ: باب استفعال وَقَدَّ
 سے بمعنی جلانا، روشن کرنا۔ وَقُودٌ بمعنی ایندھن۔ اَضَاءَتْ: روشن
 کیا اس آگ نے (فعل ماضی واحد مؤنث غائب، ضَمٌّ سے باب افعال
 ہے۔ مَا حَوْلَهُ: مَا + حَوْلٌ + لَ۔ مَا: جو کچھ، حَوْلٌ: ارد گرد، لَ: اس
 شخص کے۔ اردو میں ماحول عام استعمال ہوتا ہے۔ حَصَمٌ: واحد
 اصَمٌّ: بہرہ، جوسن نہ سکے۔

بقیہ صفحہ ۱۲۰:۔ چھین لے مضارع، مَشَمُوا: ماضی جمع مذکر

غائب (مِشَى يَمِشِي چلنا ہے)

تقیہ صفحہ ۱۲۲ :- دو جگہ آگے مثل کے لیے ہے۔

تقیہ صفحہ ۱۲۶ :- گرائے گا، بہائے گا۔

تقیہ صفحہ ۱۲۶ :- فرشتے - اَنْبِيَاؤُنِي : اَنْبِيَاؤُ + رِنِي

بتلاؤ مجھے - نَبَا سے فعل امر ہے۔

تقیہ صفحہ ۱۲۸ :- اُس نے بڑا بننا چاہا۔

ذیل میں چند ضروری کردائیں ورج کی جاتی ہیں تاکہ طلبہ کو مختلف صیغوں کی پہچان اور معانی کا فرق معلوم ہو جائے

گردان فعل ماضی مطلق معروف

شخص	واحد	تثنیہ	جمع
مذکر	ذَهَبَ وہ گیا	ذَهَبَا وہ دو گئے	ذَهَبُوا وہ سب گئے
مؤنث	ذَهَبَتْ وہ گئی	ذَهَبَتَا وہ دو گئیں	ذَهَبْنَ وہ سب گئیں
مذکر	ذَهَبْتَ تو گیا	ذَهَبْتُمَا تم دو گئے	ذَهَبْتُمْ تم سب گئے
مؤنث	ذَهَبْتِ تو گئی	ذَهَبْتُمَا تم دو گئیں	ذَهَبْتُنَّ تم سب گئیں
متکلم	ذَهَبْتُ میں گیا	ذَهَبْنَا ہم دو یا سب گئے	

نوٹ :- (۱) متکلم کے لیے تثنیہ اور جمع کا ایک ہی صیغہ استعمال ہوتا ہے۔

(۲) ماضی مطلق کے ہر صیغے سے پہلے قَدْ لگانے سے ماضی قریب بن جاتا ہے جیسے قَدْ ذَهَبَ (وہ گیا ہے) قَدْ ذَهَبْتِ (تو ایک عورت گئی ہے) قَدْ ذَهَبْنَا (ہم سب گئے ہیں)۔

ماضی بعید کی گردان

شخص	واحد	تثنیہ	جمع
عائِب	مذکر گانَ نَصَرَ	گانَا نَصَرَا	گانُوا نَصَرُوا ان سب نے مدد کی تھی۔
	مؤنث كانت نَصَرَتْ	كانتَا نَصَرْتَا	کنَّ نَصَرْنَ اس عورت نے مدد کی تھی
حاضر	مذکر كنت نَصَرْتَ	كنتما نَصَرْتَمَا	كنتم نَصَرْتُمْ (تو) مرد نے مدد کی تھی
	مؤنث كنت نَصَرْتِ	كنتما نَصَرْتَمَا	كنتن نَصَرْتُنَّ تو عورت نے مدد کی تھی
مستقبل	مذکر مؤنث مذکر مؤنث	كنت نَصَرْتُ	کُنَّا نَصَرْنَا ہم نے مدد کی تھی

گردان باضی مجہول

شخص	واحد	تثنیہ	جمع
مذکور	قُتِلَ وہ ایک قتل کیا گیا	قُتِلَا وہ دو قتل کیے گئے	قُتِلُوا وہ سب قتل کئے گئے
غائب	مُوتَتْ وہ قتل کی گئی	مُوتَا وہ دو قتل کی گئیں	مُوتِنَ وہ سب قتل کی گئیں
مذکور	قُتِلَتْ تو قتل کیا گیا	قُتِلْتُمَا تم دو قتل کیے گئے	قُتِلْتُمْ تم سب قتل کیے گئے
عام	مُوتَتْ تو قتل کی گئی	مُوتِمَا تم دو قتل کی گئیں	مُوتِنَ تم سب قتل کی گئیں
مشکل	مذکور مُوتَتْ میں قتل کیا گیا	قُتِلْنَا ہم قتل کیے گئے	

گردان مضارع معروف

شخص	واحد	تثنیہ	جمع
مذکر	يَذْهَبُ وہ جاتا ہے یا جائے گا	يَذْهَبَانِ وہ دو جاتے ہیں	يَذْهَبُونَ وہ سب جاتے ہیں
	تَذْهَبُ وہ جاتی ہے یا جائیگی	تَذْهَبَانِ وہ دو جاتی ہیں	يَذْهَبْنَ وہ سب جاتی ہیں
مؤنث	يَذْهَبُ تو جاتا ہے یا جائے گا	تَذْهَبَانِ تم دو جاتے ہو	تَذْهَبُونَ تم سب جاتے ہیں
	تَذْهَبِينَ تو جاتی ہے یا جائے گی	تَذْهَبَانِ تم دو جاتی ہو	تَذْهَبْنَ تم سب جاتی ہو
مذکر مؤنث	أَذْهَبُ میں جاتا ہوں	نَذْهَبُ ہم جاتے ہیں یا جائیں گے	

نوٹ! مضارع کا صیغہ حال اور مستقبل دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے

گردان مضارع مجہول

شخص	واحد	تثنیہ	جمع
مذکور	يُقْتَلُ وہ قتل کیا جاتا ہے	يُقْتَلَانِ وہ دو قتل کیے جاتے ہیں	يُقْتَلُونَ وہ سب قتل کیے جاتے ہیں
غائب	يُقْتَلُ وہ قتل کی جاتی ہے	يُقْتَلَانِ وہ دو قتل کی جاتی ہیں	يُقْتَلُونَ وہ سب قتل کی جاتی ہیں
مذکور	يُقْتَلُ تو قتل کیا جاتا ہے	يُقْتَلَانِ تم دو قتل کیے جاتے ہو	يُقْتَلُونَ تم سب قتل کیے جاتے ہو۔
غائب	يُقْتَلِينَ تو قتل کی جاتی ہے	يُقْتَلَانِ تم دو قتل کی جاتی ہو	يُقْتَلُونَ تم سب قتل کی جاتی ہو
مذکور	يُقْتَلُ میں قتل کیا جاتا ہوں	يُقْتَلُ ہم دو یا سب قتل کیے جاتے ہو	يُقْتَلُ نقٹل

گردان فعل امر حاضر

(۱) نَصَرَ يَنْصُرُ

جنس	واحد	تثنیه	جمع
مذکر	أَنْصُرُ تو مدد کر	أَنْصُرَا تم دو مدد کرو	أَنْصُرُوا تم سب مدد کرو
مؤنث	أَنْصُرِي تو (عورت) مدد کر	أَنْصُرَا تم دو (عورتیں) مدد کرو	أَنْصُرْنَ تم سب (عورتیں) مدد کرو

(۲) ذَهَبَ يَذْهَبُ

جنس	واحد	تثنیه	جمع
مذکر	أَذْهَبُ تو جا	أَذْهَبَا تم دو جاؤ	أَذْهَبُوا تم سب جاؤ
مؤنث	أَذْهَبِي تو (عورت) جا	أَذْهَبَا تم دو (عورتیں) جاؤ	أَذْهَبْنَ تم سب (عورتیں) جاؤ

گردان فعل نہی حاضر

(۱) نَصَرَ يَنْصُرُ

جنس	واحد	تثنيه	جمع
مذکر	لَا تَنْصُرُ	لَا تَنْصُرَا	لَا تَنْصُرُوا
	تو مدد نہ کر	تم دو مدد نہ کرو	تم سب مدد نہ کرو
مؤنث	لَا تَنْصُرِي	لَا تَنْصُرَا	لَا تَنْصُرْنَ
	تو (عورت) مدد نہ کرو۔	تم دو مدد نہ کرو	تم سب عورتیں مدد نہ کرو

(۲) ذَهَبَ يَذْهَبُ

جنس	واحد	تثنيه	جمع
مذکر	لَا تَذْهَبُ	لَا تَذْهَبَا	لَا تَذْهَبُوا
	تو نہ جا	تم دو نہ جاؤ	تم سب نہ جاؤ
مؤنث	لَا تَذْهَبِي	لَا تَذْهَبَا	لَا تَذْهَبْنَ
	تو (عورت) نہ جا	تم دو نہ جاؤ	تم سب عورتیں نہ جاؤ

اَوْزَان

اسم مفعول: مَظْلُومٌ، مَقْتُولٌ، مَنصُورٌ، مَغضُوبٌ

اسم فاعل: صَادِقٌ، كَاذِبٌ، نَاصِرٌ، قَاتِلٌ

اسم تفضيل: الْكَبِيرُ، الصَّغِيرُ، الْجَمِيلُ، الْفَضِيلُ

اسم مبالغه: عَلامٌ، قَوَّامٌ، عَلامَةٌ، صِدِّيقٌ، ظَلُومٌ

مِقْدَامٌ، مِسْكِينٌ

صفة مشبهة: صَعْبٌ، صُلْبٌ، حَسَنٌ، جَبَانٌ

عَضْبَانٌ، شَرِيفٌ، اِخْصَاءٌ، فَرِحٌ، اَسْوَدٌ، اَحْمَرٌ

اسم اشارة: هَذَا، هُنَا، ذَلِكَ، تِلْكَ، هَؤُلَاءِ، اُولَئِكَ

ضمائير: هُوَ، اَنْتَ، اَنَا، هُمْ، اَنْتُمْ، نَحْنُ، كُنَّا، كُنْتُمْ

ي، هُمْ، كُمْ، نَا

عربی گرامر کی ابتدائی اور ضروری معلومات حاصل کرنے
کے لیے مؤلف کتاب ہذا کی راہمداریج القواعد
(۲) مرقاة القواعد مطالعہ کریں۔

نِعْمَتِ الْفَائِدَةِ

فِي مَطَالِبِ

سُورَةِ الْمَائِدَةِ

(اتحاد پيس بل روڈ - لاہور)

سُورَةُ الْمَائِدَةِ

مع

ترجمہ و مطالب

تعارف | سورۃ المائدہ مدنی ہے۔ ہر وہ سورت جو ہجرت کے بعد نازل ہوئی مدنی کہلاتی ہے۔ خواہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہو یا کسی سفر میں۔ ہجرت سے پہلے نازل ہونے والی سورتوں کو مکی کہتے ہیں سورۃ المائدہ میں ۱۲۰ آیات ہیں۔ اس کو سورۃ العنقود اور سورۃ المنقذۃ بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ اس میں ایفائے عہد کا ذکر ہے۔ اور اس پر عمل کرنے سے عذابِ دوزخ سے نجات ملتی ہے اُمّ المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ باعتبار نزول یہ آخری سورت ہے۔ اس میں جن چیزوں کو حلال کہا گیا ہے۔ انہیں حلال سمجھو اور جن چیزوں کو حرام ٹھہرایا گیا ہے۔ انہیں حرام سمجھو۔ قرآن مجید کی ترتیب کے لحاظ سے یہ پانچویں سورت ہے۔

اس کی ۸۶ آیات چھٹے پارے میں ہیں اور ۳۸ آیات ساتویں پارے میں۔

اس کا بیشتر حصہ یہود و نصاریٰ سے متعلق ہے۔ اور کچھ حصہ منافقوں اور مشرکوں سے متعلق۔ اس سورت میں ٹھارہ ٹھیس ایسے احکام بیان فرمائے گئے ہیں جو کسی دوسری سورت میں بیان نہیں کیے گئے۔

تکمیل دین والی آیت **رَالْيَوْمِ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ** حجۃ الوداع میں جمعہ کے دن عرفہ کی شام کو نازل ہوئی تھی۔

اجمالی خاکہ | اس سورت میں شریعت کے بعض اصول و فروع اور

احکام دین کے اعتقادی اور عملی پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے جنہیں اجمالی طور پر ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لیے اپنے پسندیدہ دین کو مکمل کر دیا۔ اور اسلام ایسی بڑی نعمت کو ہر لحاظ سے کامل ٹھہرایا۔

۲۔ دین اسلام اعتقاد و ہدایت اور اخلاق و اعمال کے لحاظ سے یقینی علم پر مبنی ہے۔ اس میں ظن اور تقلید کے لیے کوئی راہ نہیں۔

۳۔ اللہ کا دین ہمیشہ سے ایک ہی چلا آیا ہے۔ اگرچہ انبیاء کی شریعتوں اور طریقوں میں اختلاف رہا ہے۔

۴۔ سب پیغمبروں نے اللہ کے دین کے اصول یہ بتائے ہیں
ایمان باللہ، ایمان بالآخرت اور عمل صالح۔

۵۔ قرآن مجید دوسری الہامی کتابوں پر مہینین، رقیب اور
شہید بن کر آیا ہے۔

۶۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت عالمگیر ہے۔ آپ تمام
دنیا کے لیے مبعوث ہوئے ہیں۔ آپ کو عام تبلیغ کا حکم
ملا ہے۔ آپ نے اپنی کتاب کے ان احکام کو ظاہر کیا جنہیں
وہ چھپاتے تھے۔

۷۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا
ذمہ اٹھایا۔ کوئی شخص آپ کو ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ اور
نہ تبلیغ رسالت سے روک سکتا ہے۔

۸۔ اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو اس بات سے روک دیا کہ وہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے سوالات پوچھیں جو
پوچھنے والوں کے لیے باعث تکلیف بن جائیں۔

۹۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لیے انفرادی اور جماعتی
اصلاح واجب ٹھیل دی۔ اور حکم دیا کہ لوگوں کو ہستی
اور نیکی کی طرف بلاؤ اور برائی سے روکو۔

۱۰۔ نیکی اور برہنہ کاری کے کاموں میں تعاون اور گناہ اور
سرسختی کے کاموں سے عدم تعاون اور تعاونی کا حکم دیا۔

۱۱۔ کھانے پینے کے بارے میں حلال و حرام کی تفصیلات۔
ذاتی اعتبار سے حرام اور دینی اعتبار سے حرام چیزوں
کا بیان۔

۱۲۔ شراب اور جوا (قمار) حرام ہیں۔

۱۳۔ تمام دنیوی معاملات میں ایفائے عہد کو ضروری قرار دیا۔

۱۴۔ کسی قوم پر بغض و عداوت کی وجہ سے زیادتی کرنا ممنوع
ٹھہرایا۔

۱۵۔ شہادت بالقسط اور مسلم و غیر مسلم اپنے اور پرانے کے درمیان
عدل و انصاف کی تلقین۔

۱۶۔ کعبہ کو بیت الحرام ٹھہرانے کی حکمت۔

۱۷۔ نماز کے لیے اذان کا بیان۔

۱۸۔ وضو، غسل اور تیمم کے احکام

۱۹۔ ایمان والوں کو کفار کی دوستی سے حمانعت

۲۰۔ تعزیرات و عقوبات کا بیان، مثلاً فساد فی الارض، اہل

بہل کے خلاف بغاوت اور چوری وغیرہ کی سزائیں۔

۲۱۔ قسم اور اس کا کفارہ

۲۲۔ سورت سے پہلے وصیت

۲۳۔ تقویٰ کا حکم

۲۴۔ حرم ہیں شکار اور محرمات احرام کے احکام۔

۷۵۔ آخرت میں جزا سزا کا معاملہ خدا نے واحد کے ہاتھ میں ہے۔ اور اُس دن صدق ہی لوگوں کو فائدہ پہنچائے گا۔
زمین و آسمان کی بادشاہی خدا کو زیب دیتی ہے۔

مَعَارِفِي وَمَطَالِبِ سُورَةِ الْمَائِدَةِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آیت نمبر ۱۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَوْفُوْا

اے ایمان والو! اپنے اقراروں کو پورا کرو

بِالْعُقُوْدِ اُجِلَتْ لَكُمْ بِهَیْمَةٍ الْاَنْعَامِ

تم کو چوپائے جانور بجز ان کے جو تمہیں پڑھ کر سنانے

اِلَّا مَا یُتْلٰی عَلَیْكُمْ غَیْرَ مُجْلِی الصَّیْدِ

جائیں گے حلال کر دیئے گئے ہیں مگر احرام حج میں شکار

وَ اَنْتُمْ حُرْمٌ اِنَّ اللّٰهَ یَحْكُمُ مَا یُرِیْدُ

کو حلال نہ جاننا خدا جیسا چاہتا ہے حکم دیتا ہے

تشریح الفاظ

اَوْفُوا: فعل امر، پورا کرو۔ وِفَاءٌ اور

اِيفَاءٌ دونوں ہم معنی ہیں۔ یعنی بلا کم و کاست پورا کرنا۔ الْعُقُودُ:

واحد عقداً بمعنی گروہ، باندھنا، اس کی ضد حَلٌّ کھولنا ہے

حَلٌّ وِعْقْدٌ بمعنی بست و کشاد معروف ہے۔ عقد نکاح بھی

مستعمل ہے۔ عہد و پیمان اور پکے وعدے کے لیے استعمال ہوا

ہے۔ کتاب و سنت کے مطابق دین و دنیا کے ہر قسم کے عہد و

پیمان کو حاوی ہے۔ خواہ خرید و فروخت اور نکاح و طلاق سے

متعلق ہو یا عبادات اور نذر و نیاز سے۔ بِرِئِمَةٍ: چوپائے

جمع بَعَائِمٌ ہے۔ بھروسے نکلا ہے، ابھام اور مبہم عام مستعمل ہے

الْأَنْعَامُ: مویشی جیسے اونٹ، گائے، بکری بھڑ، دنبہ وغیرہ

أُحِلَّتْ: حلال کئے گئے۔ یُسَلَّى: مضارع مجہول، پڑھا جائے،

تلاوت کیا جائے۔ مراد ہے حرام ٹھیرانے والی آیت اِحْرَامَتُ

عَلَيْكُمْ الْمَيْتَةُ، کی تلاوت یعنی جس چیز کو قرآن و حدیث حرام

قرار دیں۔ غَيْرَ مُحَلِّي الصَّيْدِ: بغیر حلال ٹھیرانے کے شکار

کو۔ حُرْمٌ: واحد حَرَامٌ۔ احرام کی حالت میں یعنی حج یا عمرہ

کے لیے احرام باندھنے کے بعد یا حدود حرم میں داخل ہونے کے

بعد شکار نہیں کرتے اور نہ شکار کیے ہوئے حلال جانوروں

کا گوشت کھاتے ہیں۔ غَيْرَ مُحَلِّي: حال واقع ہوا ہے۔ مُحَلِّي اصل میں

مُحَلِّلٌ تھا۔ ن بوجہ مضاف کے حذت کر دیا گیا۔

مفہوم و مطلب اللہ تعالیٰ نے سورۃ المائدہ کے آغاز میں مومنوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے ایمان والو! اپنے وعدوں کو پورا کرو۔ یہ وعدے تین طرح کے ہو سکتے ہیں۔ (۱) اللہ اور بندوں کے درمیان جیسے احکام و عبادات (۲) دونوں کے درمیان جیسے نکاح، شرکت، کاروبار، خرید و فروخت، وصیت وغیرہ (۳) بندے کا اپنے دل سے عہد و پیمانہ جیسے نذر و نیت وغیرہ (جائز طریقے سے) پھر ان میں سے بعض یعنی احکام شریعت کی تفصیلات ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بیٹری، بکری، گائے، اونٹ وغیرہ تمہارے لیے حلال ٹھیرائے ہیں۔ البتہ وہ جانور حرام ہیں۔ جن کا ذکر تیسری آیت میں آئے گا۔ اور جب تم حج یا عمرہ کی نیت سے احرام باندھ لو یا حدود حرم میں داخل ہو جاؤ تو شکار کرنا یا شکار کا گوشت کھانا جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مصاحفوں کو خوب جانتا ہے۔ وہ تو تمہاری بہبودی اور بہتری کے پیش نظر فیصلے صادر فرماتا اور حکم جاری کرتا ہے۔ احرام باندھ لینے کے بعد ارض حرم میں ہو یا باہر شکار کرنا یا اس کا گوشت کھانا مجرم کے لیے جائز نہیں۔ اسی طرح حدود ارض حرم کے اندر پہنچ کر شکار یا شکار کا گوشت کھانا جائز نہیں خواہ احرام نہ بھی باندھا ہو۔ اللہ کا حکم بہر حال نافذ ہوگا۔ اس کے حکم سے کوئی انکار نہیں ہو سکتا۔ اس کا حکم آخری اور قطعی ہے

آیت نمبر ۲۔ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحْلُوا

اے ایمان والو! خدا کے نام کی چیزوں کی

شَعَائِرِ اللَّهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا

بے حرمتی نہ کرنا اولیٰغے ادب کے مہینے کی اور نہ

الْهُدَىٰ وَلَا الْقَلَائِدَ وَلَا أُمِّينَ

قربانی کی اور نہ ان جانوروں کی (جو خدا کی نذر کر دیئے گئے ہوں اور) جن کے گلے

الْبَيْتِ الْحَرَامِ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنْ

پٹے بندھے ہوں۔ اور نہ ان لوگوں کو جو اپنے پروردگار کا فضل اور اسکی خوشنودی

رَبِّهِمْ وَيَرْضَوْنَا وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا

کے طلبگار ہو کر عزت کے گھر (یعنی بیت اللہ) کو جارہے ہوں اور جب حرام اتار دو

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ أَن صَدُّوكُمْ

تو شکار کرو اور لوگوں کی دشمنی اس وجہ سے کہ انہوں نے تم کو عزت والی مسجد

عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَن تَعْتَدُوا

سے روکا تھا تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ ان پر زیادتی کرنے لگو

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا

اور (دیکھو) نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے

تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَ

کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم کی باتوں میں مدد نہ کیا کرو اور

اتَّقُوا اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ

خدا سے ڈرتے رہو کچھ شک نہیں کہ خدا کا عذاب سخت ہے

لَا تَحْلُوا: نہ توڑو۔ بے حرمتی نہ کرو۔

شَعَائِرَ اللَّهِ: اللہ کے مقررہ دستور

تشریح الفاظ

اللہ کی حدود، حلال و حرام۔ تمام مناسک حج۔ دین کے فرائض
علامات۔ نشانات۔ صفا و سروہ۔ قربانی کے جانور وغیرہ شعائر
کا مفرد شِعَارَةٌ اور شَعْبِيرَةٌ آتے ہیں۔

الشُّهُرَ الْحَرَامَ: مفرد استعمال کر کے جنس مذرا دل ہے

یعنی الأشهر الحرم۔ عزت و حرمت والے چار مہینے ہیں

ذُو الْقَعْدَةِ، ذُو الْحِجَّةِ، مُحَرَّمٌ، رَجَبٌ ان مہینوں

میں لڑنا جھگڑنا منع ہے۔ الہْدَى: ہر وہ جانور (اونٹ،

بیڑ، بکری، گائے وغیرہ) جسے بیت اللہ کے لیے نذر کر دیا

جائے۔ مفرد هَدْيَةٌ، هَدْيَةٌ۔ الْقَلَائِدُ: واحد

قِلَادَةٌ ہے۔ جس شے سے قربانی کے جانوروں کو باندھا
 جائے مثلاً رسی وغیرہ القلائد سے مراد وہ جانور بھی
 ہیں جن کے گلوں میں پٹے بندھے ہوئے ہوں۔ آمِّین :
 اسم فاعل، آمَمَ سے نکلا ہے۔ البیت الحرام: کعبہ
 بیت اللہ۔ آمِّین البیت الحرام: حج کے لیے کعبہ کا
 قصد کرنے والوں یَبْتَغُونَ: طلب کرتے ہوئے (بغی سے
 اِبتغی باب افتعال ہے)۔ فَضْلًا: تجارت میں فائدہ۔ ثواب
 رِضْوَان: خوشنودی۔ حَلَسْتُمْ: تم احرام کھول دو، یا
 حدود حرم سے باہر نکل جاؤ۔ فَاصْطَادُوا: فعل امر ہے۔
 اصْطَادَ صَيْدًا سے باب افتعال، شکار کرو۔ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ
 جُرْمُ، يَجْرِمُ جَرْمًا یعنی اکسانا، کاٹنا، تمہیں نہ اکسائے،
 برا نگیختہ نہ کرے۔ شَنَّانٌ: دشمنی، بغض و عداوت۔
 صَدُّوْكُمْ: تمہیں روکا۔ تَعْتَدُوا: تم زیادتی کرو۔ البِرُّ
 نیکی کے کام جس کے کرنے سے اطمینان قلب حاصل ہو جائے
 حسن خلق کا نام البِرُّ ہے۔ (حدیث) تقویٰ: گناہوں اور برائیوں
 سے اجتناب کا نام ہے۔ الإِثْمُ: ہر قسم کے گناہ کو اِثْمٌ
 کہتے ہیں۔ جو چیز تمہارے دل میں کھٹکے اور تم چاہو کہ لوگوں
 کو معلوم نہ ہو تو وہ اِثْمٌ یعنی گناہ ہے (حدیث)

مفہوم و مطالب

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ
اے ایمان لائے والو! اللہ کی مقرر کردہ

حدود سے باہر نہ نکلو۔ دین کے تمام احکام پورے طور پر
بجھ لاؤ۔ حج کے مناسک میں کمی بیشی کی کسی کو اجازت نہیں،
وقوف عرفہ، طواف، سعی، رمی رکنریاں پھینکنا، وغیرہ تمام
آداب و رسوم کو اچھی طرح کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح کسی
مومن کو یہ اجازت نہیں کہ حرمت والے مہینوں یعنی ذوالحجہ
ذوالحجہ، محرم، رجب، بالخصوص حج کے موسم میں مشرکین
سے جنگ کرے۔ یہ بھی جائز نہیں ہے کہ قربانی کے وہ جانور
جنہیں بیت اللہ کے چاکر قرب الہی کے لیے ذبح کرنا مقصود
ہے۔ انہیں راستے میں روک لیا جائے۔ ایسے جانوروں کی جوئی،
غصب اور چھبے کا سبب ممنوع ہیں۔ ہن جانوروں کے
گلے میں پٹے بڑھے ہوئے ہوں۔ ان کے بارے میں بھی یہی حکم
ہے یہ بھی مفہوم ہے کہ قربانی کے ایسے جانوروں کے گلے
سے پٹہ، رسی یا کوئی اور علامت یا نشانی والی چیز کو اتارنا
جائز نہیں، اس آیت میں مومنوں کو بیت اللہ کی زیارت کرنے
والوں کو روکنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔ فرمایا کہ اگر کوئی
کافر، مشرک کعبہ میں حج، عمرہ یا تجارت اور کاروبار کے
لیے آنا چاہے تو اسے روکا نہ جائے بعد میں مشرکین کا داخلہ

ممنوع قرار دیا گیا فلا یقر بوا المسجد الحرام بعد
 عامہم یعنی اس سال کے بعد مشرک مسجد حرام کے پاس نہ
 پھٹکنے پائیں، جب تم احرام اتار دو یا ارض حرم سے باہر چلے
 جاؤ تو تمہیں شکار وغیرہ کی اجازت ہے۔ یہ حماقت تو صرف
 سرزمین پاک میں قیام کے دوران یا احرام کی حالت میں تھی۔
 یہ درست ہے کہ مشرکین مکہ نے مومنوں کو زیارت بیت اللہ
 سے باز رکھنے کے لیے حدیبیہ کے مقام پر ۶ھ میں روک
 دیا تھا۔ لیکن یہ مومن کی شان کے منافی ہے کہ وہ اس
 بغض و عداوت کی بنا پر کسی کافر یا مشرک کو زیارت بیت اللہ
 سے روک دے۔ مومن کو اعلیٰ کردار کا سبق دیا گیا ہے۔ کہ اگر
 مشرکوں نے حماقت کر کے تمہیں ۶ھ میں مسجد حرام کی زیارت
 سے روک دیا تھا تو تمہیں قطعاً زیم نہیں دیتا کہ تم بھی اسی
 انداز میں انتقام لو اور مشرکوں کو حج یا عمرہ سے روکو۔ آخر
 میں فرمایا کہ نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی
 مدد کرو۔ کیونکہ اس سے انسانی معاشرے کا قیام و بقا ہے اور
 انسانوں کے لیے نیکی ہی میں سکون و راحت ہے۔ برائی، گناہ
 اور ظلم کے کاموں میں تعاون اور شرکت سے روک دیا کیونکہ
 ظلم و جور، گناہ اور برائی سے انسانی معاشرہ امن و سکون سے
 محروم ہو جاتا ہے۔ نیکی تو یہ ہے کہ ہر انسان دوسرے انسان کو

فائدہ پہنچائے اور رضا الہی کا طالب رہے۔ عالم اپنے علم سے لوگوں کو فائدہ پہنچائے، مالدار آدمی اپنی دولت سے غریبوں، محتاجوں اور ضرورت مندوں کے کام آئے، بہادر انسان کمزوروں کو ظلم سے بچائے۔ تقویٰ یہ ہے کہ اللہ کی نافرمانی سے بچیں، اللہ کی خوشنودی حاصل کریں۔ اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا۔ کہ ظلم اور گناہ کے کاموں میں کسی کے ساتھ تعاون نہ کرو۔ اگر کوئی شخص گناہ کا ارتکاب کرتا ہے۔ یا کسی پر ظلم و زیادتی کرتا ہے تو اس کی مدد نہ کرو۔ بلکہ اسے روک دو۔ نیکی سے محبت اور برائی سے نفرت پیدا کرنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔ نیک کام کر کے دل خوش ہوتا ہے اور گناہ سے ضمیر مردہ ہو جاتا ہے بلکہ گناہ کا تباہی کر دل میں کھٹکتا رہتا ہے۔ آیت کو ختم کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دلوں میں اللہ کا ڈر پیدا کرو۔ اس کی گرفت بڑی سخت ہے اس کے عذاب سے کوئی بچا نہیں سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر انسان کے دل میں اللہ کا ڈر پیدا ہو جائے۔ تو پھر اس سے گناہ کا ارتکاب نہیں ہو سکتا۔

آیت نمبر ۳: حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ الْمَيْتَةُ

تم پر حرام ہوا جانور اور (بہتا) لہو

وَالدَّامُ وَلَحْمُ الْخَيْزُرِ وَمَا أَهَلَ

اور سور کا گوشت اور جس چیز پر خدا کے سوا کسی

لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمَنْخِفَةُ وَالْمَوْثُودُ

اور کا نام پکارا جائے اور جو جانور گلا گھٹ کر مر جائے اور جو چوٹ

وَالسُّرْدِيَّةُ وَالنَّطِيئَةُ وَمَا أَكَلَ

گگ کر اور جو گر کر مر جائے اور جو سینگ لگ کر مر جائے یہ سب

السَّبْعُ إِلَّا مَا ذَكَرْتُمْ وَمَا ذُيِعَ

حرام ہیں اور وہ جانور بھی جس کو دندے پھاڑ کھا میں مگر جس کو تم دمرنے سے پہلے

عَلَى النَّصَبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ

ذبح کر لو اور وہ جانور بھی جو تھان پر ذبح کیا جائے اور یہ بھی کہ پاسوں سے

ذَلِكُمْ فَسُقُطُ الْيَوْمِ يَدِينُ الَّذِينَ

قسمت معلوم کرو۔ یہ سب گناہ کے کام ہیں۔ آج کافر تمہارے دین سے ناامید

كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَحْشَوْهُمْ

ہو گئے تم ان سے مت ڈرو اور مجھی سے ڈرتے رہو

وَاحْشَوْنَ الْيَوْمَ أَلْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ

(اور) آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا

وَأَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ

اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمہارے لیے اسلام کو

الْإِسْلَامَ دِينًا فَمِنْ اضْطُرَّ فِي

دین پسند کیا ہاں جو شخص بھوک سے ناچار ہو جائے

مَخِصَّةٍ غَيْرِ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ

بشرطیکہ گناہ کی طرف مائل نہ ہو تو خدا

اللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ

بخشنے والا مہربان ہے

تَشْرِيحُ الْقَاطِ حُرْمَتُ: (ماضی مجہول) حرام کر دیے گئے

الْمَيْتَةُ: مرا ہوا جانور، مردار، جو جانور اپنی طبعی موت مر گیا

ہو۔ الدَّامِرُ: خون جو بہا یا گیا۔ بہنے کے بعد منجمد خون بھی
 اس میں شامل ہے۔ أَحْمَرُ الْخِنْزِيرِ: سور کا گوشت۔ اہل
 شہرت دیا جائے، مشہور کیا جائے، پکارا جائے۔ الْمُنْحَنِقَةُ
 گلا گھٹ کر مرا ہوا۔ خواہ کوئی آدمی کسی جانور کا گلا بند کر کے
 مار ڈالے، یا کسی اور وجہ سے گلا گھٹ جائے (مُخْنَقٌ مَادَةٌ
 خَنْقٌ) الْمَوْقُودَةُ: ضرب اور چوٹ سے مرا ہوا۔ لکڑی
 یا پتھر یا کسی اور چیز سے جانور کو مار مار کر ہلاک کر دیا
 جائے رَوَقْدًا يَقْدًا وَقْدًا بِمَعْنَى شَدِيدٍ ضَرْبٍ لِكَانَ الْمُرْدِيَّةِ
 کسی بلند جگہ سے گر کر مرا ہوا، پہاڑ سے، مکان کی چھت سے،
 یا کنویں میں گر کر مر جائے۔ رَرِدِي يَرْدِي بِمَعْنَى گِرَا، ہلاک
 ہونا، خواہ جانور خود بخود گر کر مر جائے یا کوئی آدمی اسے
 گرائے دونوں کا حکم ایک ہے۔ النُّطِيحَةُ: رَنْطَمٌ يَنْطَحُ
 بِمَعْنَى سِيْنَكٌ مَارِنًا کسی دوسرے جانور کے سینک کی ضرب سے
 مرا ہوا۔ اَكْلٌ: کھایا (راضی معروف) السَّيْمُ: پتھر سے پھاڑنے
 والے جانور جیسے شیر، بھیریا، چیتا وغیرہ۔ مراد ہے۔ وہ جانور
 جسے شیر یا کسی اور درندے نے پھاڑا ہو اور وہ جانور مر
 چکا ہو۔ ذَكِيْتُمْ: تم ذبح کر لو (بصورتِ زندہ) ذَبْحٌ:
 ذبح کیا جائے (راضی مجہول) النَّصْبُ: پتھر جو پوجا کے
 لیے نصب کئے جاتے تھے۔ مراد بیت، نشان وغیرہ جن پر عرب

جانور ذبح کر کے خون گراتے تھے۔ تَسْتَقْسِمُوا: (قسمت
 یَقْسِمُ: یعنی باٹنا، تقسیم کرنا سے استقسام باب استفعال
 ہے) تم قسمت معلوم کرو۔ اَزْلَامٍ: (واحد زکرا، لکڑی کے
 تیر۔ زمانہ جاہلیت میں عرب جب کسی کام کا ارادہ کرتے تو پہلے
 فال کے ذریعہ قسمت معلوم کرتے تھے۔ ایک ٹکے میں دس تیر
 ہوتے۔ ایک پر لکھا ہوتا کہ میرے رب نے مجھے حکم دیا۔ اگر
 یہ تیر نکلتا تو کام شروع کر دیا جاتا۔ دوسرے تیر پر لکھا ہوتا
 کہ میرے رب نے مجھے منع کیا ہے۔ جب یہ تیر نکلتا تو وہ
 کام سے باز رہتا۔ تیسرے پر کچھ بھی نہ لکھا ہوتا۔ اس تیر
 کے نکلنے کے بعد وہ آدمی پھر قرعہ اندازی کرتا اور قسمت
 آزماتا۔ یہ جوئے اور قسمت کے تیر کہلاتے تھے (قَوْلُ الْمُؤْمِنِينَ
 فِی سُبْحَانَ اللَّهِ عِندَ ذِكْرِ الرَّسُولِ مِنْهُ لَمَعْلُومٌ: آج کے دن۔ یعنی حجۃ الودعہ
 نامہ یوم عرفہ بروز جمعۃ المبارک جس دن یہ آیت مبارکہ
 نازل ہوئی۔ لیکن بعض کے نزدیک یہ فتح مکہ کے دن سے مراد
 ہے۔ یُنِسْ: اَیْسَ یُنِسْ اِیَّاسًا۔ مایوس ہونا، ناامید
 ہونا۔ فَلَا تَخْشَوْهُمْ: رَخِشَى یَخْشَى دَرْنَا اِیْسَ اِن
 سے نہ ڈرو۔ رَخِیْتُ: اِرْضَى یَرْضَى پسند کرنا، راضی ہونا
 میں نے پسند کیا۔ اضْطُرُّ: ناچار ہو جائے، مجبور ہو جائے، اضطرار
 حالت میں ہو۔ مَخْصَصَةٌ: بھوک، خالی پیٹ۔ صَبْحًا یَغِیْبُ

مائل، جھکنے والا۔ (مادہ جنف ہے)۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حلال و حرام

مفہوم و مطلب

کی حدود متعین کرتے ہوئے ایمان والوں کو کھلے الفاظ میں بتایا کہ مندرجہ ذیل چیزیں کھانا حرام ہے کیونکہ بنی نوع انسان کی مصلحت کا تقاضا یہی ہے۔ طبی اور شرعی لحاظ سے یہ چیزیں انسانی صحت کے لیے مضر ہیں:-

۱۔ مردار، مردہ جانور کو کھانے سے طبع سلیم نفرت کرتی ہے

البتہ مچھلی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال قرار

دیتے ہوئے فرمایا کہ دریا اور سمندر کا پانی پاک ہے

اور پانی کا مردہ یعنی مچھلی حلال ہے۔ مچھلی کے علاوہ دوسرے

مردہ جانوروں کو کھانے سے سینکڑوں بیماریاں پیدا ہوتی ہیں

۲۔ جانوروں کا بہایا ہوا خون خواہ منجمد ہو چکا ہو۔ البتہ طبعی

طور پر منجمد خون یعنی کلیجہ اور تلی (طحال) یہ دونوں مستثنیٰ

ہیں۔ ان کا کھانا حلال ہے۔

۳۔ سور کا گوشت، کیونکہ اس کے گوشت میں ایسے جراثیم

موجود ہیں۔ جو طبی لحاظ سے مضر صحت ہیں۔ سور کا

گوشت کھانے سے حرکت قلب بند ہو جانے، خون کا

وباؤ اور معدے کی کئی ایک بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

۴۔ غیر اللہ کے نام سے پکارا ہوا جانور یا کھانا وغیرہ، اس

۵۔ میں غیر اللہ کے نام پر نذر و نیاز بھی شامل ہے۔
 گلا گھٹ جانے سے مرا ہوا جانور، خواہ گلا گھٹنے کی وجہ
 آدمی ہو یا کوئی اور چیز۔ عرب کے بعض لوگ زمانہ
 جاہلیت میں ایسے جانور کو کھا لیتے تھے۔ قرآن مجید
 نے ایسے جانور کو کھانے سے منع فرمایا۔

۶۔ وہ جانور جسے کسی لکڑی، لوہے یا پتھر سے مار مار کر ہلاک
 کر دیں۔ جاہلی عرب ایسے جانور کو بھی کھا لیتے تھے۔ اسلام
 نے موقوفہ کو حرام قرار دیا کیونکہ یہ بھی مردار کے حکم
 میں ہے۔ علاوہ ازیں اسلام جانوروں کو عذاب اور تکلیف
 دینا پسند نہیں کرتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
 جب جانور کو ذبح کرو تو تیز دھار والی چھری سے ذبح
 کرو۔ تاکہ وہ جلدی ذبح ہو جائے۔ اسلام کے نزدیک
 جانور کو ذبح کرنا مقصود ہے۔ عذاب اور تکلیف دینا
 مقصود نہیں۔

۷۔ وہ جانور جو پہاڑ یا کسی اونچی جگہ سے یا کنویں وغیرہ
 میں گر کر مر جائے۔ ایسا جانور بھی مردار کے حکم میں
 آتا ہے۔

۸۔ وہ جانور جو دوسرے جانور کے سینگ لگنے سے ہلاک
 ہو جائے۔

۹۔ کسی درندے کا پھاڑا ہوا جانور جو مرچکا ہو۔ زمانہ جاہلیت کے عرب ایسے ضرورہ کو کھا لیتے تھے۔ اسلام نے منع فرمادیا البتہ اگر کوئی درندہ کسی جانور کو پھاڑ ڈالے۔ پھر اس جانور میں زندگی باقی ہو تو اسے صحیح طور پر گردن پر چھری چلا کر ذبح کیا جائے۔ اور اس سے خون بہنے لگے تو ایسے مذبوہ کو کھانا جائز و حلال ہے۔

۱۰۔ ایسا جانور جسے کسی بت یا تھان پر نذر چڑھا کر ذبح کر لیا۔ ان دس صورتوں میں جانوروں کو کھانا حرام ٹھہرانے کے بعد فرمایا کہ توہم پرستی انسان کو اخلاقی طور پر کمزور بنا دیتی ہے۔ اس لیے تیروں سے فال لینا توہم پرستی سے کم نہیں۔ انسانی شرافت اور بزرگی کے منافی ہے۔ اس لیے یہ بھی حرام ہے، خدا کی ٹھہرائی ہوئی حدود کو توڑنا گناہ ہے۔ اور گناہ سے بچنا مومن کا شیوہ ہے۔

مؤمن کی شان تو یہ ہے۔ کہ اللہ پر بھروسہ کرتے ہو ہر موج دریا سے ٹکرا جائے۔ کمزور عقیدہ اخلاقی اور روحانی کمزوری کا باعث ہوتا ہے۔ اسلام نے انسانوں کو اس توہم پرستی سے بچایا اور انسانی خواہشات کی تکمیل کے لیے انہیں ستار سکھایا تاکہ ایک مومن کے تعلقات اللہ تعالیٰ سے زیادہ مضبوط

ہو جائیں۔ اور وہ ہر معاملے میں اللہ پر بھروسہ کرنے کا شوگر بن جائے۔ استخارہ کا سہروم یہ ہے کہ جب کوئی مومن کسی کام کا ارادہ کرے تو وضو کر کے دو رکعت ادا کرے پھر اللہ تعالیٰ سے بھلائی کی دعا مانگے اور برائی اور تکلیف سے بچنے کی درخواست کرے۔ کتب حدیث میں یہ دعائے استخارہ موجود ہے۔

پھر فرمایا کہ آج یعنی حجۃ الوداع میں عرفہ کے دن جمعہ کی شام کو اللہ تعالیٰ نے کافروں کی امیدوں پر پانی پھیر دیا ہے۔ اب وہ بالکل نا امید اور مایوس ہو چکے ہیں۔ ان کی یہ تمنا اور منصوبہ کہ اسلام کو نیچا دکھائیں کبھی پورا نہیں ہو سکتا وہ اسلام کو مٹانا چاہتے تھے اللہ نے ان کے ارادوں کو خاک میں ملا دیا۔ اب ان کی طرف سے خطرہ کم محسوس ہو گا ان کا ڈر دلوں سے نکال دو۔ وہ نہ تو تمہارے دین کو باطل ٹھہرا سکتے ہیں اور نہ تمہیں دین سے منحرف کر سکتے ہیں۔ ان سے خوف کھانے کی کوئی وجہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ڈر تمہارے دلوں میں ہونا چاہیے۔ اس کے احکام کی خلاف ورزی سے ڈر جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے حلال و حرام چیزوں کو بڑی وضاحت سے بیان فرما دیا ہے۔ حلال اور حرام واضح ہو چکے ہیں۔ ایمان والوں پر اتمام نعمت بھی ہو چکا ہے۔ اللہ نے

مؤمنوں کے لیے دین اسلام کو پسند فرمایا ہے۔ آیت کو شروع کیا تھا کہ فلاں فلاں جانور حرام ہے۔ اب آیت کو ختم کرتے وقت پھر بتایا ہے کہ اگر کوئی مؤمن انسان بھوکوں مر رہا ہو تو اس کے لیے ان چیزوں کو بحالت مجبوری کھا لینے میں چنداں مضائقہ نہیں۔ مقصد بھوک کو روکنا ہو، نہ یہ کہ جانوروں کو کاٹ کاٹ کے ختم کر دیا جائے۔ مقصد یہ ہو کہ پیٹ میں کوئی ہلکی سی غذا مہیا کی جائے۔ نہ کہ لذت و ذائقہ کے لیے حرام چیزوں سے پیٹ بھر لیں۔ اگر اس کے بعد کسی سے کوئی لغزش یا کوتاہی ہو جائے اور اس کا میلان گناہ کی طرف نہ ہو۔ تو اللہ تعالیٰ معاف کر دینے والے ہیں۔

آیت نمبر ۴-۵ یَسْأَلُونَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ

تم سے مؤمن پوچھتے ہیں کہ کون کونسی چیزیں ان کے

قُلْ أُحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبَاتُ وَمَا عَلَّمْتُم

یہ حلال ہیں (ان سے) کہدو کہ سب پاکیزہ چیزیں تمہارے لیے حلال ہیں

مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ تُعَلِّمُونَهُنَّ

اور وہ شکار بھی حلال ہے جو تمہارے لئے ان شکاری جانوروں نے پکڑا

مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللَّهُ فَمَلُّوا مِمَّا أَمْسَكَنَّ

جن کو تم نے سدھا رکھا ہو اور جس (طریق) خدا نے تمہیں رشکار کرنا سکھایا

عَلَيْكُمْ وَأَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ

ہے اس طریق سے تم نے ان کو سکھایا ہو تو جو رشکار وہ تمہارے لیے پکڑ رکھیں

وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ

اسکو کھا لیا کرو اور رشکاری جانور چھوڑتے وقت خدا کا نام لے لیا کرو اور خدا سے

الْيَوْمَ أَحْلَلْ لَكُمْ الطَّيِّبَاتُ وَطَعَامُ

ڈرتے رہو بیشک خدا جلد حساب لینے والا ہے آج تمہارے لیے سب

الَّذِينَ أَوْثُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ

پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئیں اور اہل کتاب کا کھانا بھی تم کو حلال ہے اور

وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ وَالْمُحْصَنَاتُ

تمہارا کھانا ان کو حلال ہے اور پاکدامن مسلمان عورتیں

مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتِ مِنَ

اور پاکدامن اہل کتاب عورتیں (بھی حلال ہیں)

الَّذِينَ أَوْلُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ إِذَا

جب کہ ان کا مہر دے دو اور

أَتَيْمُوهُمْ مِنْ أَجْوَرِهِنَّ مُحْصِينَ غَيْرِ

ان سے عفت قائم رکھنی مقصود ہوا نہ کھلی بدکاری

مُسْفِيهِينَ وَلَا مَتَّخِذِي أَخْدَانٍ وَ

کرنی اور نہ چھپی دوستی کرنی اور

مَنْ يَكْفُرُ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ

جو شخص شرائع اسلام کا انکار کر دے

عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ

اس کے عمل ضائع ہو گئے اور وہ آخرت میں نقصان

مِنَ الْخُسْرَىٰ

پانے والوں میں ہوگا

تَشْرِيحُ الْقَاظِ | يَسْأَلُونَكَ: يَسْأَلُونَ (وہ یعنی مومن

سوال کرتے ہیں) + لَيْسَ (ہے آپ سے) اے نبی! مسلمانوں آپ سے

پوچھتے ہیں۔ مَا ذَا: کیا، کونسی۔ أُحِلَّ: حلال کی گئی۔ راضی
 مجھوں، قُلْ: رَقَالَ يَقُولُ سے فعل امر ہے، کدو۔ الطَّيِّبَاتُ
 پاکیزہ، صاف ستھری، جو چکھنے میں مزیدار اور کھانے میں صحت بخش
 ہو۔ رَضِدٌ: خَبِيثٌ، جسے طبع سلیم پسند کرے اور اس کے
 کھانے سے نفرت محسوس نہ کرے۔ عَلِمْتُمْ: تم سدھاؤ، تم
 سکھاؤ۔ الْجَوَارِحُ: مفرد جَارِحَةٌ ہے۔ لفظی معنی کمانے
 والے۔ مراد شکاری جانور مثلاً کتے، باز، عقاب وغیرہ۔ انسانی
 اَعْضَاءٌ کو بھی جَوَارِحُ کہتے ہیں۔ کیونکہ ان سے کام کاج کر کے
 روزی کماٹی جاتی ہے۔ مُكَلِّبِينَ: سدھاتے ہوئے رُكَلِّبُ
 کا لفظی معنی ہے کتوں کو سدھانے والا۔ یہاں ترکیب میں حال
 واقع ہوا ہے۔ مُكَلِّبُ کے مفہوم میں سب جانوروں کو شکار
 پکڑنے کی تربیت دینا ہے۔ کیونکہ اکثر شکار کتے سے کھیلا جاتا
 تھا، باقی جانوروں سے بہت کم۔ فَكُلُوا: (ف + كَلُوا) ف
 بمعنی پس کُلُوا: تم سب کھاؤ۔ اَمْسِكُنْ عَلَيْكُمْ: تمہارے
 لیے پکڑے رکھے (اور خود نہ کھائے) وَاذْكُرُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ
 شکاری جانوروں کو شکار کے لیے چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھنی
 چاہیے۔ طَعَامٌ: لفظی معنی کھانا مراد ذبیحہ۔ اَوْثُوا الْكِتَابَ:
 کتاب دیے گئے یعنی اہل کتاب، یہود و نصاریٰ۔ الْمُحَصَّنَاتُ
 پاکدامن شریف عورتیں (حصن)، اَتَيْتُمُوهُنَّ: تم دے دو انہیں

تم انہیں ادا کرو۔ اُجُورَ حَقِّ مَہْرٍ مُّحْصِنِينَ: بغرض نکاح یعنی نکاح کے ذریعے عفت و پاکدامنی قائم رکھتے ہوئے (حال، مُسْفِحِينَ: (سَفِيحًا) کھلم کھلا زنا کرنے والے کھلے بندوں بدکاری کرنے والے۔ مُتَّخِذِي: أَخَذَ سے اِتَّخَذَ باب افتعال۔ اِتَّخَذَ بمعنی پکڑنا۔ اصل میں مُتَّخِذِيْنَ تھا۔ آخری نون (ن) بوجہ مضاف حذف ہو گیا ہے۔ أَخَذَ ان: مفرد خذن ہے۔ دوست (عورت اور مرد دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے) بِالْإِيمَانِ: شرائع اسلام اور احکام دین کے ساتھ۔ حَبِطَ ساقط ہو گیا۔ عَمَلُهُ: ثواب۔ عَمَلِ اس کا = الْخُسْرِيْنَ گھانا پانے والے۔ خسارہ یا نقصان اٹھانے والے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایمان والے

مفہوم و مطلب

طبعی طور پر پوچھتے ہیں کہ ان کے لیے کن کن چیزوں کا کھانا حلال ہے۔ اس سوال کے جواب میں خداوند کریم نے فرمایا کہ ہر پاکیزہ چیز حلال کر دی گئی ہے پاکیزگی کا تقاضا ہے کہ کوئی طبع سلیم اس کے کھانے سے نفرت نہیں کرتی۔ اسی طرح سدھائے ہوئے شکاری جانوروں (مثلاً کتا، باز، عقاب وغیرہ) کا شکار بھی تمہارے لیے حلال ہے۔ اس میں پاکیزگی کی خاطر شرط یہ لگا دی کہ ان شکاری جانوروں کو تم نے خوب اچھی طرح تربیت دے رکھی ہے

اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم کے ذریعہ تم نے ان جانوروں کو شکار کرنا سکھا رکھا ہے۔ تمہارا کتا اور باز وغیرہ جانتے ہیں۔ کہ شکار تمہارے لیے ہے۔ اس لیے وہ شکار کو پکڑ کر تمہارے پاس لے آتے ہیں۔ اس شکار کو وہ خود نہیں کھاتے تمہاری تربیت کامل ہے ناقص نہیں۔ اس لیے تمہارا کتا یا باز اچھی طرح جانتا ہے کہ وہ تمہارے لیے شکار کر رہا ہے وہ تمہاری آواز کو سمجھتا ہے۔ تمہارا کہا مانتا ہے۔ جب تم بسم اللہ پڑھ کر اسے کسی جانور کے پیچھے چھوڑتے ہو۔ تو وہ شکار پکڑ کر تمہارے پاس آجاتا ہے۔ وہیں کسی درخت کے نیچے یا پانی کے کنارے بیٹھ کر خود نہیں کھانے لگتا تم اسے بلاتے ہو تو دوڑا آتا ہے۔ کہیں بھجتے ہو تو دوڑا جاتا ہے۔ تمہارا حکم بہر حال مانتا ہے۔

علماء اور آئمہ دین میں اس بات پر اختلاف ہے کہ اگر کتا یا باز وغیرہ شکار کو تھوڑا بہت کھا جائے تو وہ شکار مومن کے لیے حلال ہے یا نہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ حلال ہے۔ پھر بعض کا خیال ہے کہ کتنے کا کھایا ہوا حلال نہیں۔ باز شکرے یا عقاب کا کھایا ہوا حلال ہے۔ لیکن جمہور علماء اسلام کے نزدیک شکاری جانور (خواہ کتا ہو یا باز) کے کھائے ہوئے شکار میں سے کھانا مومن کے لیے حلال نہیں۔ کیونکہ کتے یا باز

نے شکار اپنے لیے کیا ہے تمہارے لیے نہیں کیا۔ اگر تمہارے لیے کرتا تو اس میں سے خود نہ کھاتا۔

بسم اللہ پڑھ کر چھوڑنے کے بعد شکاری جانور کسی شکار کو پکڑ لائے اور وہ شکار تم تک پہنچتے پہنچتے مر جائے تو اس کا کھانا حلال ہے۔ اگر شکار زندہ ہو تو بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر اسے ذبح کر لیا جائے۔ علماء کے نزدیک تیرا بندوق وغیرہ سے شکار کے لیے بھی یہی حکم ہے۔ بسم اللہ پڑھ کر بندوق چلاؤ۔ شکار زندہ ہو تو ذبح کر لو۔ اور اگر مر چکا ہو تو ذبح کے برابر ہے۔ اس ضمن میں اللہ کی نافرمانی سے بچنے کا حکم دیا ہے۔ تاکہ شکاری کے دل میں اللہ کا خوف موجود رہے۔ وہ حرام کو خواہ مخواہ حلال نہ ٹھہرائے اور حلال کے لیے حرام کا حکم نہ لگا دے۔ فرمایا کہ انجام کار معاملہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ تمہیں اس کے سامنے جوابدہ ہونا ہے۔ وہ حساب لے گا۔ اس لیے اپنا معاملہ صاف رکھو پھر اجمال کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ حجۃ الوداع کے اس بابرکت دن سے مومنوں کے لیے پاکیزہ چیزوں کا کھانا حلال کر دیا گیا ہے۔ اس میں یہود و نصاریٰ کے ذبح کیے ہوئے جانور بھی شامل ہیں البتہ سور حرام ہے کیونکہ اس کی تصریح کر دی گئی ہے اور تمہارے ذبح کیے ہوئے

جانور یہودیوں اور عیسائیوں کے لیے حلال ہیں۔ یہ اتفاق کھانے پینے ہی کے معاملات میں نہیں بلکہ ازدواجی زندگی تک اس اتفاق و اتحاد کا پھیلاؤ ہے۔ جہاں پاکباز ایماندار عورتیں تمہارے نکاح میں آسکتی ہیں، وہاں یہود و نصاریٰ کی معزز اور پاکدامن خواتین بھی تمہارے حرم کی زینت بن سکتی ہیں شرط یہ ہے کہ تم حق مہر ادا کرو۔ اور مقصد یہ ہو کہ نکاح کر کے پاکبازانہ اور شریفانہ زندگی بسر کی جائے، میاں بیوی کی حیثیت سے رہو سہو۔ نہ تو کھلے بندوں بدکاری اور زنا مقصود ہو۔ اور نہ چوری چھپے دوستی اور یارانہ کے پردہ میں اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے زنا سے روک دیا کہ نکاح کے بہانے کھلم کھلا زنا بھی شریعت میں روا نہیں اور دوستی کے پردے میں چوری چھپے بھی گوارا نہیں کیونکہ زناہ خواہ کھلم کھلا ہو یا چوری چھپے دونوں صورتوں میں انسانی معاشرے کے لیے تباہ کن ہے۔ انسانی معاشرے کی فلاح اور سعادت اسی میں ہے کہ شریعت کے احکام کے مطابق عقد نکاح ہو اور میاں بیوی کی حیثیت سے پر امن اور اطمینان و سکون کی زندگی بسر کی جائے۔ اسلام کے نزدیک صرف زنا ہی قابل نفرت فعل نہیں بلکہ اس کے ساتھ وہ تمام ذرائع اور دواغی بھی اتنے ہی مذموم اور بُرے ہیں جن سے زنا کی طرف رہنمائی

ہوتی ہو۔ اس آیت کو ختم کرنے سے پہلے ایک زبردست تشبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ شریعت کے یہ بڑے ضروری اور اہم احکام ہیں۔ جو شخص احکام دین اور شرائع اسلام کا انکار کر دے، وہ انکار زبانی ہو، یا دل ان احکام کو قبول کرنے سے گریز کرے یا عملی طور پر ان احکام کی خلاف ورزی کی جائے تو یہ انکار تمام اعمال پر پانی پھیر دیتا۔ تمام کیا کرایا دھرا کا دھرا رہ جاتا ہے ساری نیکیوں کا ثواب برباد ہو جاتا ہے۔ اور آخرت میں شرائع اسلام کا انکار کرنے والوں اور احکام دین کی خلاف ورزی کرنے والوں کے لیے سراسر نقصان اور گھاٹا ہے۔ ایمان لانے کے بعد بھی شریعت کے حکموں سے منہ موڑنا فائدہ مند تجارت نہیں ہے یہ سودا تو سراسر خسارے کا ہے۔ آخرت میں کامیاب زندگی کا راز یہ بتایا کہ شریعت یعنی قرآن و سنت پر عقیدہ اور عملاً کار بند ہو جائیں۔

آیت نمبر ۶۷۔ یٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ

مومنو! جب تم نماز پڑھنے کا قصد کیا کرو

إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ

تو منہ اور کہنیوں تک ہاتھ

وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا

دھویا کرو اور سر کا مسح کیا

بِرءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ

کرو اور ٹخنوں تک پاؤں دھویا کرو

وَأِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا وَإِنْ

اور اگر نہانے کی حاجت ہو تو نہا کر پاک ہو جایا کرو اور اگر

كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ

بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے

أَحَدٌ مِّنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَمَسْتُمُ

کوئی بیت الخلاء سے (ہو کر) آئے یا عورتوں سے

النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا

ہم بستر ہوا ہو اور تم کو پانی نہ مل سکے تو پاک مٹی لو

صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ

اور اس سے منہ اور ہاتھوں کا مسح (یعنی)

أَيْدِيكُمْ مِنْهُ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ

کرو خدا تم پر کسی طرح کی

عَلَيْكُمْ مِنْ حَرْجٍ وَلَكِنْ يُرِيدُ

نہیں کرنی چاہتا بلکہ یہ چاہتا

لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُنِمْ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّ

کہ تمہیں پاک کرے اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کرے تاکہ

تَشْكُرُونَ ۝ وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ

شکر کرو اور خدا نے تم پر احسان کیے ہیں ان کو

وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُمْ بِهِ إِذْ قُلْتُمْ

کرو اور اس عہد کو بھی جس کا تم سے قول لیا ہے (یعنی) جب

سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ

نے کہا تھا کہ ہم نے (خدا کا حکم) سُن لیا اور قبول کیا اور خدا سے ڈرو

عَلَيْكُمْ بِذَاتِ الصُّدُورِ

رہو کچھ شک نہیں کہ خدا دلوں کی باتوں تک سے واقف ہے

شرح الفاظ **اَقْمْتُمْ**: رِقَامٌ يَقُومُ سے ماضی جمع مذکر مخاطب، قائم کے لفظی معنی کھڑا ہونا، قیام کرنا
 ماں مراد ہے نماز کے لیے قیام کا ارادہ کرنا۔ جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو۔ **فَاغْسِلُوا**: اِفًا + اِغْسِلُوا، پس تم دھو لو۔ **وَجُودًا**: (واحد **وَجْدًا**) چہرے، منہ یایدی: (واحد **يَدًا**) ہاتھوں۔ **الْمَرَافِقِ**: (واحد **مِرْفَقٍ**) کہنیوں۔ **اُمْسِكُوا** تم مسح کرو۔ **سُرْعُوْسِ**: (واحد **سُرْسُوسٍ**) سر۔ **اَسْرَجُلِ**: (واحد **سِرْجُلٍ**) پاؤں۔ **اِلَى الْكَعْبَيْنِ**: اِلَى بِمَعْنَى مَعَ يَعْنِي سَمِيت، **كَعْبَيْنِ**: دونوں ٹخنے۔ **دُونِیْ تَحْتِیْ** سمیت (واحد **كَعْبٍ**) **جُنْبًا**: جنبی، جسے نہاست لگی ہو، جسے غسل کی حاجت ہو۔ **جُنْبًا** واحد اور جمع دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ **فَاظْهَرُوا**۔ پس غسل جنابت کر لو یعنی کلی کرو، غرغری کر کے طلق صاف کرو، ناک صاف کرو۔ وضو کے بعد اچھی طرح نہاؤ **مَرْضٰی**: (واحد **مَرِيضٍ**) بیمار۔ **الْفَائِطِ**: لفظی معنی نشیبی زمین، مراد قضائے حاجت، بیت الخلا۔ پاخانہ وغیرہ **لَمَسْتُمْ**: (لمس سے باب مفاعلة) لمس کرنا، چھونا، شرعی اور اصطلاحی

مفہوم مباشرت کرنا ہے۔ تم نے مباشرت کی ہو۔ نِسَاءً رَوَّاهُ
 اِمْرَاۃً عَوْرَتِیْنَ۔ فَلَمْ یَجِدْ وَا: (وَجَدَ یَجِدُ) بمعنی
 پانا، حاصل کرنا، تم نہ پاؤ، حاصل نہ کر سکو صَحِیْدًا اَبِی
 طَیْبًا: طاہر، پاک۔ نجاست وغیرہ سے مبرا حَرَجٌ بِمَشَقَّةٍ
 تَکْلِیْفٍ، تنگی۔ مِثْثًا قَدُّ: اس کا عہد و پیمان۔ وَ اٰثِقٌ: قوی
 قرار لیا۔ بات پکی کی۔ اَطْعَمْنَا: ہم نے اطاعت کی۔ ذٰلِکَ
 الصُّدُوْر: سینوں کے بھید۔ دلوں کی بات (واحد صَدْرٌ)

سورت کے شروع میں ایفائے عہد کی تاکید
 مفہوم و مطلب کی گئی تھی۔ اللہ اور بندے کے درمیان

دو اہم عہد ہیں: ایک عہد ربوبیت و احسان اور دوسرا عہد
 عبودیت و اطاعت۔ عہد ربوبیت و احسان کے ضمن میں
 حلال و حرام کی وضاحت فرمائی اور نکاح و معیشت سے
 متعلق ہدایات سے نوازا۔ اس کے بعد عہد عبودیت
 اطاعت کی باری آئی۔ اس سلسلے میں ایمان لانے کے بعد
 سب سے ضروری اور اہم فریضہ نماز ہے۔ نماز عبودیت
 طاعت کی بہترین مظہر ہے۔ نماز کے لیے وضو اور طہا
 کی اہمیت محتاج بیان نہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اہل
 بندوں پر احسان فرماتے ہوئے فرائض وضو بیان کر دیے
 فرمایا کہ اے ایمان والو! جب تم ادائے نماز کا ارادہ

رو تو وضو کر لیا کرو۔ پانی سے ہاتھ دھو کر کٹی وغیرہ کرو۔ منہ
 دھو لیا کرو۔ منہ کے خارود تو واضح ہیں۔ یعنی پیشانی کے
 لوں سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک اور دونوں کانوں
 کے درمیان۔ پھر کہنیوں سمیت ہاتھ دھو لو۔ سر پر مسح کرو
 ام مالک کے نزدیک سارے سر کا مسح کیا جائے۔ امام شافعی کے
 نزدیک سر کے کچھ حصے کا اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک جھٹائی
 سر کا۔ پھر گھنوں سمیت پاؤں دھو ڈالو۔ وضو کا مکمل طریقہ
 حدیث اور فقہ کی کتابوں میں بالتفصیل درج ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عام طور پر ہر نماز کے
 لیے وضو کیا کرتے تھے۔ لیکن بعض صحابہ کرام وضو
 سے ایک سے زیادہ نمازیں ادا کر لیتے تھے۔ جب وضو
 ہوٹ جاتا تو پھر نیا وضو کر لیتے۔ احادیث میں مذکور ہے
 کہ فتح مکہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی
 وضو سے نمازیں ادا کیں۔ تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ
 یا رسول اللہ! آپ نے آج یہ خلاف معمول کیا ہے۔ آپ
 نے فرمایا کہ اے عمر! میں نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہے۔
 مطلب یہ ہے کہ آپ نے امت کو بتایا کہ ایک وضو
 سے دو تین یا چار یا پانچ نمازیں بھی ادا ہو سکتی ہیں۔
 حدیث سے وضو واجب ہو جاتا ہے۔ اور ہر نماز کے

لیے نیا وضو عزیمت اور فضیلت کا درجہ رکھتا ہے جو وضو
کی اصطلاح میں وضو پر وضو کرنا نُورٌ عَلٰی نُورٍ کا مصدراتی
ہے۔

پھر فرمایا کہ جتنی ہونے کی حالت میں یعنی جب بدن ناپاک
ہو تو غسل کر لو۔ سارے بدن کو اچھی طرح پانی سے دھو کر
صاف اور پاک کرو۔ پھر نماز پڑھو۔ ناپاک جسم والا بغیر
نہاٹے نماز نہیں پڑھ سکتا۔ پھر فرمایا کہ
۱۔ اگر کوئی آدمی بیمار ہو اور پانی اس کے لیے مضر ہو۔ یا
۲۔ کوئی سفر کر رہا ہو یا

۳۔ قضاے حاجت سے فارغ ہوا ہو (حدث اصغر) یا
۴۔ مباشرت کی وجہ سے بدن پاک نہ رہا ہو (حدث اکبر) اور
ان حالات میں پانی بھی نہ مل سکے تو پاک مٹی پر ہاتھ مار
تیمم کر لو۔ یعنی منہ اور ہاتھوں پر ہاتھ پھیرو۔ بعض کے
نزدیک کہنیوں تک ہاتھ پھیرنا چاہئے۔

۱۱۔ احکام سے اللہ تعالیٰ کا مقصد تمہیں تنگ کرنا نہیں
بلکہ درحقیقت اللہ اپنے بندوں کے لیے آسانی اور سہولت
پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اللہ کا مقصد جسم و روح کی پاکیزگی
اور طہارت ہے۔ وہ تمہاری بہبودی چاہتا ہے۔ یہ اللہ
کا انعام اور تکمیل نعمت ہے کہ وہ اپنے بندوں کو خاطر

عائتیں دیتا ہے کہ پانی نہ ملے تو غسل یا وضو کی بجائے
 بم کر لو۔ وہ صفائی اور پاکیزگی کے طریقے سکھاتا ہے ذرا
 اور فرمائیے کہ پانچ وقت وضو کرنے سے کتنی صفائی اور
 کیزگی حاصل ہوتی ہے۔ ہر روز چند گھنٹوں کے بعد گرد و
 بار سے ہاتھ منہ، اور ناک و کان صاف کیے جاتے ہیں نہا
 بھو کر کتنی کوفت اور تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے۔ اور
 یک گونہ مسرت و نشاط حاصل ہوتی ہے۔

پھر اس پر بھی ذرا غور کرو کہ ایک نماز کی ادائیگی سے
 تنی برکتیں اور سعادتیں حاصل ہوتی ہیں۔ بندہ اپنے رب سے
 پتر و نیاز کے ساتھ ہم کلام ہوتا ہے۔ اس کے دل میں
 پاک طرف تو خدا کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ دوسری طرف
 اللہ کی عظمت و ہیبت۔ وہ اس کی محبت کو بڑھانے کے
 لیے رہتا ہے۔ اس کی خوشنودی اور رضا جوئی کے لیے
 و شاں رہتا ہے۔ آدمی اللہ کی ناراضی اور غضب سے ڈرتا
 ہے۔ اور ہر ایسے کام سے بچنے کی کوشش کرتا ہے جس
 سے اس مالک حقیقی کی نافرمانی ہوتی ہو۔ نماز پابندی وقت
 اور ترتیب و نظام اور ضبط کا سبق سکھاتی ہے۔ انسان
 میں تواضع، انکسار اور عاجزی پیدا کرتی ہے، تکبر و غرور کو
 ختم کر کے غریبوں اور محتاجوں سے حسن سلوک سکھاتی ہے

پھر فرمایا کہ اے ایمان والو! اللہ کی نعمت کو یاد کرو کہ اس نے تمہیں اسلام ایسی بڑی دولت سے بہرہ مند کیا اسلام سے پہلے تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ اسلام نے تمہیں بھائی بھائی بنا دیا۔ تمہاری آپس کی نفرت و عناد کو محبت و شفقت میں تبدیل کر دیا۔ اس نعمت عظمیٰ کی یاد دہانی کے بعد فرمایا کہ تم نے عقبہ ثانیہ کی بیعت کے موقع پر سن ۱۳ ہجرت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر یہ قول و قرار کیا تھا کہ دکھ سکھ اور تکلیف و راحت کی حالت میں تم آنحضرتؐ کی اطاعت کرو گے۔ آپ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دو گے بعد کے مسلمانوں کے لیے اسلام کا اقرار ہی اس عہد کے برابر ہے کہ ہر مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو حجت شرعی تسلیم کرتا ہے۔ آپ جس چیز کا حکم فرماتے ہیں۔ اس کے سامنے ہماری گردنیں جھک جاتی ہیں۔ آپ جس شے سے روکتے ہیں ہم رک جلتے ہیں۔ قرآن ہمیں آج بھی دعوت دیتا ہے کہ ہم بھی بسر و چشم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو مانیں اور آپ کے روکنے سے ہر چیز سے رک جائیں۔ عہد شکنی کے معاملے میں خدا سے ڈرنا چاہیے۔ قیامت تک مسلمان اطاعتِ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مکلف ہیں۔ ہر مسلمان کو رسول خدا کی مخالفت کرتے وقت خدا کا خوف ملحوظ رکھنا چاہیے۔ عمل تو

ایک کھلی اور واضح حقیقت ہے جسے سب دیکھتے اور سنتے ہیں
لیکن خدائے قدوس ایسا علیم ہے کہ دلوں کے خدشات و خطرات
اور سینوں کے بیدوں تک سے واقف ہے۔ اس سے کوئی چیر
چھپی نہیں رہ سکتی۔

آیات نمبر ۸۔ اٰیٰیٰہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا

مسلمانو! خدا کے لیے انصاف کی گواہی دینے

قَوْمِیْنَ لِلّٰہِ شٰہِدَآءَ بِالْقِیْصِطِ وَا لَا

اور لوگوں کی

کو کھڑے ہو جایا کرو

یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰی الْاٰتَعْدِلُوْا

دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف کو چھوڑ دو

اِعْدِلُوْا قَفْ ہُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی وَاتَّقُوا

انصاف کیا کرو کہ یہی تقویٰ کی بات ہے اور خدا سے

اللّٰہُ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ وَعَدَل

درتے رہو کچھ شک نہیں کہ خدا تمہارے سب اعمال سے خبردار ہے جو لوگ

اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان سے خدا نے وعدہ فرمایا ہے

لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ وَالَّذِينَ

کہ ان کے لیے بخشش اور اجر عظیم ہے اور جنہوں نے

كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ

کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلاتے رہے وہ جہنمی ہیں

الْجَحِيمِ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا

اے ایمان والو! خدا نے جو تم پر

نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هُمْ قَوْمٌ

احسان کیا ہے اس کو یاد کرو جب لوگوں نے ارادہ کیا کہ

يَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ

تم پر دست درازی کریں تو اس نے

أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَعَلَىٰ

تم سے ان کے ہاتھ روک دیئے اور خدا سے ڈرتے رہو اور خدا ہی

اللَّهُ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ

پر مسلمانوں کو بھروسہ رکھنا چاہئے

تشریح الفاظ | اللہ کے حقوق کی بکثرت نگہداشت کرنے والے
 اللہ کے حقوق کا بہت خیال رکھنے والے اور اللہ کے حقوق
 کی حفاظت میں پوری سرگرمی کا اظہار کرنے والے شہداء
 واحد شہید، بمعنی گواہ، القِسْطُ: عدل و انصاف اَعْدِلُوا
 رُفِعَ امْرُؤٌ عَدْلًا سے جمع مذکر مخاطب (هُوَ) لفظی معنی وہ
 مراد عدل ہے۔ اَقْرَبُ: زیادہ قریب (اسم تفضیل)۔
 خَبِيرٌ: خبر رکھنے والا۔ خِرْدَارٌ: وَعَدًا: رُوْعًا يَعِدُ
 عِدًّا (وعدہ کیا۔ مَغْفِرًا: مَغْفِرًا: بخشش اعفر سے

نکلا ہے۔

آیات: آیات سے مراد آیات قرآنی بھی ہے اور نشانیاں
 بھی خواہ وہ نشانیاں انسان کے اندر ہوں یا آفاق میں۔
 اصْحَابُ: واحد صاحب بمعنی ساتھی۔ الْجَحِيمُ: دوزخ۔
 اصْحَابُ الْجَحِيمِ سے مراد جہنمی اور دوزخی ہیں۔ ہَمٌّ
 ارادہ کیا۔ يَبْسُطُوا: اَبْسَطَ سے، پھیلانا، دراز کرنا۔
 فَكَّفَ: (ف + كَفَّ) پس روک دیا۔ فَلْيَتَوَكَّلِ:

رف + ل + یتو کل پس + چاہیے + تو کل کریں۔ بل پر امر

گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے ایفا عہد
مفہوم و مطلب کی تاکید کی، حلال و حرام کی تمیز بتائی۔

نکاح و ازدواجی زندگی کے احکام بتائے، طہارت و پاکیزگی کی
تعلیم دی۔ اب ان آیات میں فرمایا کہ دوست و دشمن سب کے
ساتھ عدل و انصاف کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو مخاطب فرما کر حکم دیا۔ کہ
اے ایمان والو! اللہ کے حقوق کی پوری پوری نگہداشت
کرو۔ اللہ کا ہر ایک حق پوری طرح ادا کرو۔ اس کے حقوق
کو نظر انداز نہ کرو۔ اس کے حقوق کی ادائیگی میں کسی قسم
کی کوتاہی اور سستی کو راہ نہ دو۔ تمہارا ہر کام اللہ تعالیٰ کی
رضا جوئی کے لیے ہو۔ ہر بات میں اخلاص اور للہیت پیدا
کرو۔ دین و دنیا کے معاملات میں خلوص کا دامن نہ چھوٹے
پائے جب گواہی کا معاملہ پیش ہو۔ تو عدل و انصاف کے
ساتھ حق بات کہو۔ کسی دینی یا دنیوی مصلحت کے پیش نظر
عدل و انصاف کی راہ سے نہ ہٹنے پاؤ۔ اگر تمہاری گواہی
سے دشمن کو فائدہ پہنچے اور تمہارے بھائی کو نقصان پہنچے
تو بھی حق گوئی سے باز نہ آؤ۔ دشمن کی دشمنی بھی تمہیں عدل و
انصاف سے نہ روکے جس طرح تم اپنوں سے انصاف کرتے ہو

اسی طرح اپنے دشمنوں سے بھی عدل و انصاف کرو۔ تقویٰ اور پستہ پھیر گاری اسی ہیں ہے کہ اپنے پرانے نسب سے یکساں عدل کیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ اپنوں سے تو انصاف کیا جائے اور غیروں سے بے انصافی۔ اللہ تعالیٰ کو جور و ظلم پسند نہیں دینیوی اعتبار سے بھی نا انصافی ذلت و خواری اور کمینگی کا موجب ہے۔ اور آخرت میں بھی اس کا نتیجہ ذلت آمیز عذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ بندوں کے تمام اعمال سے باخبر ہے۔ اس لیے عدل کے معاملے میں اللہ کا ڈر دل میں موجود رکھو تاکہ تم سے کوئی غیر منصفانہ حرکت سرزد نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان اور عمل صالح کے عوض مومنوں سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے۔ عمل صالح کے مفہوم میں جس طرح عبودیت، اجتماعی اور انفرادی روابط شامل ہیں اسی طرح آپس میں عدل و انصاف اور زندگی کے تمام گوشوں میں تقویٰ بھی شامل ہے اور ایمان کی بجائے انکار کرنے والے اور عمل صالح کی جگہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں اور آیتوں کو جھٹلانے والوں کے لیے دوزخ کی آگ کا عذاب ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اپنی نعمت یاد دلانے ہوئے فرمایا کہ اس وقت کو یاد کرو جب لوگ آمادہ قتل

تھے اور تم پر پہل پڑنے کا ارادہ کر چکے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان کے ارادوں کو خاک میں ملا دیا اور تمہیں ان کے ہاتھوں کو ٹی تکلیف اور مصرت نہ پہنچ سکی حالانکہ وہ اس بات کا تہیہ کر چکے تھے کہ تمہیں مبتلائے مصیبت کریں۔ یہ اللہ کا خاص انعام تھا۔ تمہیں ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیے اور ایمان والوں کو صرف اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

اس آیت کے ضمن میں مفسرین کے مختلف خیالات ہیں۔ ۱۔ ایک تو یہ ہے کہ یہ آیت عام ہے۔ اور اس نعمت سے مقصود قوت و غلبہ اسلام اور مسلمانوں کی شوکت و عظمت ہے۔ یعنی ایک وقت تھا کہ مسلمان مغلوب و مجبور تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں طاقت اور غلبہ عطا کیا۔ وہ حاکم اور فاتح بن گئے۔ اللہ تعالیٰ کی تائید غیبی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام رسالت کو پہنچایا۔ صحابہ کرام نے اس دین کی تبلیغ میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کیا۔ اسلام چار دانگ عالم میں پھیل گیا۔ یہ اللہ کی بہت بڑی نعمت تھی۔

۲۔ بعض مفسرین کے نزدیک یہ نعمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات یا برکات سے مخصوص ہے۔ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم ایک مرتبہ سفر میں اپنی تلوار درخت سے لٹکا
 آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے بنو محارب قبیلہ کا ایک بدو
 آیا اور اسی نے تلوار پکڑ کر کہا کہ اے محمد! میرے ہاتھ
 سے تمہیں کون بچائے گا؟ آپ نے جواب دیا: اللہ۔ یہ
 سن کر تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ وہ تلوار آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھالی۔ پھر آپ نے پوچھا کہ
 تباہ تجھے کون بچائے گا۔ اس پر وہ بڑا شرمندہ ہوا
 اور آپ کے رحم و کرم کا واسطہ دے کر اور مسلمانوں کے خلاف
 کسی جنگ میں حصہ نہ لینے کے وعدے پر رہائی حاصل کی۔
 ۳۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص غورث بن حارث نے
 اپنے قبیلہ بنو محارب سے وعدہ کیا کہ میں محمد صلی اللہ
 علیہ وسلم کو تمہاری خاطر قتل کر دوں گا۔ چنانچہ وہ آپ
 کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
 پاس اپنی تلوار تھی۔ غورث نے عرض کیا کہ مجھے اپنی تلوار
 دکھائیے آپ نے اسے دیکھنے کے لیے تلوار دے دی۔ وہ
 تلوار پکڑ کر ہوا میں چلانے لگا۔ اور کہنے لگا کہ اے
 محمد! میرے ہاتھ میں تلوار ہے آپ کو خوف محسوس نہیں
 ہوتا؟ آپ نے فرمایا: نہیں، میرا اللہ مجھے بچانے والا ہے۔
 یہ سن کر اس نے تلوار آپ کو واپس دے دی۔

۴۔ ایک روایت میں ہے کہ دو آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امان لے کر جا رہے تھے۔ عمرو بن أمیہ ضمیری نے انہیں قتل کر دیا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ بنو نضیر کے پاس آئے تاکہ مقتولوں کا خون بہا (روایت) وصول کیا جائے۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ اور عبدالرحمن بن عوفؓ بھی تھے۔ بنو نضیر نے معاہدے کے مطابق خون بہا کی وصولی میں امداد کا وعدہ کیا اتنے میں حسی بن اخطب نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے عرض کیا کہ آپ تشریف رکھیے، کھانا حاضر ہے اتنے میں ہم آپ کی دیت کی رقم فراہم کر لیں گے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قلعہ کی دیوار کے سائے میں بیٹھ گئے۔ حسی بن اخطب اپنی قوم کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ آج موقع بڑا غنیمت ہے، اوپر سے ایک پتھر لڑھکا کر آپ کو قتل کر دو۔ لوگ ایک بڑا پتھر چھیننے کے لیے تیار ہو گئے۔ اتنے میں جبریل فرشتہ آپ کے پاس آیا اور اس نے ساری سازش کا پتہ دے دیا۔ چنانچہ آپ اور آپ کے صحابہ کرام وہاں سے اٹھ گئے۔ اوپر کا کوئی ایک واقعہ ہو یا تمام واقعات مجموعی طور پر

ہوں۔ بہر حال یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام تھا کہ اس نے حسب وعدہ
 وَاللّٰهُ يَعْصِيكَ مِنَ النَّاسِ یعنی اللہ آپ کو لوگوں سے بچائے
 رکھے گا آپ کی حفاظت فرمائی اور دشمنوں کے ناپاک ارادوں کو
 تکمیل کا موقع نہ دیا۔

واقعی یہ اللہ کی بڑی نعمت تھی کہ اس نے نبی کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم کو اور اکابر صحابہؓ کو ان حوادث سے بچالیا اور یہ
 حفاظت تقویٰ اور توکل علی اللہ کا نتیجہ تھی۔ تقویٰ اور توکل
 علی اللہ آج بھی ہمیں مشکلات و حوادث سے بچا سکتے ہیں بشرطیکہ
 صحیح تقویٰ اور صحیح توکل کا جذبہ پیدا ہو جائے۔

آیات نمبر ۱۲-۱۳: وَلَقَدْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ

اور خدا نے بنی اسرائیل سے اقرار لیا۔

بَنِي إِسْرَائِيلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ

اور ان میں سے بارہ سردار مقرر کئے

عَشَرَ نَقِيبًا وَقَالَ اللّٰهُ إِنِّي مَعَكُمْ

اور ارشاد فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں

لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ

اگر تم نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے

وَأَمِنْتُمْ بِرُسُلِي وَعَزَّرْتُمْ حَرَامًا

رہو گے اور میرے پیغمبروں پر ایمان لاؤ گے اور ان کی مدد کرو گے

أَقْرَضْتُمُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّأُفِرَّنَّ

اور خدا کو قرضہ حسنہ دو گے تو میں تم سے تمہارے گناہ دور

عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَلَا دُخْلَنَكُمْ جَنَّاتٍ

کردوں گا اور تم کو بہشتوں میں داخل کروں گا

تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ فَمَنْ

جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں پھر جس

كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ

نے اس کے بعد تم میں سے کفر کیا وہ سیدھے راستے

سَوَاءَ السَّبِيلِ ۚ فِيمَا نَقَضْتُمْ مِيثَاقَهُمْ

سے بھٹک گیا تو ان لوگوں کے عہد توڑ دینے

لَعْنُهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً

کے سبب ہم نے ان پر لعنت کی اور ان کے دل سخت کر دیئے

يَحْرِفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ وَلسوا

یہ لوگ کلمات رکتاب کو اپنے ٹھکانے سے بدل دیتے ہیں اور جن

حَظًا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ وَلَا تَزَالُ

باتوں کی ان کو نصیحت کی گئی تھی اس کا ایک حصہ بھی فراموش کر

تَطَّلِعُ عَلَى خَائِنَةٍ مِنْهُمْ إِلَّا قَلِيلًا

دیکھتے اور تھوڑے آدمیوں کے سوا ہمیشہ تم ان کی (ایک نہ ایک) خیانت

مِنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ إِنَّ

کی خبر پاتے رہتے ہو تو ان کی خطائیں معاف کر دو اور ان سے (درگزر

اللَّهُ يَحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ○ وَمِنَ الَّذِينَ

کرو کہ خدا احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور جو لوگ اپنے

قَالُوا إِنَّا نَصْرِي أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ

تئیں) کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں ہم نے ان سے بھی عہد لیا تھا

فَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ فَأَخْرَيْنَا

مگر جو نصیحت ان کو کی گئی تھی وہ بھی اس کا ایک حصہ فراموش کر بیٹھے

بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ إِلَى يَوْمِ

تو ہم نے ان میں باہم قیامت تک کے لیے دشمنی اور کینہ ڈال دیا

الْقِيَامَةِ وَسَوْفَ يُنِيبُهُمُ اللَّهُ بِمَا

اور جو کچھ وہ کرتے رہے خدا عنقریب ان کو اس

كَانُوا يَصْنَعُونَ

سے آگاہ کرے گا

بَعَثْنَا: ہم نے بھیجے مِنْهُمْ: ان میں
تشریح الفاظ | سے یعنی بنی اسرائیل میں سے۔ اِثْنَيْ عَشَرَ

بارہ۔ نَقِيبًا: سردار، زعمیم، کفیل۔ نَقِيبٌ وہ شخص ہوتا ہے

جو قوم میں بزرگ اور کار پرداز ہو اور لوگوں کی دیکھ بھال

کرے۔ لَيْتُنَّ: (لِ + اِنَّ) لام تاکید کے لیے اور بمعنی قسم

استعمال ہوتا ہے۔ اِنَّ حرف شرط ہے بمعنی اگر۔ مَسْئَلٌ:

رواحد رَسُوْلٍ بِبَعْضٍ۔ عَزَّزْنَا نَمُوهُمْ: عَزَّزْنَا نَمُوهُمْ

ہم تم مدد کرو گے ان کی۔ عَزَّزْنَا نَمُوهُمْ: عَزَّزْنَا نَمُوهُمْ

نصرت و تعظیم کرنا۔ اَقْرَضْتُمْ: تم قرض دو گے، حَسَنًا
 مراد ہے اللہ کی راہ میں بخوشی خرچ کرنا۔ بطیب خاطر خرچ کرنے
 کے علاوہ اپنے فرض سے زیادہ خرچ کرنا۔ صدقات بھی مراد
 ہو سکتی ہے۔ بعض مفسرین نے اس کا مفہوم یہ بتایا ہے کہ
 خالص اللہ کی رضا جوئی کے لیے خرچ کیا جائے۔ لَا كُفْرَانَ
 (جواب شرط) تو میں مٹا دوں گا۔ زائل کر دوں گا۔ سَيِّئَاتٍ
 وَاحِدَةٍ سَيِّئَةٍ برائیاں گناہ۔ بَعْدَ ذَلِكَ: اس کے بعد
 یعنی اس شیاق کے بعد ضَلَّ: يَضِلُّ بھٹک گیا۔ سَوَاءً
 وسط طریق، قصد السبیل۔ راہ راست۔ سیدھا راستہ۔ فِيمَا:
 (ف + پ + ما) ف بمعنی پس، پھر پ بمعنی بوجہ بسبب اور
 مَا زائدہ برائے تاکید استعمال ہوا ہے۔ نَقَضِهِمْ: نَقَضَ
 بمعنی توڑنا: بسبب اپنا وعدہ توڑنے کے۔ اردو میں نقض
 امن عام ترکیب ہے۔ لَعَنَّا: ہم نے اپنی رحمت سے دور کر دیا
 قُلُوبَ: (واحد قلب) دل۔ قَسِيَّةٌ: سخت (قَسَا يَقْسُو)
 واحد قَاسِيٌ یعنی ان کے دلوں میں ایمان قبول کرنے کے لیے
 کوئی صلاحیت اور گنجائش نہیں رہتی يَحْرِفُونَ: تخریف
 کرتے ہیں۔ بدل دیتے ہیں۔ الْكَلِمَ: کلمات، کلام یعنی تورات
 مَوَاضِعُ: واحد مَوْضِع، جگہوں، مقامات۔ نَسُوا:
 وہ بھول گئے۔ انہوں نے فراموش کر دیا۔ حَظًّا: حصہ کتاب

ذِكْرُوا: نصیحت کیے گئے تھے۔ حکم دیے گئے تھے۔ لَا تَزَالُ
 برابر، ہمیشہ تَطَّلِعُ عَلٰی: تم خبر پاتے ہو۔ خَائِنَةٌ: خیانت
 مراد وعدہ شکنی، نقضِ عہد۔ فَاعْفُ: رَف + اَعْفُ، عَفُو
 فعل امر ہے۔ معاف کر دو۔ اَصْفَحْ: (صَفَحَ يَصْفَحُ)
 درگزر کرنا۔ معاف کر دینا۔ (فعل امر ہے) فَأَعْرِضْنَا: رَف +
 اَعْرَضْنَا، ڈال دیا ہم نے رَاغْرِي يَغْرِى اِعْرَاضًا
 يَصْنَعُونَ: صَنَعَ يَصْنَعُ بمعنی کرنا، بنانا۔

ان آیات میں یہود و نصاریٰ کا ذکر کیا گیا
 مفہوم و مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل سے عہد

لیا تھا۔ کہ وہ خالص اللہ کی عبادت کریں گے۔ اور اس کے
 سوا کسی کی پوجا نہیں کریں گے اور یہ کہ وہ تورات کی
 تعلیمات پر عمل پیرا ہوں گے۔ لیکن انہوں نے اس عہد کو
 توڑ دیا۔ مفسرین نے اس ضمن میں کئی ایک واقعات کی
 طرف اشارہ کیا ہے۔ مثلاً یہ کہ جب بنو اسرائیل مصر سے
 نکلے اور فرعون کے ظلم سے نجات پائی تو اللہ تعالیٰ نے
 انہیں حکم دیا کہ تم اَرْضِ اِرْيَحَاءِ میں جا کر جَبَّارِينَ
 سے جنگ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے امداد و نصرت کا
 وعدہ بھی کیا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا کے
 حکم سے ہر قبیلے میں سے ایک ایک نقیب و کفیل انتخاب

کیا۔ تاکہ دشمن کے علاقے میں جا کر حالات معلوم کریں اور ان سے وعدہ لیا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کا حکم بہر حال مانیں گے۔ جب یہ بارہ نقیب ان جابر اور ظالم لوگوں کی سر زمین یعنی کنعان میں پہنچے تو ان کے بھاری بھر کم جسموں اور ان کی قوت و عظمت سے بڑے مرعوب ہوئے اور واپس آ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہدایات کے خلاف دس نقیبوں نے ان ظالم و جابر لوگوں کی شوکت و قوت کے بارے میں عوام کو مطلع کر دیا۔ عوام ڈر گئے اور موسیٰؑ سے کہنے لگے کہ آپ اور آپ کا رب جائے اور لڑے ہم تو نہیں جانے کے۔ ان جابروں میں سے ایک عوج بن عنق ہے۔ جسے بعض نے عوج بن عوق بھی لکھا ہے۔ امام قرطبی کے نزدیک عوج بن عناق ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر یہود بنی نضیر نے تم سے بد عہدی اور وعدہ خلافی کی ہے تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ یہ عہد شکنی اور بے وفائی و غداری تو ان کو اپنے اسلاف سے ورثہ میں ملی ہے۔ اگر آج انہوں نے تمہیں مار ڈالنے کی سازش کی تو اس سے پہلے بھی یہ لوگ اپنے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام سے عہد شکنی اور غداری کے مرتکب ہو چکے ہیں۔ بد عہدی ان کی سرشت بن چکی ہے اور بے وفائی ان

لے تاج العروس میں ہے کہ عنق ماں اور عوق باپ کا نام تھا

کی گھٹی میں داخل ہے۔ موسیٰ کے زمانے میں ہم نے ان یہودیوں سے عہد لیا تھا کہ یہ موسیٰ کے احکام پر چلیں گے۔ اور ان سے وفاداری کریں گے موسیٰ کی نافرمانی سے انہیں ڈرایا گیا۔ ان میں سے بارہ محرز آدمیوں کو نقیب و کفیل مقرر کیا کہ وہ جباروں کے حالات معلوم کریں۔ تاکہ ان کے خلاف جنگ لڑی جائے۔ اللہ نے یہودیوں کو حکم دیا کہ وہ ان جابروں کے استیلاء میں کوئی کسر اٹھانہ رکھیں۔ اس کے ساتھ اللہ نے اپنی نصرت و تائید کا وعدہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم نماز قائم کرو گے، مفروضہ زکوٰۃ ادا کرو گے، میری راہ میں جہاد کرو گے، میرے رسولوں پر ایمان لاؤ گے اور ان کی اعانت کرو گے اور بطیب خاطر میری راہ میں خرچ کرو گے تو میں تمہارے گناہوں اور جرموں سے درگزر کر کے تمہیں جنت میں جگہ دوں گا۔ جہاں نہیں بہتی ہوں گی۔ اگر تم نے انکار سے کام لیا تو پھر تم راہ راست سے بھٹک جاؤ گے۔

یہود کی بد قسمتی کہ انہوں نے اللہ سے وعدہ کر کے اسے توڑ دیا۔ اللہ نے انہیں اس عہد شکنی کی پاداش میں دھڑکڑایا، انہیں اپنی رحمت سے محروم کر دیا۔ لعنت کا طوق ان کی گردن میں ڈال دیا۔ ان کے دلوں کو سخت کر دیا۔ یہ پتھر دل یہودی کسی حجت و دلیل اور عبرت و موعظت کو قبول کرنے کی صلاحیت

سے یکسر محروم ہو گئے ان کے دلوں میں ایمان کے لیے کوئی گنجائش نہ رہی۔ توفیق ہدایت ان سے چھن گئی۔ بات یہیں ختم نہ ہوئی بلکہ وہ تورات میں تحریف کرنے لگے۔ ان مقامات کو بالکل چھپا دیا جن میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان تھا اور جن میں رسالت محمدی کی بشارت دی گئی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ جو یہودی آپ پر ایمان لے آئے ہیں۔ وہ تو نیکی اور ایمان کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ لیکن جو دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوئے خیانت و بد عہدی ان کا شیوہ ہے۔ اگر یہ بد عہد یہودی توبہ کریں اور ایمان لے آئیں تو آپ ان سے درگزر کریں۔ بلکہ حسن سلوک سے پیش آئیں، ان پر احسان کریں۔ اللہ کے ہاں احسان کرنے والوں کی بڑی چاہت ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک اور گروہ ہے جو اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے ہیں۔ یہ بھی بد عہدی اور بے وفائی میں یہودیوں سے کم نہیں۔ جس طرح یہودیوں کو حکم دیا تھا۔ کہ وہ حق و صداقت کی حمایت کریں اور تورات کے احکام بتانے میں خیانت نہ کریں۔ بالکل اسی طرح عیسائیوں (نصاری) سے عہد لیا گیا تھا۔ کہ وہ انجیل کی اس بشارت کا کھلے بندوں اعلان کریں گے۔ جس میں حضرت عیسیٰ نے نبی امی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد اور رسالت کی بشارت دی تھی یعنی

مَصَدِّقًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنَ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ) لیکن عیسائیوں نے بھی حضرت عیسیٰؑ کی تعلیم اور بشارت کو ظاہر کرنے سے انکار کر دیا۔ گمراہ یہودیوں کے نقش قدم پر چل کر عیسائی بھی عہد شکنی اور بے وفائی کے مرتکب ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان میں اختلاف پیدا کر دیا۔ عیسائیوں کے کئی فرقے بن گئے۔ ہر فرقہ دوسرے کا دشمن ٹھہرا۔ دین، حضرت مسیح اور انجیلوں کے بارے میں ان کا اختلاف دشمنی اور عداوت کی حد تک بڑھ گیا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کی کرتوتوں سے انہیں آگاہ کر دے گا۔

آیات نمبر ۱۵-۱۶ یا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ

اے اہل کتاب! تمہارے پاس ہمارے پیغمبر

رَسُولَنَا بَيْنَكُمْ كَثِيرًا مِّمَّا كُنْتُمْ

(آخر الزمان) آچکے ہیں کہ جو کچھ تم کتاب الہی سے چھپاتے تھے

تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ

وہ اس میں سے بہت کچھ تمہیں کھول کھول کر بتا دیتے ہیں

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ

اور بہت سی چیزوں سے درگزر کرتے ہیں بیشک تمہارے پاس روشنی اور

مبین ○ یٰہدٰی بِوَاللّٰهِ مِنَ التَّبَعِ

واضح کتاب آچکی ہے جس سے خدا اپنی رضا مندی کے طالبوں کو نجات

رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ

کے رستے دکھاتا ہے اور اپنے حکم سے اندھیرے میں سے نکال کر

الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ

روشنی کی طرف لے جاتا اور ان کو سیدھے

إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ○

رستے پر چلاتا ہے

أَهْلَ الْكِتَابِ: یہود و نصاریٰ (سولنا
تشریح الفاظ ہمارا رسول یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

یُبَیِّنُ: ظاہر کرتا ہے۔ بیان کرتا ہے۔ خَفَوْنَ: تم مخفی
رکتے ہو، چھپاتے ہو۔ الْكِتَابِ: سے مراد تورات اور انجیل
يَعْفُو: (عَفُو) معاف کرنا، درگزر کرنا۔ نُور: مراد حضرت

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو نورِ ہدایت لے کر آئے ہیں
 بعض نے نور سے مراد اسلام بھی لی ہے۔ کتابُ صِبْیٰن: کتاب
 ظاہر۔ واضح کتاب یعنی قرآن مجید جو احکام و مسائل کی وضاحت
 کرتا ہے یہی راہِ دکھاتا ہے، ہدایت کرتا ہے۔ یہ: اس
 قرآن مجید کے ذریعہ۔ اتَّبِعْ: پیروی کرے۔ رِضْوَان: رضا۔
 خوشنودی۔ سُبُلِ السَّلَام: سبیلِ مفرد سلامتی کے راستے مراد ہے
 دین اسلام۔ یُخْرِجُ: نکالتا ہے رَاخْرَجُ یُخْرِجُ اِخْرَاجًا
 الظُّلُمَاتِ: (رواحِ ظُلُمَاتِ) اندھیرے۔ اِذْنُ: حکم، ارادہ، توفیق
 گزشتہ آیات میں یہود و نصاریٰ کی بد اعمالی
 مفہوم و مطلب | بالخصوص عہد شکنی اور بے وفائی کا ذکر کرنے کے

بعد ان کو ایمان کی دعوت دی کہ حق و صداقت کا پیغام آپہنچا ہے اب
 تورات اور انجیل کے ماننے والوں کو پیغمبرِ آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ
 صلی اللہ علیہ وسلم پر اور قرآن مجید پر ایمان لانا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کو اہل کتاب کے نام سے خطاب
 کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہارے پاس تورات اور انجیل موجود ہیں۔ ان
 کتابوں میں اس نبیِ آخر الزمان کی علامات اور نشانیاں درج ہیں عیسیٰ
 علیہ السلام کی زبان سے نبی کریم احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد
 کی پیش گوئی بھی موجود ہے۔ یہ پیغمبر موعود تمہارے پاس تشریف
 لے آئے ہیں۔ آپ ان چیزوں کی نشان دہی کرتے ہیں جنہیں یہود و

نصاری اپنی کتابوں میں مخفی رکھتے تھے۔ مثلاً تورات میں واضح طور پر رجم سنگساری کی سزا موجود تھی، یوم السبت کے نافرمانوں کا انجام مندرج تھا لیکن یہودی علماء ان حقائق کو پردہ اخفا میں رکھتے تھے۔ اسی طرح انجیل میں حضرت عیسیٰ نے حضرت بنی کریم کی آمد کی بشارت دی تھی لیکن عیسائی اُخبار اور علماء ان باتوں کو ظاہر نہ کرتے تھے۔ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب باتوں کی خبر دی۔ اس کے ساتھ آپ نے بہت سی اور باتوں کا قطعاً ذکر نہ کیا۔ کیونکہ ان باتوں کا تعلق نبوت و رسالت سے نہ تھا۔ لہذا آپ نے ان کے ذکر سے درگزر کیا۔ اور خواہ مخواہ یہود و نصاریٰ کے لیے ذلت و رسوائی اور فضیحت کا سامان مہیا کرنا غیر مناسب سمجھا۔ بعض مفسرین نے یَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ آپ اہل کتاب کے بہت سے گناہوں سے درگزر فرماتے تھے۔

پھر فرمایا کہ اے اہل کتاب! تمہارے پاس ایسا رسول آیا ہے جس کے ہاتھ میں آفتاب ہدایت ہے۔ یہ رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ لوگوں کے لیے روشنی کا پیٹار ہیں۔ آپ کی اتباع میں حق و صداقت نظر آجاتے ہیں۔ جس طرح روشنی میں آنکھوں کی بنیائی کام کرتی ہے اسی طرح آپ کی اتباع میں انسان کی روحانی بصارت دین حق کو دیکھ لیتی ہے۔ نیز آپ کے ساتھ قرآن مجید ہے۔ جس میں انسانیت کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے بڑی

صراحت اور وضاحت سے احکام و مسائل بیان کر دیے گئے ہیں جو شخص رضاٹے الہی کی خاطر اس رسول اور اس قرآن کی پیروی کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کو امن و سلامتی کے ایسے راستوں پر چلائے گا جو ہر قسم کے خوف و خطر سے محفوظ رہیں گے۔ اور جن پر چل کر جنت کی پُر امن زندگی نصیب ہو سکے گی۔ پھر فرمایا کہ اللہ کی توفیق ان لوگوں کے شامل حال ہوگی۔ اور اللہ ان کو کفر و شرک کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان اور عمل صالح کے اجالوں میں لاکھڑا کرے گا۔ اور صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق ارزانی فرمائے گا۔

مختصر یہ کہ قرآن و حدیث یا کتاب و سنت کی اتباع کرنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ضمانت دی ہے کہ وہ ایسے لوگوں کو دنیا و آخرت میں تباہی و ہلاکت اور بدبختی و شقاوت سے بچائے گا۔ بت پرستی، اودام پرستی، شرک و بدعت اور دیگر گمراہ کن خرافات کے اندھیروں سے نکال کر توحید و رسالت اور ایمان و عمل صالح کی روشنی اور تابندگی عطا کرے گا۔ کتاب و سنت کی اتباع اور پیروی کا نام صراط مستقیم لکھا یہی سیدھی راہ جنت میں پہنچا دیتی ہے اس امن و سلامتی کے راستے پر چلنے والے کے لیے دوزخ کا کوئی ڈر نہیں ہے۔

ان آیات کے ضمن میں بیان کیا جاتا ہے کہ کچھ یہودی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر زانی کو سلسلہ کرنے کے بارے میں پوچھنے لگے تو آپ نے فرمایا کہ تم میں سے سب سے زیادہ عالم کون ہے۔ انہوں نے ابن صوریاء کی طرف اشارہ کیا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ تو ان سب سے زیادہ عالم ہے اس نے عرض کیا کہ ان لوگوں کا یہی خیال ہے پھر آپ نے اس کو اس خدا کا نام دے کر پوچھا جس نے موسیٰ پر تورات نازل کی تھی اور جس نے رفع طور کیا تھا۔ کہ وہ حق بات کہے گا۔ اتنا فرمانا تھا کہ ابن صوریاء پر کبکپی اور رعشہ طاری ہو گیا اور وہ بول اٹھا کہ ہمارے ہاں عورتیں حسین و جمیل ہیں۔ جپاڑنا بہت پھیل گیا۔ تو ایک سو کوڑے لگتے اور سر موٹھ دیے جلتے۔ یہ بات سنی تو آپ نے رحم کا فیصلہ صادر فرمایا۔

آیت نمبر ۱۰- ۱۹: لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا

جو لوگ اس بات کے قائل ہیں

إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ

کہ عیسیٰ بن مریم خدا ہیں وہ بیشک کافر ہیں

قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا

ان سے) کہہ دو کہ اگر خدا عیسیٰ بن مریم کو ان کی ماں کو

إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ

اور جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کو ہلاک کر دے

وَأُمَّهُ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا

تو اس کے آگے کس کی پیش چل سکتی ہے

وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا

اور آسمان اور زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے

بَيْنَهُمَا يُخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَى

سب پر خدا کی بادشاہت ہے وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَقَالَتِ الْيَهُودُ

اور خدا ہر چیز پر قادر ہے اور یہود اور نصاریٰ کہتے

وَالنَّصَارَى نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ

ہیں کہ ہم خدا کے پیئے اور اس کے پیارے ہیں

قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ بَلْ

کہو کہ پھر خدا تمہاری پراعمالیوں کے سبب تمہیں عذاب کیوں دیتا ہے

أَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ

نہیں بلکہ تم اس کی مخلوقات میں دو دوسروں کی طرح کے انسان ہو۔ ۵۰

وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ وَ لِلَّهِ مُلْكُ

جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب دے اور آسمان اور

السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَ

زمین اور جو کہ ان دونوں میں ہے سب پر خدا ہی کی حکومت ہے اور

إِلَيْهِ الْمَصِيرُ ۝ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ

آج (کو) اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اے اہل کتاب! پیغمبروں کے آنے کا

جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَىٰ فَتْرَةٍ

سلسلہ جو ایک عرصے تک (منقطع رہا تو) اب، تمہارے پاس ہمارے پیغمبر

مِّنَ الرَّسُلِ أَنْ تَقُولُوا مَا جَاءَنَا

آگے ہیں جو تم سے (خدا کے احکام بیان کرتے ہیں تاکہ تم یہ نہ کہنے لگو کہ

مِنْ بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ فَقَدْ جَاءَكُمْ

ہمارے پاس کوئی خوشخبری یا ڈر دہانے والا نہیں آیا سوا بے شمارے

بَشِيرٍ وَنَذِيرٍ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

پاس خوشخبری اور ڈر دہانے والے آگئے ہیں اور خدا ہر چیز پر قادر ہے

تشریح الفاظ [هُوَ: وہ، یہاں ہُو حصر کا فائدہ دیتا ہے۔
فَمَنْ: (ف) مَنْ بمعنی کون، مَنْ استفہام

کے لیے، اور یہ اس استفہام توہین و زجر کے لیے آیا ہے۔
يَمْلِكُ قدرت رکھتا ہے، یعنی اللہ کو روکنے کی کس میں طاقت
ہے۔ کون ہے جو اللہ کو روک سکے۔ اِنْ: اَلرَّاسَا اِدَا: وہ
چاہے، ارادہ کرے۔ اَنْ: کہ۔ يَهْلِكُ: رَاهْلِكُ ماضی، وہ ہلاک
کرے۔ اَمْرًا: ہاں۔ مَلِكُ: بادشاہت۔ اَبْنَاءُ: رُوَا حِدَابُنْ
بیٹے اَحِبَّاءُ: رُوَا حِدَابِي، چہیتے پیارے۔ فَلَمَّ: فَا
لَمَّ۔ پھر + کیوں۔ يَعْذِبُ: عَذَابٌ دیتا ہے۔ الْمَصِيرُ
ٹھکانہ، رجوع، لوٹنا صَارَ يَصِيرُ صَيْرًا۔ فَتْرَةٌ: اَلْقَطَاعُ
وقف، مدت۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کے
مفہوم و مطلب [بعض عقائد کو باطل قرار دیتے ہوئے فرمایا

کہ جو لوگ مسیح ابن مریم کو خدا ٹھہراتے ہیں وہ کفر کا ارتکاب کرتے ہیں۔ بھلا یہ کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ ایک بشر اور مخلوق خدا بن جائے۔ نصاریٰ کا یہ عقیدہ کہ مسیح خدا ہے۔ محض کفر ہے صحیح عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے۔ اس نے آدمؑ کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا۔ اس نے حضرت مریمؑ کو پیدا کیا اور اسی نے حضرت مسیحؑ کو بغیر باپ کے حضرت مریمؑ کے ماں پیدا کیا۔ ساری مخلوق فنا ہونے والی ہے۔ صرف اللہ کی ذات کو بقا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ تو ایک انسان اور بشر ہیں بھلا یہ فانی انسان خدا کیسے ٹھہر سکتا ہے۔ اللہ کی ذات تو ایسی قادر اور بے نیاز ہے کہ اگر وہ چاہے کہ ساری کائنات کو ختم کر دے اور اس میں حضرت مسیح اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریم کو بھی ہلاک کر دے تو کون ہے جو اللہ کو اس ارادے سے روک سکے؟ کس میں یہ طاقت ہے۔ کہ وہ اللہ سے کسی چیز کو بچا سکے۔ خود حضرت مسیحؑ اور حضرت مریمؑ اپنے آپ کو نہیں بچا سکتے تو دوسروں کے کیسے کام آسکتے ہیں۔ جب صورت حال یہ ہو تو یہ خاکی اور فانی انسان خدا کیوں کر کہلا سکتا ہے حقیقت تو یہ ہے کہ زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کی بادشاہت اللہ کے لیے ہے وہ مالک الملک ہے۔ وہ جو چاہتا ہے۔ اور جس طرح چاہتا ہے، پیدا کرتا ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے

اس کے سوا خدائی اور الوہیت کسی کو زیبا نہیں۔

ہمارے اس زمانے میں بھی عیسائیوں کے تین مشہور فرقے ہیں
 (۱) کیتھولک (۲) آرٹھوڈوکس (۳) پروٹسٹنٹ۔ آخری فرقے نے
 عیسائی عقائد میں کافی اصلاح کی لیکن وہ عیسائیت کو خالص تمجید
 سے بہرہ مند نہ کر سکے۔ حالانکہ حضرت عیسیٰ خالص توحید پھیلانے
 آئے تھے عیسائیوں کا عام عقیدہ تین اقاہیم مشہور ہے۔ اللہ باپ
 اللہ بیٹا اور اللہ روح القدس (تاریخ الکتاب المقدس) نیز
 یوحنا کی انجیل میں ہے کہ ابتدا میں کلمہ تھا۔ کلمہ خدا کے ساتھ تھا
 اور کلمہ خدا ہے عیسائی علماء نے کلمہ کی تفسیر کرتے ہوئے مسیح
 لکھا ہے۔ اور اسی عقیدے کی طرف قرآن مجید نے اشارہ کیا ہے
 پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ یہود و نصاریٰ نے ایک دعویٰ
 یہ کیا کہ ہم اللہ کے بیٹے اور چہیتے ہیں۔ بیٹے ہونے کے کئی مفہوم
 بیان کئے جاتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہمیں اللہ سے اتنا قرب حاصل ہے
 جتنا بیٹے کو باپ سے۔ ہمیں اللہ کی رحمت و شفقت اور محبت و
 انس اسی طرح سے حاصل ہے۔ جس طرح بیٹوں کو باپ کی شفقت و
 محبت حاصل ہوتی ہے ایک مفہوم یہ بتایا جاتا ہے۔ کہ یہود نے
 حضرت عزیرؑ کو اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا
 بیٹا ٹھہرایا۔ اور اسی نسبت سے اپنے آپ کو ابناء اللہ کہا بعض
 مفسرین نے کہا کہ ابناء اللہ سے مراد اتباع ابناء اللہ ہے یعنی

ہم تو ابناء اللہ (عزیز اور مسیح) کے مشیح اور پیروکار ہیں۔ اور
اسی بنا پر ہم اللہ کے پیارے اور چہیتے ہیں۔

اس آیت کے شان نزول کے متعلق حضرت ابن عباسؓ سے
روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نعمان بن اصف
بحرّی بن عمرو اور شانس بن عدی آئے ان سے باتیں ہوئیں بنی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور نافرمانی
اور بد اعمالی کے نتائج سے ڈرایا تو وہ کہنے لگے کہ آپ ہمیں
کس چیز سے ڈراتے ہیں ہم تو اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں
ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی
زبان مبارک سے یہ کہا کہ اگر یہی بات ہے تو پھر اللہ تمہارے گناہوں
کی پاداش میں تمہیں سزا کیوں دیتا ہے؟ اگر تمہارا دعویٰ سچا ہو تو
پھر تم عذاب کے مستحق ٹھہرنے والے کام ہی کیوں کرو؟ اس سے
پہلے بھی تم مختلف قسم کے عذابوں میں مبتلا رہ چکے ہو کبھی قتل و
غارت گری، کبھی قید و بند، کبھی مسخ صورت، یہ سب سزائیں تم
بھگت چکے ہو۔ اس کے باوجود تم اتنا بڑا دعویٰ کرنے کی جرأت
کرتے ہو۔ حقیقت تو یہ ہے کہ تم بھی عام انسانوں کی طرح بشر
ہو، بشری تقاضے اور لوازمات تمہارے ساتھ ہیں۔ تم گناہ کرو گے
تو عذاب میں مبتلا کیے جاؤ گے۔ نیک کام کرو گے۔ تو خدا کی بخشش
کے مستحق ٹھہرو گے۔ اب بھی تمہارے لیے موقع ہے۔ کہ تم اپنے غرور

تکبر اور اپنی ضد و ہٹ دھرمی سے باز آ جاؤ۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لا کر قرآن مجید کو الہامی کتاب مان لو اللہ تمہارے گناہوں پر خط تیسرے کھینچ دے گا۔ اور اگر اعمال صالح سے تہی دامن ہوئے تو پھر عذاب سے چھٹکارا مشکل ہے وہ مالک حقیقی ہے زمین و آسمان کا پادشاہ ہے زمین و آسمان کے درمیان بھی اسی کی حکومت و پادشاہت ہے اور بالآخر تمہیں اسی کے پاس جانا ہے۔ وہی آخری ٹھکانہ ہے سب لوگ اسی کی طرف لوٹ کر جائیں گے اور اپنے کیے کا بدلہ پائیں گے۔ اس وقت انہیں قدر عافیت معلوم ہو جائے گی۔ وہ دیدہ عبرت میں سے دیکھیں گے کہ وہ سب خدا کے بندے اور مخلوق ہیں۔ ان کا خدا سے کسی قسم کا کوئی رشتہ نہیں، نہ یہ بیٹے ہیں نہ پیارے اور نہ وہ باپا ہے اور نہ بے عملوں اور بد کرداروں کو چاہنے والا۔ وہ خالق اور مالک ہے۔ اس کے ہاں عمل صالح کی قدر ہے وہ نیکیوں اور اخلاقِ حسنہ کو پسند کرتا ہے۔ یہود و نصاریٰ کو اپنی ذات پر بڑا گھمنڈ اور ناز تھا۔ کبھی وہ کہتے تھے کہ جنت ہمارا ہی بیٹے ہے۔ کبھی کہتے کہ ہم خدا کے پیارے ہیں، کبھی کہتے کہ ہم خدا کے بیٹے ہیں۔ اللہ نے فرمایا کہ یہ سب منہ کی باتیں ہیں حقائق سے ان چیزوں کو دور کا تعلق بھی نہیں۔

پھر اہل کتاب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے کتاب والو! ہمارا

رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے پاس اتمام حجت کے لیے آچکا ہے۔ یہ وہی رسول ہے جس کا ذکر اور بشارت تمہاری کتابوں میں موجود ہے۔ ہمارا رسول دین کے احکام اور شریعت کے مسائل کھول کھول کر تمہیں سناتا ہے۔ یہ رسول عرصے کے بعد آیا ہے۔ بقول ابن سعد صاحب الطبقات حضرت موسیٰ اور عیسیٰ کے درمیان تو تقریباً ایک ہزار بیسٹھ آٹے لیکن حضرت عیسیٰ کے بعد عرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی تشریف لائے۔ تقریباً چھ صدیوں کا یہ عرصہ خاصا لمبا اور طویل ہے آپ کی آمد کا مقصد اتمام حجت ہے۔ قیامت کے دن تم یہ نہ کہہ سکو کہ حضرت عیسیٰ کے بعد ہمارے پاس کوئی رسول نہیں آیا تھا۔ اب رسول بھی ایسا عظیم الشان اور جلیل القدر آیا ہے کہ اس کے ساتھ اتمام نعمت اور تکمیل دین کی شاندار بشارت بھی سنادی گئی۔ آپ کا منصب نیک کاموں کے لیے خوشخبری سنانا اور بُرے کاموں کے انجام سے ڈرانا ہے۔ آپ کے آنے کے بعد کسی شخص کو کفر پر قائم رہنے کا حق نہیں رہتا۔ حق و باطل کو الگ الگ کر دیا گیا ہے۔ کفر و ایمان کے حدود متعین ہو چکے ہیں۔ پیغمبر نے ہر انداز سے سمجھا دیا ہے۔ اب تمہارے لیے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

آیات نمبر ۲۰-۲۴: وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ

اور اس وقت کو یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی

يَقَوْمِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ

قوم سے کہا کہ اے قوم تم پر خدا نے جو احسان کیے ہیں ان کو یاد کرو

جَعَلْ فِيكُمْ اَنْبِيَاءً وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا

یعنی، اس نے تم میں پیغمبر پیدا کئے اور تمہیں بادشاہ بنایا۔ اور

وَاَتَكُمْ مَّا كُمْ يَوْمِ اَحَدًا مِّنْ

تم کو اتنا کچھ دیا کہ اہل عالم میں کسی کو

الْعٰلَمِيْنَ ۝ يَقُوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ

نہیں دیا تو بھاٹیو تم ارض مقدس یعنی ملک شام میں

الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا

جسے خدا نے تمہارے لئے لکھ رکھا ہے چل داخل ہو اور

تَرْتَدُّوا عَلٰى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا

رویکھنا مقابلے کے وقت پیٹھ نہ پھیرنا ورنہ نقصان میں

خَسِرِينَ ۝ قَالُوا يَا مَوْسَىٰ إِنَّا نَرَاكَ

پڑ جاؤ گے وہ کہنے لگے کہ موسیٰ! وہاں تو بڑے

قَوْمًا جَبَّارِينَ ۝ وَإِنَّا لَنَنذِرُكَ

بڑے زبردست لوگ رہتے ہیں اور جب تک وہ اس سرزمین سے

حَتَّىٰ يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِن يَخْرُجُوا مِنْهَا

نکل نہ جائیں ہم تو وہاں جانے کہ نہیں ہاں اگر وہ نکل جائیں تو بیشک

فَأِنَّا دَاخِلُونَ ۝ قَالَ مَرَجُلٍ مِّن

ہم چل داخل ہوں گے تو جو لوگ ڈرتے تھے ان میں

الَّذِينَ يَخَافُونَ أَعْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِمَا

سے دو شخص جن پر خدا کی نوازش تھی کہنے لگے کہ

ادْخُلُوا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَإِذَا دَخَلْتُمُوهُ

ان پر دروازے کے رشتے سے حملہ کہو جب تم دروازے میں

فَأِنَّكُمْ غٰلِبُونَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوا ۚ إِن

داخل ہو گئے تو یقیناً غالب رہو گے اور خدا پر بھروسہ رکھو۔

كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ قَالُوا يَا مُوسَىٰ إِنَّا

بشرطیکہ تم صاحب ایمان ہو وہ بولے کہ موسیٰ جب تک

لَنْ نَدْخُلَهَا أَبَدًا مَّا دَامُوا فِيهَا

وہ لوگ وہاں ہیں ہم تو وہاں ہرگز جانے کے نہیں تم اور تمہارا

فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا

خدا دونو جا کر (ان سے) لڑو ہم یہیں بیٹھے

هَهُنَا قَاعِدُونَ ۝ قَالَ رَبِّ إِنِّي لَأَ

ہیں موسیٰ نے (خدا سے) التجا کی کہ

أَمْلِكُ إِلَّا نَفْسِي وَأَخِي فَافْرِقْ بَيْنَنَا

پروردگار! میں اپنے اور اپنے بھائی کے سوا اور کسی پر

وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ۝ قَالَ فَإِنَّهَا

اختیار نہیں کھٹاؤ ہم ہیں اور ان نافرمان لوگوں میں فرق کر دے خدا نے فرمایا

مَحْرُومَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً

کہ وہ ملک ان پر چالیس برس تک کے لیے حرام کر دیا گیا ہے

يَتِيهِمْ فِي الْأَرْضِ فَلَا تَأْسَ عَلَى

رک وہاں جانے نہ پائیں گے اور جنگل کی زمین میں سرگرداں پھرتے رہیں گے

الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ

تو ان نافرمان لوگوں کے حال پر افسوس نہ کرو

مَلُوكًا: (واحد مَلِكٍ) لفظی معنی بادشاہ ہیں
تشریح الفاظ مراد ہے خود مختار اور آزاد۔ بنو اسرائیل

میں مَلِكٍ کا اطلاق اس شخص کے لیے ہوتا تھا جس کے پاس بیوی، خادم اور گھر ہوتا۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب کسی کے گھر میں کوئی بلا اجازت داخل نہ ہو سکتا تو اس گھر والے کو مَلِكٍ کہتے تھے حضرت عبداللہ عمرو بن العاص سے ایک مہاجر نے کہا کہ کیا ہم غریب مہاجر نہیں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ کیا تیری بیوی ہے اس نے کہا: ہاں ہے پھر عبداللہ بن عمرو نے پوچھا کیا تمہارے پاس رہنے کے لیے مکان ہے۔ اس مہاجر نے کہا کہ ہے۔ اس پر حضرت عبداللہ نے کہا کہ تو غنی ہے۔ وہ آدمی بولا میرے پاس ایک خادم بھی ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ پھر تو تو مَلِكٍ ہے۔ سنن ابی داؤد میں روایت ہے کہ بنو اسرائیل کے ہاں جس شخص کے پاس گھر ہوتا اور نوکر ہوتا وہ مَلِكٍ شمار

ہوتا۔ اس طرح ابو سعید خدریؓ کی روایت ہے کہ بنو اسرائیل میں سے جس شخص کے پاس نوکر، سواری کا جانور اور عورت ہوتی وہ مَلِک کہلاتا۔ بہر حال مَلِک اس شخص کو کہا جاتا تھا جو اپنے کاروبار اور کام کاج میں آزاد اور خود مختار ہوتا تھا۔

اَشْكُرُّ: راتنی + کمر، دیا تمہیں۔ کَمْرِيُوتِ: نہ دیا، اَدْخُلُوا تم داخل ہو جاؤ۔ دَخَلَ يَدْخُلُ سے (فعل امر جمع مذکر مخاطب) الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ: پاک سرزمین، مراد ہے ملک شام جہاں اَرِيحَاء واقع تھا۔ كَتَبَ اللهُ لَكُمْ: اللہ نے تمہارے لیے وہاں سکونت مقدر کر رکھی ہے۔ لَا تَرْتَدُّوا: نہ پھر جاؤ نہ لوٹ جاؤ تم۔ اَدْبَارًا: (واحد دُبْر بمعنی پیٹھ) مراد ہے کہ اَلثَّوْبَاؤُنْ نہ پھر جاؤ۔ فَتَنْقَلِبُوا: پس تم لوٹو گے، پھر وگے۔ اِنْقَلَبَ يَنْقَلِبُ اِنْقِلَابًا (باب انفعال قلب سے)۔

حَسِرِينَ: گھٹا پانے والے، یعنی میدان جنگ میں نصرت الہی سے محروم اور آخرت میں ثواب سے محروم رہو گے۔ جَبَّارِينَ (واحد جَبَّار) جَبَّار اس شخص کو کہتے ہیں۔ جو دوسرے کو اپنی من مانی کاروائی پر مجبور کرے۔ غالب آنے والے عمالقمہ سے مراد ہے يَخَافُونَ: جو خدا سے ڈرتے اور ہر وقت اس کی یاد دل میں رکھتے تھے۔ اَلْعَمَلُ اللّٰهُ: سے مراد اس جگہ صحیح عقیدہ اور درست ایمان ہے۔ نیز یہ کہ ان دو نقیبوں نے جبار

لوگوں کے بارے میں آکر کوئی بعید ظاہر نہیں کیا۔ اَدْخُلُوا
 عَلَيْهِمُ الْبَابَ: یعنی شہر کے دروازے سے ان پر اچانک
 حملہ کر دو۔ كُنْ نَدًا خَلْفًا اِبْدًا: ہم اس سرزمین (یعنی
 اریحاء یا ایلیاء) میں ہرگز ہرگز داخل نہیں ہوں گے۔ یہاں
 كُنْ اور اِبْدًا کو نفی محمد کو زیادہ متوکل بنانے کے لیے جمع
 کیا گیا ہے۔ مَا دَامُوا: (مَا دَامَ) جب تک وہ سب۔ قَاتِلَا
 تَمَّ دُونَ تُو اور تَرَابِ) لڑو۔ هُكَّتَا: یہاں یہیں۔ فَافْرُقْ
 ف + اَفْرُقْ: تو الگ کر دے، تو امتیاز کر دے۔ جدا جدا کر دے
 فِرْقَ کر دے۔ يَتِيهُونَ: وہ سرگردان و حیران پھرتے رہیں گے۔
 رَتَاةً، يَتِيهَةٌ تِيهًا بمعنی حیران پھرنا۔ راہ نہ پاسکنا، کسی
 جگہ سے باہر نہ نکل سکرنا) لَا تَأْسَى: غم نہ کھا (اَسَى يَأْسَى
 اَسَى بمعنی غم کھانا) فَعِدُّونَ: (قَعَدَ سے اسم فاعل قَاعِدٌ) بیٹھنے والے

بنی اسرائیل پر اتمام حجت اور اثبات نبوت
 مفہوم و مطلب | محمدی کے بعد فرمایا کہ یہ بنی اسرائیل وہ قوم
 ہے جس نے اپنے پیغمبر حضرت موسیٰ سے بھی بے وفائی کی حالانکہ
 انہوں نے بنی اسرائیل کو فرعون کے بیچہ ظلم سے نجات دلا کر
 آزادی و حریت بخشی غلامی کی زنجیریں توڑ انہیں عزت و شرافت
 سے ہم کنار کیا۔ اس کے باوجود بنی اسرائیل نے ایسے محسن پیغمبر
 سے بھی غداری کتنے شرم محسوس نہ کی اور ان کا حکم ماننے سے انکار

کر دیا۔ یہ قصہ اس لیے سنایا گیا تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسکین ہو۔ کہ یہود مدینہ کی غداری اور عہد شکنی کوئی نئی بات نہیں، بلکہ یہ بنی اسرائیل کی سرشت میں داخل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی (محمد) ان لوگوں کو موسیٰ کا قصہ سناؤ کہ جب انہیں فرعون ایسے ظالم و جابر بادشاہ کی غلامی سے نجات مل گئی تو موسیٰ نے بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کے انعامات یاد کراتے ہوئے بتایا۔ کہ اللہ کی کتنی بڑی نعمت تھی کہ اس نے تمہیں اپنے نبی بھیجے۔ پھر تمہیں آزادی اور خود مختاری کی نعمت سے بہرہ مند کیا گیا۔ عزت بخشی گئی۔ تم اپنے کام کاج میں خود مختار ہو گئے۔ تمہیں اس قابل بنا دیا گیا۔ کہ تم جو چاہتے کرتے۔ حالانکہ اس سے پہلے تم ذلیل تھے۔ تمہاری گردنوں میں فرعون کی غلامی کا طوق تھا۔ کیا اللہ کی یہ نعمت کچھ کم تھی کہ اس نے تمہیں آرام و آسائش کے ساتھ عزت و شرافت سے نوازا۔ تم پر سن و سلو ہی نازل کیا۔ تمہارے لیے بارہ چشمے جاری کیے۔ بحر احمر کو تمہارے لیے پایاب بنا دیا۔ تاکہ اسے عبور کر کے مغربی کنارے سے مشرقی کنارے پر پہنچ جاؤ۔ فرعون اور اس کی قوم کو اس میں غرق کر دیا گیا۔ تم پر ایک نعمت یہ بھی نازل کی کہ تمہارے لیے بادلوں کا سایہ مہیا کیا گیا۔ یہ نعمتیں یاد دلانے کے بعد حضرت موسیٰ نے اپنی قوم کو

جہاد کے لیے آمادہ کرتے ہوئے انہیں کہا کہ تمہارے لیے اریحا کی پاک سرزمین مقدر ہو چکی ہے۔ وہاں قحط و خشک سالی کا کوئی خدشہ نہیں۔ وہاں تم آفاتِ ارضی و سماوی سے محفوظ رہو گے۔ غرضکہ موسیٰ نے ہر چند انہیں شجاعت اور بہادری کے لیے آمادہ کرنا چاہا لیکن سب کو شمش بے سو و ثابت ہوئی۔ اُن بارہ نقیبوں میں سے دو نقیب (کالب اور یوشع) جو خدا کا ڈر رکھتے تھے اور جنہیں اللہ نے ایمان کی دولت سے بہرہ مند کیا تھا، کہنے لگے کہ اے بنی اسرائیل! شہر کے دروازے سے اچانک حملہ کر دو۔ اللہ تمہارا ناصر و حامی ہوگا۔ اللہ یہ بھروسہ رکھتے ہوئے آگے بڑھو، فتح تمہارے قدم چومے گی۔ لیکن بنی اسرائیل غداری اور نافرمانی پر تلے ہوئے تھے۔ انہوں نے شہر پر حملہ کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ہمارے دشمن بڑے طاقتور اور زبردست ہیں۔ ہم میں تو تاب نہیں کہ ان کا مقابلہ کریں۔ تم میں ہمت ہو تو جاؤ تم اور تمہارا پروردگار جا کر ان سے لڑو۔ اگر دشمن نے شہر خالی کر دیا۔ تم ہم شہر میں داخل ہو جاؤ گے ورنہ نہیں۔

یہ سن کر موسیٰ کا بیانا صبر لبریز ہو گیا۔ وہ اپنا معاملہ خدا کے سپرد کرتے ہوئے عرض کرنے لگے۔ کہ اے اللہ! ان لوگوں پر میرا کچھ بس نہیں۔ میں اور میرا بھائی ہارون حاضر ہیں

تیرے احکام کی تعمیل میں ہمیں کوئی عذر نہیں۔ یہ لوگ نافرمان نکلے ہیں۔ تیرے حکم سے سرتابی کر چکے ہیں۔ اب فیصلہ تیرے ہاتھ میں ہے۔ تو جو چاہے حکم دے۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کے جواب میں فرمایا کہ یہ ارض پاک چالیس سال تک ان پر حرام کر دی گئی ہے اب یہ سرگردان و حیران پھرتے رہیں گے۔ یہ نافرمان نکلے ہیں۔ ان کی نافرمانی کی یہی سزا ہے۔ تم ان نافرمانوں پر کوئی غم نہ کھاؤ۔

مفسرین کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل چالیس سال تک صحرا سینا میں حیران و ششدر پھرتے رہے۔ انہیں کوئی راستہ نہ ملا۔ رات دن سفر کرنے کے باوجود وہ اس بھول بھلیاں میں پھنسے رہے یہاں تک کہ ان کے بزرگ اور سرداران قوم ہلاک ہو گئے اور اسی اثنا میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ بھی وفات پا گئے۔ یوشع اور کالب باقی ماندہ قوم لے کر شہر آریحا پر حملہ آور ہوئے۔ اور اللہ نے انہیں فتح مند کیا۔

آیات نمبر ۲۴-۳۶: **وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنِ**

اور اسے (محمدؐ) ان کو آدم کے دو بیٹوں

أَدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتَقَبَّلَ

راہیل اور قابیل کے تحقیقی حالات پڑھ کر سنا دو کہ جب ان دونوں نے

مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ

خدا کی جناب میں) کچھ نیازیں چڑھائیں تو ایک کی نیاز تو قبول ہو گئی اور

قَالَ لَا قُتِلَكَ ۖ قَالَ إِنَّمَا اتَّخَفْتَنِى لَوْلَا

دوسرے کی قبول نہ ہوتی تو (قابیل راہیل سے) کہنے لگا کہ میں تجھے قتل کر

مِنَ الْمُتَّقِينَ ۗ لَئِنْ بَسَطْتَ إِلَىٰ يَدِكَ

دوں گا اس نے کہا کہ خدا پرستینگاروں ہی کی (نیاز) قبول فرمایا کرتا ہے اگر

لَتُقْتِلَنِّى مَآ أَنَا بِبَاسٍ بِىٰ إِلَيْكَ

تو مجھے قتل کرنے کے لیے مجھ پر ہاتھ چلائے گا تو میں تجھ کو قتل کرنے کے

لَا قُتِلَكَ ۗ إِنْىٰ أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ۗ

لیے تجھ پر ہاتھ نہیں چلاؤں گا مجھے خدائے رب العالمین سے ڈرتا ہے

إِنِّي أُرِيدُ أَنْ تَبُوءَ بِآثِمِي وَإِثْمِي

میں چاہتا ہوں کہ تو میرے اور اپنے دونوں کے گناہ میں مبتلا ہو پھر

فَتَلُونَ مِنَ أَصْحَابِ النَّارِ وَذَلِكَ جَزَاؤُ

اہل دوزخ میں رہنے والے جنہم اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔ تو اس

الظَّالِمِينَ ۝ فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ

کے نفس نے اسے یہی ترغیب دی کہ بھائی کو قتل کرے تو اس نے

أَخِيهِ فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِينَ ۝

اس کو قتل کر دیا اور خسارہ پانے والوں میں ہو گیا پھر

فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِي الْأَرْضِ

خدا نے ایک گھبراہٹ کو بھیجا جو زمین کو کھدنے لگا کہ اسے

لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُؤَامِرُ سَوْءًا أَوْ يَنْهَى

دکھائے کہ اپنے بھائی کی لاش کو کس طریق سے چھپائے کہنے لگا

قَالَ يٰوَيْلَتِي أُعْجِزْتُ أَنَّ الْوُنْثَ مِثْلَ

اے ہے مجھ سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ اس کوے کے برابر

هَذَا الْغُرَابُ فَأَوَارِي سَوْءَةً أَخِي

ہوتا تو اپنے بھائی کی لاش کو چھپا دیتا

فَأَصْبَحَ مِنَ الشَّدَائِمِ ۚ وَمِنْ أَجْلِ ذَلِكَ

پھر وہ بہت (پشیمان ہوا۔ اس (قتل) کی وجہ سے ہم نے

كَتَبْنَا عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ مَن

بنی اسرائیل کو (حکم) لکھ دیا کہ جو شخص کسی کو جان کے

قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي

عوض کے بغیر یا ملک میں فساد (کی سزا) کے (بدوں) مار

الْأَرْضِ فَكَانَ مَثَلًا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا

ڈاک تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا

وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَانَ مَثَلًا أَحْيَا النَّاسَ

اور جو اس کی زندگانی کا موجب ہوا تو گویا تمام لوگوں کی

جَمِيعًا ۖ وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ مَرْسَلْنَا

زندگانی کا موجب ہوا اور ان لوگوں کے پاس ہمارے پیغمبر روشن

بِالْبَيْتِ تَمْرَانِ كَثِيرٌ مِّنْهُمْ بَعْدَ ذَلِكَ

دیلیں لاکھے ہیں پھر اس کے بعد بھی ان میں سے بہت سے

فِي الْأَرْضِ لَمْ يَرْفُؤُنَّ

لوگ ملک میں دست درازی کرتے ہیں

وَاتْلُ: رَو + اْتَلُ فعل امر از تَلَا يَتْلُو

تشریح الفاظ اِتْلَاوَةٌ اور تو پڑھ، تلاوت کر۔ یہ لفظ

صرف کتاب الہی کی تلاوت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ نَبَأُ: خبر،

بالخصوص ایسی خبر جس سے کوئی عظیم الشان فائدہ وابستہ ہو

اِبْنِي: اصل میں ابْنَيْنِ تھا (واحد ابن ہے) مضاف ہونے

کی وجہ سے ن تثنیہ گر گیا۔ بِالْحَقِّ: سچ سچ۔ صداقت

کے ساتھ۔ قُرْبًا قُرْبَانًا: دونوں نے نیازیں چڑھائیں

قُرْبًا: رصيغ فعل ماضی مذکر تثنیہ غائب، دونوں نے قرب

چاہا۔ قُرْبَانِ وہ چیز جس کے ذریعہ اللہ کا تقرب اور

نزدیکی حاصل کی جائے۔ جیسے جانوروں کی قربانی وغیرہ۔

فَتُقَبَّلَ: پس قبول ہوگئی۔ كَمْ يُتَقَبَّلُ: نہ قبول ہوئی

الْآخِرُ: دوسرے (سے) بَسَطَتْ: تو نے بڑھایا۔ اِلَىٰ

میری جانب۔ اِلَيْكَ: تیری جانب۔ تَبَوَّءَ: تو لوٹے واپس

جائے پھرے (بہاءِ یسوع) یسوع سے یا تھمی : پاوراٹھ
 مئی مراد میرے قتل کا گناہ۔ فَطَوَعَتْ : راضی، واحد
 مؤنث غائب، ترغیب دی۔ (رطوع سے) فَأَصْبَحَ : فَ
 بمعنی پس + أَصْبَحَ بمعنی وہ ہو گیا۔ بَعَثَ : بھیجا غدا اب
 کوا یَبْحَثُ : کہودتا تھا۔ لَیُورِیْکَ : ل + یور ی + ے
 کیف : کس طرح، کیسے (استفہام) یواری : چھپا دے۔
 سُوءَةٌ : جھٹ، لاشہ، لعش، ایسی برائی جس کے اظہار سے
 نفرت اور شرم محسوس ہوتی ہے۔ یَاوَلْتَا : ہائے افسوس
 پریشانی اور ندامت کے اظہار کے لیے مستعمل ہے۔ اَعْجَزَتْ
 (ا + عَجَزَتْ) کیا میں قاصر ہوں۔ کیا میں عاجز ہو گیا ہوں۔
 اَجَلٌ : سبب۔ فَأَوَارِیْ : میں چھپا دوں، دفن کر دوں۔
 کَتَبْنَا : ہم نے حکم دیا۔ بِالْبَيِّنَاتِ : واضح اور روشن آیات
 لَمْ سِرْفُونٌ : حد سے تجاوز کرنے والے (یعنی قتل کرنے میں)
 یہودیوں کی بد عہدی اور غداری کے بارے
 مفہوم و مطلب میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کو تسلی دیتے ہوئے ان آیات میں ایک اور قصہ بیان فرمایا۔
 جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ انسانی فطرت میں کئی
 ایک کمزوریاں اور خامیاں موجود ہیں۔ اور یہ کہ انسان کی یہ
 فطری کمزوری ابتدائے آفرینش سے اس کے ساتھ چھپا دی

گئی ہے۔ اگر آج یہود مدینہ نے ظلم و عہد شکنی کر کے آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو تاریخ میں یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ذرا ابتدائی تاریخ پر نظر ڈالیے اور آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں قابیل اور قابیل کے حالات کا مطالعہ کیجئے کہ کس طرح بغض و حسد نے ایک بھائی کو دوسرے بھائی کے ہاتھوں قتل کر دیا۔ جب ابتدائے عہد میں یہ حال تھا۔ تو اب اس قسم کی ظالمانہ اور غدارانہ وارداتیں کچھ تعجب انگیز نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ و حواء کو پیدا کرنے کے بعد انہیں بکثرت اولاد ذکر و

قصہ قابیل و ہابیل

اناث سے نوازا۔ حضرت آدمؑ کے ماں حضرت حوا کے ایک بطن سے دو بچے پیدا ہوئے، ایک لڑکا اور ایک لڑکی۔ جب بچے جوان ہو جاتے تو ایک بطن کے لڑکے کو دوسرے بطن کی لڑکی سے بیاہ دیتے۔ کہا جاتا ہے کہ قابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی ہابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی سے زیادہ حسین و جمیل تھی۔ جب حضرت آدمؑ نے حسب دستور قابیل و ہابیل کو بیاہ دینا چاہا۔ تو قابیل برا فروختہ ہو کر کہنے لگا کہ میں ہابیل سے بڑا ہوں، میں تو اپنی ہم زاد لڑکی سے بیاہ کروں گا۔

حضرت آدمؑ نے فساد و شرکی روک تھام کے پیش نظر کہا کہ تم

دونوں اللہ کے حضور میں نیاز اور قربانی پیش کرو۔ جس کی نیاز قبول ہو جائے گی اسے حق ہوگا کہ قابیل کی ہمزاد سے بپاہ کرے۔ چنانچہ قابیل اور ہابیل نے نیاز چڑھاٹی۔ قابیل کھیتی باڑی کرتا تھا۔ اس نے روئی قسم کی زرعی پیداوار سنبل خدا کے حضور میں پیش کی۔ ہابیل بھڑا لکریاں پالتا تھا۔ اس نے موٹا تازہ جینڈھا اپنے رب کی بارگاہ میں پیش کیا۔ چنانچہ اللہ تمالے نے ہابیل کی قربانی قبول فرمائی۔ اس زمانے میں قبولیت کی نشانی یہ تھی کہ آسمان سے سفید آگ نازل ہوتی اور وہ نیاز (قربانی یا پھل اور پھول وغیرہ) کو ہڑپ کر لیتی۔ اب ہابیل کو حق حاصل ہو گیا۔ کہ وہ قابیل کی ہمزاد سے بپاہ کرے۔ لیکن یہ بات قابیل کے لیے اور بھی رنجده تھی۔ وہ اللہ کے فیصلے کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہوئے ہابیل کو قتل کی دھکی دینے لگا۔ اس کے جواب میں ہابیل نے اپنا معاملہ خدا کے سپرد کرتے ہوئے اپنے بھائی سے کہا کہ اگر تو نے مجھے قتل کرنے کی نیت سے ہاتھ اٹھایا تو میں ہرگز اپنا ہاتھ تمہارے خون سے رنگنے کو تیار نہیں۔ ایک دن ہابیل نے دیکھا کہ قابیل سو رہا ہے۔ تو نیند کی حالت میں اس پر وار کر کے اسے ختم کر دیا۔ قتل کرنے کے بعد اسے بڑی حیرانی ہوئی اور وہ کچھ نہ سوچ پایا کہ اب مقتول کے جثہ کو کیا کرے اور کیسے دفن کرے۔ چونکہ اولاد آدم میں یہ پہلا مردہ تھا اس لیے

ہابیل کے سامنے کوئی واضح لائحہ عمل نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے کمال شفقت اور مہربانی سے دو کوٹے بھیجے، وہ لڑنے لگے۔ یہاں تک کہ ان میں سے ایک مر گیا۔ دوسرے کوٹے نے زمین کھود کر مردہ کوٹے کو اس میں دفن کر دیا۔ قابیل کو بڑا افسوس ہوا کہ وہ اس کوٹے سے بھی گیا گزرا ثابت ہوا۔ اسے یہ بڑا ناگوار تھا کہ وہ کوٹے کی اتباع کرے۔ لیکن اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ چنانچہ ہابیل نے ایک گڑھا کھود کر قابیل کو اس میں دفن کر دیا۔

چنانچہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی! آپ اپنے صحابہ کرام اور اہل کتاب کو آدم کے دو بیٹوں کا برحق قصہ سناؤ۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ بغض و حسد، ظلم و جور اور قتل و غارتگری انسان کی سرشت میں ہے۔ دونوں بھائیوں نے اللہ کے حضور میں نیازیں چڑھائیں۔ اللہ نے ہابیل کے اخلاص و صداقت کے پیش نظر اس کی قربانی قبول فرمائی اور قابیل کی نافرمانی اور حسد کی وجہ سے اس کی نیازیں کو شرف قبولیت سے محروم رکھا۔ قابیل نے برا فرختہ ہو کر بھائی کو قتل کر دینے کی دھمکی دی تو ہابیل نے کہا میں نے تو کوئی جرم نہیں کیا، تو مجھے کیوں قتل کرنے لگا۔ اللہ کے ہاں ہرگز گناہ اور مخلص لوگوں کی نیازیں کو قبولیت ہوتی ہے۔ اگر تم نے

قتل کے ارادے سے مجھ پر ہاتھ اٹھایا بھی تو میں نے ہاتھ
کو تمہارے خون سے آلودہ نہیں کرنے کا۔ میں تو خدا سے ڈرتا
ہوں۔ برائی کا بدلہ برائی سے نہ دوں گا۔ میں نے ہتھیار ڈال
دیے ہیں۔ تم کیوں میرے قتل کا اور اپنے گناہوں کا بار اٹھانے
ہو۔ مگر قابیل نے ایک بھی نہ سنی۔ اس کے نفسِ امارہ نے
اسے بھائی کے قتل پر آمادہ کر دیا۔ چنانچہ قابیل نے تاریخ
انسانیت میں پہلے قتل کا ارتکاب کر کے اپنی دنیا اور آخرت
دونوں خراب کر لیں۔ دنیا میں والدین کی ناراضی مول لی۔ اور
قتلِ انسانی سے آخرت کا عذاب خرید لیا۔ بٹی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ جب دو مؤمن ایک دوسرے کو قتل کرنے
کے لئے ہتھیار اٹھائیں۔ اور ایک مارا جائے تو دونوں جہنم
میں جائیں گے قاتل تو اپنے جرم کی پاداش میں اور مقتول اس
یے کہ وہ بھی قتل کے درپے تھا۔

اب بھائی کو قتل کر دینے کے بعد قابیل کو پریشانی یہ تھی
کہ بھائی کے لاشے کا کیا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی رہنمائی کے
لیے ایک کوا بھیجا۔ اس نے اپنے پنجوں اور چونچ سے زمین
میں گڑھا کھود کر دوسرے مقتول کوٹے کو دفن کر دیا۔ اور اس
پر مٹی ڈال دی۔ یہ دیکھ کر قابیل کو اور بھی شرمندگی اور پریشانی
ہوئی کہ میں ایک کوٹے سے بھی گیا گورا نکلا ہوں۔ مجھے اتنی

بات بھی نہ سوچھ پائی جتنی کہ اس کو سے کو۔ اب اس ندامت
 نے سہ گونہ رنگ اختیار کر لیا۔ والدین کی نافرمانی کی ندامت،
 بھائی کو قتل کر کے ٹھکانے نہ لگا سکنے کی ندامت اور کو سے
 جتنی سمجھ بوجھ سے بھی محرومی کی ندامت۔

صحیحین میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا۔ کہ جو ناحق اور نا اعدا قتل ہوگا۔ اس کا بار ابن آدم
 یعنی مابیل کی گردن پر بھی ہوگا، کیوں کہ اسی نے قتل کی
 بنیاد رکھی تھی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس جرم عظیم کی وجہ سے ہم نے
 نبی اسرائیل کو حکم دیا کہ جو شخص بلا وجہ ناحق کسی کو مار ڈالے۔
 یعنی مقتول نے نہ تو کسی کو قتل کیا تھا۔ کہ اس کی سزا میں مارا گیا
 نہ اس نے زمین میں ٹوٹا کھسوٹا کر کے لوگوں کے امن و آمان
 کو مخدوش کیا، نہ نسل کشی کی، نہ کھیتی باڑی کو نقصان پہنچایا
 نہ تجارت اور کاروبار میں رکاوٹ پیدا کی اور نہ حکومت کے
 خلاف بغاوت کا مرتکب ہوا۔ اس طرح ناحق خون بہانا اور
 قتل کرنا پورے معاشرے کو قتل کرنے کے مترادف ہے۔ کیونکہ
 اطمینان و سکون مفقود ہو جاتا ہے۔ امن و سلامتی مخدوش
 نظر آتی ہے۔ عوام کی ہمتیں پست ہو جاتی ہیں، جوصلے ٹوٹ
 جاتے ہیں۔ زرعی پیداوار کم ہو جاتی ہے۔ تجارت اور کاروبار

کی حالت خراب ہونے لگتی ہے۔ انفرادی قتل اجتماعی طور پر جمہور کی نفسیات پر اس طرح اثر انداز ہوتا ہے۔ کہ سارا معاشرہ خوفزدہ اور ہراساں نظر آنے لگتا ہے۔ بالکل اس طرح جو شخص ناحق قتل سے کسی کی جان بچا لیتا ہے۔ تو اس کی یہ جرأت اگرچہ انفرادی حقیقت رکھتی ہے۔ اور اس نے ایک فرد کو ناروا قتل سے بچایا ہے۔ لیکن نتائج کے اعتبار سے اس کی رحمت و شفقت اور جرأت و ہمت سارے معاشرے پر اثر انداز ہوتی ہے اس بچانے والے کو دیکھ کر دوسرے لوگوں کے حوصلے بڑھ جاتے ہیں۔ ان کے جرائم میں بلندی آجاتی ہے۔ وہ جرائم کو روکنے کی صلاحیت پیدا کر لیتے ہیں۔ معاشرے کے دشمنوں کی سرکوبی کے لیے کمر ہمت باندھ سکتے ہیں۔

خلاصہ مطلب یہ ہے۔ کہ قتل کے جرائم کو رواج دینے والا معاشرے کا دشمن اور قاتل ہے۔ اور ان جرائم کی روک تھام میں معاشرے کی خیر خواہی اور بقا ہے۔

آخر میں فرمایا کہ بنی اسرائیل کے پاس ہمارے بہت سے پیغمبر معجزات اور کھلے نشان لے کر آئے تاکہ انہیں بتائیں کہ انسانی معاشرے کی فلاح و بہبود کس میں ہے۔ لیکن امن کے ان دشمنوں نے پیغمبروں کی بات پر کان نہ دھرا۔ بلکہ اللہ ان کے بطلان اور قتل کے درپے ہو گئے۔ اور پیغمبر دشمنی میں حد سے تجاوز کر گئے۔

مختصر یہ کہ اخلاص و صداقت کو اپنانا اور بغض و حسد سے بچنا چاہئے۔

آیات نمبر ۳۳-۳۴: إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ

جو لوگ خدا اور اس کے رسول سے

يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي

لڑائی کریں اور ملک میں فساد کرنے کو دوڑتے پھریں

الْأَرْضِ فَسَادًا أَن يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا

ان کی یہی سزا ہے کہ قتل کر دیئے جائیں یا سونی چڑھا دیئے جائیں

أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَسْرُجُلُهُمْ مِّنْ

یا ان کے ہاتھ اور پاؤں اطراف مخالف سے یعنی داہنا ہاتھ اور

خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَلِكَ

بایاں پاؤں کاٹ دیئے جائیں یہ تو دنیا میں ان

لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي

کی رسوائی ہے اور آخرت میں بڑا

الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ① إِلَّا الَّذِينَ

رہجاری) عذاب ہے ہاں جن لوگوں نے اس سے

تَابُوا مِنْ قَبْلِ أَنْ يُقَدِّرُوا عَلَيْهِمْ

پیشتر کہ تمہارے قابو آجائیں توبہ کر لی تو جان رکھو

فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَفُورٌ رَحِيمٌ ②

کہ خدا بخشنے والا مہربان ہے

انما: محض، صرف، یہی۔ یہ حرف حصر ہے
تشریح الفاظ | جَزَاءُ: سزا۔ يَحَارِبُونَ: رعب سے باب
مفاعلة، جنت کرنا، لڑائی کرنا۔ حَرْبٍ کی ضد سلو ہے
قتل، لوٹ کھسوٹ اور چوری سب يَحَارِبُونَ میں شامل ہیں۔
يَسْعُونَ: کوشش کرتے ہیں رَسَعِيَ يَسْعِي سَعِيًا، فساداً
ضد امن ہے امن و سلامتی کو ختم کرنے کی ہر کوشش فساد ہے۔
جان، مال اور عزت، قانون اور عدل و انصاف پر ہاتھ ڈالنے
کا نام فساد ہے۔ تَقْتِيلُوا: قتل سے تَقْتِيلٌ باب تفعیل

ہے جو مبالغہ کا فائدہ دیتا ہے۔ یعنی بے دریغی سے بکثرت قتل
کئے جائیں۔ یُصَلِّبُوا: صلب سے باب تفعیل ہے۔ یہ
صلب یعنی سولی پر چڑھانے میں مبالغہ کا فائدہ دیتا ہے بکثرت
یا بار بار سولی پر چڑھایا جائے۔ بقول امام شافعی قتل کے
بعد تین تک سولی پر لٹکایا جائے۔ تَقَطَّعُوا: (قطع سے)
کاٹے جائیں مِنْ خِلَافٍ: دایاں ہاتھ اور بائیں پاؤں کاٹے
جائیں۔ یُنْفَوُوا: رنجی سے ملک بدر کرنا، جلاوطن کرنا۔ ایک شہر
سے نکال دوسرے شہر میں قید کر دینا، جلاوطن کر دیے جائیں۔
ذَلِكَ: یہ سزا یعنی قتل، پھانسی اور جلاوطنی۔ حِزْبِي: ذلت
رسوائی۔ تَقْدِرُوا عَلَيْهِمْ: تم ان پر قابو پا لو۔

مفہوم و مطلب | جمہور علماء کے نزدیک ان آیات کے شان
نزول ہیں کتب احادیث میں مرقوم ہے کہ
قبیلہ عدکل اور قبیلہ حُرَیْبَةُ کے کچھ لوگ سلمہ بنِ اَحْمَرِ
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لے آئے
مگر دیشہ شریف میں آب و ہوا اس نہ آئی، بیمار ہو گئے۔ بنی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کی کچھ اونٹنیاں اور ایک شتر بان
ان کے ساتھ کر دیا۔ اور وہ مدینہ منورہ کے باہر جا پھرے۔
جہاں اونٹنیوں کا دودھ پیتے رہے۔ جب وہ لوگ تندرست
ہو گئے تو انہوں نے شتر بان کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے۔ اور

آنکھوں میں سلائی پھیر کر اسے اندھا کر دیا۔ وہ شتر بان ان تکالیف سے جان برنہ ہوسکا۔ بعد ازاں وہ لوگ اونٹنیوں کو ہانک کر لے گئے اور اسلام سے پھر گئے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان واقعات کا علم ہوا۔ تو آپ نے ان لوگوں کو گرفتار کرنے کے لیے اپنے آدمی روانہ کیے۔ چنانچہ یہ مرتد اوٹا کو لوگ اپنے علاقے میں داخل ہونے سے پہلے ہی گرفتار کر لیے گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا۔ کہ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے جائیں۔ اور ان کی آنکھوں میں گرم سلاشیاں پھیر کر مدینہ کے باہر سیاہ پتھراں والی سنگلاخ زمین میں انہیں پھینک دیا گیا جہاں وہ مر گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سزا قرآن مجید کے منشا کے عین مطابق تجویز کی تھی تاکہ آئندہ کسی بد باطن اور فتنہ پرداز گروہ کو مسلمانوں سے اس قسم کا وحشیانہ سلوک کرنے کی جرأت نہ ہونے پائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول سے سرپیچا ہونے والوں سے، خدا پرستوں کے خلاف چیرہ دستی کرنے والوں اور اللہ والوں سے لڑنے والوں کو سزا ضرور دینی چاہیے۔ وہ مفسدہ پرداز لوگ جو مسلمان جماعت میں قتل و غارتگری کی وارداتیں کرتے ہیں، ڈاکہ زنی اور چوری کا ارتکاب کرتے ہیں، راہ گزر مسلمانوں کو لوٹ لیتے ہیں۔ جو لوگ مسلمانوں کے

خرمن امن میں فتنہ و فساد کی آگ لگاتے ہیں، امن عامہ کو
مخدوش کرنے کے درپے رہتے ہیں۔ ان کی سزا یہ ہے۔ کہ
(۱) قاتلوں کو قتل کر دیا جائے۔

(۲) جو قتل کرنے کے علاوہ لوٹ کھسوٹ میں بھی شریک ہوئے
تو ان کو سولی پر لٹکایا جائے۔ علماء امت میں اس بات پر
اختلاف ہے کہ قتل کر کے سولی پر چڑھاؤں۔ یا زندہ کو
سولی پر لٹکا کر موت کے گھاٹ اتارا جائے،

(۳) جو قتل میں شریک نہ ہوں۔ لیکن لوٹ کھسوٹ اور ڈاکہ میں
حصہ لیا ہو تو ان کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ کر
داغ دیا جائے۔ تاکہ خون کے بہنے سے موت واقع نہ ہونے
پائے۔

(۴) جو مسلمانوں کو دھکی دیں یا تہدید آمیز خطوط یا تقریروں
کے ذریعے سے ہراساں کریں، ان کو ملک بدر کر کے نئے علاقے
میں قید کر دیا جائے یہ سزائیں ان مجرموں کے لیے دنیا میں فلت
رسوائی کا باعث ہیں۔ اور آخرت میں ان کے لیے بڑا سخت
عذاب مقدر ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ نے ایک استثناء فرمائی ہے
فرمایا کہ اگر یہ مجرم تمہارے قابو میں آنے سے پہلے اپنے گناہوں
سے تائب ہو جائیں۔ تو اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو معاف
فرمادے گا۔ اور ان پر اپنی رحمت کا سایہ کر دے گا۔ یہ

معافی حقوق اللہ کے ضمن میں ہوگی۔ حقوق العباد پر قرار ہیں
قاتل کی توبہ کے بعد بھی مقتول کے وارث کو قصاص، دیت
یا عفو کا حق حاصل ہے۔ اس طرح ڈاکو اور چور کی توبہ
کے بعد بھی مال و دولت کے مالک کو اختیار ہے کہ اپنے
مال کا مطالبہ کرے جب تک مالکان کو مال نہ واپس کیا جائے
توبہ درست نہیں ہو سکتی اگر حاکم یا قاضی کسی مصلحت عامہ
کی وجہ سے مال کی واپسی پسند نہ کرے تو پھر مالک کو حکومت
کے خزانے سے رقم دلانی جائے۔

ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ملک میں قیام امن کے
اصول بیان فرمائے ہیں۔ تاکہ ملک میں بسنے والوں کی عزت اور
جان و مال محفوظ کیا جاسکے۔ اور فساد پھیلانے والوں کو
قرار واقعی سزا دی جاسکے۔

آیت نمبر ۳ تا ۵ یا ایہا الذین امنوا اتقوا

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس

اللہ وابتغوا الیہ الوسیلة وجاهدوا

کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ تلاش کرتے رہو اور اس کے رستے میں

فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ اِنَّ

جہاد کرو تاکہ رستگاری پاؤ جو لوگ

الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَا فِي

کافر ہیں اگر ان کے پاس روٹے زمین کے تمام خزانے اور اس

الْاَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَيَفْتَدُوا

کا مال و اسباب سب کا سب ہو اور اس کے ساتھ اسی قدر اور بھی

بِهِ مِنْ عَذَابٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَا تُقْبَلُ

ہو کہ روز قیامت کے عذاب سے رستگاری حاصل کرنے کا معاوضہ دیں

مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيمٌ ۝ يَرْيَدُوْا

توان سے قبول نہیں کیا جائے گا اور ان کو درودینے والا عذاب ہو گا وہ

اَنْ يَخْرُجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ

بہر چند چاہیں گے کہ آگ سے نکل جائیں مگر اس سے نکل نہیں

بِخَيْرٍ حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ۝

سکیں گے اور ان کے لئے ہمیشہ کا عذاب ہے

اتَّقُوا: رَوِّقِي يَقِي سے باب افتعال، ڈرو

تشریح الفاظ | فعل امر، اللہ کے دین اور شریعت کی مخالفت

سے بچ کر اس کے عذاب اور غصے سے ڈرنا۔ اِبْتَغَوْا: رِغِي

سے افتعال، فعل امر، تلاش کرو، ڈھونڈو۔ الْوَسِيلَةَ: اللہ

کی رضامندی، ثواب اور قرب حاصل کرنے کا ذریعہ۔ اللہ تعالیٰ کے

قرب، رضامندی اور ثواب کے حصول کا ذریعہ، اللہ کی اطاعت،

عمل صالح اور ترکِ گناہ ہے۔ جَاهِدُوا: جہاد کرنا جہاد

کا لفظ جہد سے ہے جس کے معنی مشقت، تکلیف اور تھکاوٹ

کے ہیں۔ سَبِيلِهِ: اللہ کی راہ میں، یعنی حق و صداقت، نیکی اور

فضیلت کے راستے میں جَاهِدُوا کے مفہوم میں جہاد نفس

اور جہادِ دشمنانِ دین دونوں شامل ہیں۔ جہاد نفس تو

یہ ہے کہ نفس کی خواہشات کو روکا جائے، گناہوں سے بچایا

جائے اور ہر حالت میں عدل و انصاف پر آمادہ کیا جائے۔

اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے دشمنانِ دین سے لڑا جائے۔ تاکہ اللہ

کے دین کا بول بالا ہو اور اللہ کی خوشنودی و رضامندی حاصل

ہو سکے۔ تَقْلِحُونَ: تم فلاح و کامرانی حاصل کرو۔ اس کا

مفہوم یہ ہے کہ ہر قسم کا جہاد اس امید پر ہو کہ اللہ کے

ہاں سرخروئی حاصل ہوگی۔ وہ دین دنیا میں کامیاب بنائے گا

معاش و معاد کے سنور جانے کی امید پر جہاد کرو۔ لِيُقْتَدَا

لَمْ يَفْتَدُوا فِدَايَ يَفْدِي سِي سَابِ افْتَعَالِ مَالٍ
 وَغَيْرِهِ دَعَا كَرِ بَحَالِينَا، فِدِيَهُ دَعَا كَرِ چٹکارا حاصل کرنا۔ مُقِيمٌ
 وَاحْتَمٌ، بِحَيْثُ رَهِبْنِي وَاللَّهِ۔

یہود و نصاریٰ کی بد اعتقادی اور بے عملی
 مفہوم و مطلب کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان دو
 آیتوں میں فرمایا کہ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت و
 فرمانبرداری کرو۔ گناہوں کو ترک کرو، اور عمل صالح کے ذریعہ
 قرب الہی حاصل کرنے کی کوشش کرو تاکہ دین و دنیا میں
 عزت و سرخروئی کے مستحق بن سکو۔ اللہ کا بول بالا کرنے کے
 لیے اپنے آپ کو گناہوں سے روکو۔ اپنی طبیعت پر زور
 ڈالو اور اسے برے کاموں سے رک جائے۔ یہودیوں کو۔ اسی
 طرح اعلیٰ کلمۃ اللہ کی خاطر دشمنان دین سے صف آرا ہونا
 پڑے تو ٹوٹ کر مقابلہ کرو۔ مصائب و تکالیف کو خذہ پیشانی
 سے برداشت کرو۔ دشمنوں کے مقابلے پر سخت جان بن کر
 لڑو۔ اس کا نتیجہ تمہارے حق میں کامیابی اور ظفر مندی ہوگا
 وسیلہ کا مفہوم بڑا صاف اور واضح ہے۔ رئیس المفسرین امام
 ابن جریر نے وسیلہ کے معنی اطاعت اور عمل صالح کے ذریعے
 قرب الہی بیان کیا ہے۔ احادیث صحیحہ میں آتا ہے کہ نبی کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الوسيلة جنت میں ایک

درجہ اور مقام ہے جو اللہ کے بندوں میں سے ایک ہی بندے کے لیے ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ اس مقام کو حاصل کرنے والا بندہ میں ہوں۔ جس نے اللہ تعالیٰ سے میرے لیے الوسیلة کی درخواست کی، اس کے لیے میری شفاعت ضروری ہوگی یہ بھی حدیث میں مذکور ہے۔ کہ جب مؤذن اذان کہے تو اس کے ساتھ کلمات کو تم بھی دہرانے جاؤ۔ اور اختتام پر مجھ پر درود پڑھو۔ جو شخص میرے لیے ایک دفعہ رحمت اور درود کی دعا کرتا ہے اللہ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرماتا ہے ایک اور صحیح حدیث میں یہ بھی مذکور ہے۔ کہ جس

شخص نے اذان سننے کے بعد یہ دعا پڑھی۔
 اللَّهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّاعِيَةُ النَّائِيَةُ وَالصَّلَاةُ
 الْقَائِمَةُ آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ
 وَابْعَثْهُ الْمَقَامَ الْمَحْمُودَ الَّذِي وَعَدْتَهُ.

اس کے لیے قیامت کے دن میری شفاعت ضروری ہے (بخاری

مسند احمد وغیرہ)

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا انکار کر دیا اور خدا سے واحد کو چھوڑ کر غیر اللہ کی چوکتیوں پر سرجھکا دیا۔ بتوں کی پرستش کرنے لگے۔ توبہ اور ایمان نصیب نہ ہو سکے اور کفر کی حالت میں مر گئے تو قیامت

کے دن ساری دنیا کی دولت کا دوچند بھی انہیں اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکے گا۔ ان کی یہ خواہش ہوگی کہ فدیہ دے کر مخلصی اور چھٹکارا حاصل کر لیں لیکن اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ ان سے کسی قسم کا فدیہ اور معاوضہ قبول نہیں کیا جائے گا۔ ان کے لیے دردناک اور تکلیف دہ عذاب ہے۔ وہ اس عذاب سے کسی صورت بچ نہیں سکتے۔ وہ چاہیں گے کہ آگ کے عذاب سے نکل جاگیں۔ لیکن ان کے لیے نکلنا امر محال ہوگا۔ ان کا عذاب مسلسل اور دائمی ہوگا۔ انہیں کوئی آرام اور وقفہ نہ دیا جائے گا۔ نہ عذاب کم ہوگا۔ نہ انہیں کوئی رعایت اور مہلت دی جائے گی۔

اسلام میں نجات کا معیار ایمان اور عمل صالح ہے۔ فدیہ، معاوضہ اور کفارہ کا عقیدہ غیر اسلامی ہے۔ کوئی شخص کسی دوسرے کا بار عصیاں نہیں اٹھا سکتا۔ نجات کے لیے خاندانی شرافت، اسلاف کی بزرگی، بزرگوں سے عقیدت، صلہ و اتقیاء سے نسبت بالکل کام نہیں آسکتی۔ ایمان، تزکیہ، نفس، تقویٰ، ریاضت، حسن خلق، اعمال صالحہ اور حقوق العباد و حقوق اللہ کی بجا آوری نجات کا واحد ذریعہ ہیں۔ اسلام میں اس عقیدے کے لیے قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔ کہ آپا کا پیٹا بھر کر کھا لینا میری بھوک کو کم کر سکے یا کرے مونچھوں والا اور پکڑا جائے

ڈارھی والا۔ الوسیلہ بمعنی ضرورت حاجت بھی آتا ہے (معجم
غیب القرآن: مسائل نافع بن الازرق صفحہ ۲۹۰)

آیات نمبر ۳۳-۳۴: وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا

اور جو چوری کرے مرد ہو یا عورت تو ان کے

اَیْدِیْهِمَا جَزَاءُ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّن

ہاتھ کاٹ ڈالو یہ ان کے کرتوتوں کی سزا اور خدا کی طرف سے

اللَّهُ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ فَمَنْ تَابَ

عبرت ہے اور خدا زبردست اور حکمت والا ہے اور جو شخص ظلم

مِّنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ وَأَصْلَحَ فَإِنَّ اللَّهَ يَتُوبُ

کے بعد توبہ کرے اور نیکی کا رہو جائے تو اس کو معاف کر دے گا

عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ أَلَمْ

کچھ شک نہیں کہ خدا بخشنے والا مہربان ہے کیا تم

تَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مَلِكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

کو معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین میں خدا ہی کی بادشاہت اور

وَعَذَابٌ مِّنْ يَشَاءُ وَيَغْفِرَ لِمَن يَشَاءُ

اور حکم رانی ہے جس کو چاہے عذاب کرے اور جسے چاہے بخش دے

وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

اور خدا ہر چیز پر قادر ہے

تشریح الفاظ: السَّارِقُ: چوری کرنے والا۔ السَّارِقَةُ: چوری کرنے والی۔ فَاَقْطَعُوا: پس کاٹ دو۔ بِنَمَاءٍ: بسبب گنہگاروں۔ جو ان دونوں نے کمایا۔ یعنی ان کی کرتوتوں کے سبب۔ نَكَالًا: عقوبت، عبرتناک سزا۔ تَابَ: توبہ کرنے کا لفظ۔ مَرَادٌ: چوری کے ذریعہ لوگوں پر ظلم کرے۔ بعض مفسرین مثلاً قرطبی وغیرہ نے ظلم کا مفہوم چوری اور سرقت تخریر کیا ہے۔

مفہوم و مطلب: اللہ تعالیٰ نے معاشرے میں امن اور سکون پیدا کرنے کے لیے فرمایا کہ چوری کرنے والا خواہ مرد ہو یا عورت، وہ معاشرے کا دشمن ہے۔ اس کی یہ حرکت خرمین امن میں آگ لگا دینے والی ہے۔ چوری کی لعنت کو ختم کر دینے کے لیے عبرتناک سزا دی جائے۔ اور چوری کرنے والا مرد ہو یا عورت، اس کا دایاں ہاتھ کاٹ دو۔ تاکہ

اسے دیکھ کر دوسروں کو عبرت ہو اور ان کو معلوم ہو جائے کہ یہ
 غیرتناک سزا اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ ہے۔ اس معاملے میں کسی
 شخص سے بھی زور عایت نہ کی جائے۔ اللہ غالب ہے، اس
 کی ہر بات میں ایک حکمت ہوتی ہے۔ اس سزا میں بھی حکمت
 پوشیدہ ہے۔

جمہور علماء اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ پہلی مرتبہ
 چوری کرے اور چوری کی مقدار ربع (۱/۴) دینار ہو تو دایاں
 ہاتھ کلانی سے کاٹ کر خون بند کر دیا جائے (امام حسن بصری اور
 داؤد و ظاہری کا قول ہے کہ چوری چھوٹی ہو، یا بٹری، ہاتھ کا
 ڈالنے کا حکم عام ہے) اگر چور پھر چوری کرے تو بائیں پاؤں
 پھر چوری کرے تو بائیں ہاتھ اور پھر بھی کرے، تو دایاں
 پاؤں کلٹ دیا جائے۔

چور کے ثبوت کے لیے اقرار یا شہادت ضروری ہے اور
 امام یا قاضی تک معاملہ پہنچنے سے پہلے معاف کر دیا جائے تو
 سزا معاف ہو جاتی ہے۔ محض توبہ سے سزا موقوف نہیں
 ہوتی جب تک کہ مالک جس کا مال چوری کیا گیا۔ معاف نہ
 کرے۔ جب تک مسروقہ مال مالکوں کو واپس نہ کیا جائے یا
 اس کی قیمت ادا نہ کی جائے۔ معافی قبول نہیں ہوتی
 صفوان بن اُمیہ کہتے ہیں۔ کہ میں مسجد میں سورما تھا۔

میرے پاس ریشمی کپڑا تھا جس کی قیمت تیس درہم تھی۔ ایک آدمی نے آکر وہ کپڑا چوری کر لیا۔ معاملہ بنی کریم کی خدمت میں پیش ہوا۔ آپ نے اس کا دایاں ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر فرمایا میں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ تیس درہم کے لیے اس کا ہاتھ کاٹتے ہیں؟ میں یہ کپڑا اس کے پاس ادھار فروخت کر دیتا ہوں۔ آپ اس کا ہاتھ نہ کاٹیں بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ یہ بات میرے پاس آنے سے پہلے کر لیتے تو درست تھا۔ اب نہیں ہو سکتا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور سزا کے کترق مردوں میں سب سے پہلے خیاب بن عدی بن نوفل بن عبد مناف کا ہاتھ کاٹا۔ عورتوں میں کترق بنت سفیان بن عبد الاسد مخزومی کا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس یعنی کا ہاتھ کاٹ دیا جس نے حضرت اسماء بنت عمیسؓ کا ہار چوری کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبد الرحمن بن کترق کے بھائی کا ہاتھ چوری کی سزا میں کاٹ دیا تھا۔ بہر حال قرآن و سنت اور خلفاء راشدین کے عمل سے ثابت ہے کہ چور کا ہاتھ کلائی سے کاٹا جائے۔ البتہ بعض فقہانے کہنیوں سے کاٹنا بھی لکھا ہے اور خارجیوں کے نزدیک کندھے سے کاٹنا جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمایا کہ جو شخص چوری کر کے لوگوں پر ظلم کرتا ہے۔ اگر وہ چوری کے بعد خلوص دل سے توبہ کر لے یہ کہتے

ہوسکے اے اللہ! اب میں آئندہ چوری نہیں کروں گا، پھر اس وعدے کو عمل سے ثابت کر دکھائے۔ گناہ اور معصیت کے کاموں سے باز آجائے۔ چوری کرنا چھوڑ دے۔ تو اصلاح کے بعد اللہ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔ بے شک وہ گناہوں سے درگزر کرنے والا ہے۔ عیبوں کی پردہ پوشی کرتا ہے اور یہ بخشش و معافی اس کے رحم کا تقاضا ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ کسی کے گناہ معاف فرمادے تو کوئی اسے روک نہیں سکتا۔ اور اگر وہ کسی شخص کے جرموں کی پاداش میں اسے سزا دے تو کسی میں یہ ہمت نہیں کہ اسے عذاب سے بچا سکے درحقیقت بات تو یہ ہے۔ کہ اللہ زمین و آسمان کا بادشاہ ہے کل کائنات میں اسی کی حکمرانی ہے۔ اس کی بادشاہت میں کون دخل دے سکتا ہے۔ اور وہ اللہ بھی ایسا ہے۔ کہ ہر چیز اس کے اختیار میں ہے۔ کوئی چیز بھی تو اس کے قبضہ قدرت سے باہر نہیں۔ وہ اپنی رحمت اور اپنے فضل و کرم کی بدولت لوگوں کی زندگی کے سامان مہیا کرتا رہتا ہے۔ توبہ سچی ہو اور صدق دل سے ہو اور آئندہ اس گناہ کا ارتکاب نہ کرے۔ تو معافی یقینی ہے۔

آیات نمبر ۱۴-۱۳: يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزَنكَ

اسے پیغمبر! جو لوگ کفر میں جلدی کرتے

الَّذِينَ يَسَاءِمِرْتُونَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِينَ

ہیں ان کی وجہ سے غمناک نہ ہو جو۔ یہ کچھ تو ایسے ہیں کہ

قَالُوا آمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوبُهُمْ

منہ سے کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں لیکن ان کے دل مومن نہیں ہیں

وَمِنَ الَّذِينَ هَادُوا سَمَّعُونَ لِلْكَذِبِ

اور کچھ یہودی ہیں کہ جھوٹ کہنے کے لیے جاسوسی کرتے پھرتے ہیں

سَمَّعُونَ لِقَوْمٍ آخَرِينَ لَمْ يَأْتُواكَ

اور ایسے لوگوں کے بہانے کے لئے جاسوس بنے ہیں جو ابھی تمہارے

يَحْرِفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ

پاس نہیں آئے (صحیح) باتوں کو ان کے مقامات (میں ثابت ہونے) کے

يَهْوِلُونَ إِنْ أُوْتِيْتُمْ هَذَا فَخِذُوا

بعد بدل دیتے ہیں اور (لوگوں سے) کہتے ہیں کہ اگر تم کو یہی (حکم) ملے

وَأَنْ لَّمْ تُوْتُوهُ فَلْحَدْنَا مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ

تو قبول کر لیجوا اور اگر یہ نہ ملے تو اخترازا کیجوا اور اگر کسی کو خدا گمراہ

اللَّهُ فُتِنَتْكَ فَلَنْ نَمِيكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ

کرنا چاہے تو اس کے لئے تم کو بھی خدا سے (ہدایت کا) اختیار نہیں

شَيْئًا أَوْلِيَاكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ

رکھے یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو خدا پاک کرنا نہیں

يُطَهِّرَ قُلُوبَهُمْ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ

چاہتا ان کے لئے دنیا میں بھی ذلت ہے

وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ

اور آخرت میں بھی بڑا عذاب ہے

سَمْعُونَ لَكِن بَابِ أَكْلُونَ لِلْسُّحْتِ فَإِنْ

یہ) جھوٹ کہنے کے لیے جاسوسی کرنے والے اور (رشوت کا) حرام ہلکانے

جَاءَ وَكَ فَاحِكٌ بَيْنَهُمْ وَأَعْرَضُ

والے ہیں اگر تمہارے پاس کوئی مقدمہ فیصلہ کرنے کو آئیں تو تم ان

عَنْهُمْ وَإِنْ تَعَرَّضْ عَنْهُمْ فَكُنْ

میں فیصلہ کر دو یا اعراض کرو اور اگر ان سے اعراض کرو تو وہ تمہارا

يُضْرِبُكَ شَيْئًا وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ

کچھ بھی بگاڑ نہیں سکیں گے اور اگر فیصلہ کرنا چاہو تو انصاف کا

بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ

فیصلہ کیجو کہ خدا انصاف والوں کو دوست رکھتا ہے

وَكَيْفَ يُحْكِمُ لَكُمْ أَمْرًا وَعِنْدَهُمُ التَّوْرَةُ

اور یہ تم سے اپنے مقدمات کیونکر فیصلہ کر اٹھیں گے جب کہ خود ان کے

فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ تَمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْ بَعْدِ

پاس تو رات ہے جس میں خدا کا حکم رکھا ہوا ہے (وہ خدا کے حکم کو

ذَلِكَ وَمَا أُولَئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ

جانتے ہیں) پھر اس کے بعد پھر جاتے ہیں اور یہ لوگ ایماندار ہی نہیں ہیں

الرَّسُولُ: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے
تشریح الفاظ | خطاب ہے۔ الرسول کہہ کر عزت و تعظیم مقصود

ہے اور مؤمنوں کو بھی تعلیم دی گئی کہ وہ بھی آپ کو اس قسم کے
القباب سے پکاریں لَا يَحْزُنُكَ: آپ کو غم میں نہ ڈالیں۔

يَسَارِعُونَ: جلدی کرتے ہیں، یعنی جب موقع ملے تو کافرانہ خیالات
کے اظہار میں بڑے جلد باز تیز ہوتے ہیں (سرع سے نکلا ہے)۔

يَا فَوَاهِيَهُمْ: پ + ا + فواہ + ہم: افواہ بمعنی منہ، واحد
فواہ۔ آمنا یا فواہیہم و لکم تو من قلوبہم سے مراد

منافق ہیں۔ من الذین ہادوا سے مراد یہودی ہیں سماعون
بالکل قبول کرتے ہیں، سچ مان لیتے ہیں۔ (سمع سے) الذین ب:

جھوٹ، افترا۔ لِقَوْمٍ آخِرِينَ: سے مراد یہود خیبر۔ لکم
يَا تُوك: جو آپ کی مجلس میں حاضر نہیں ہوئے۔ اِنْ اَوْ تَيْتُمْ

هَذَا: یعنی اگر کوٹے لگانے کا حکم ملے فَخُذُوهُ: اس حکم کو
قبول کر لو۔ فَاحْذَرُوا: پھر احتراز کرو۔ بچو۔ فِثْنَتُكَ: لفظی

معنی آزمائش۔ یہاں مراد ہے کفر اور گمراہی دنیا میں اور عذاب آخرت
میں۔ اَكَالُونَ: پھریپ کر جانے والے ہیں وَاكْلًا سے نکلا ہے بمعنی کھانا

لِلسُّحْتِ: ریل، السُّحْتِ بمعنی حرام مال، سُّحْتِ کا لفظی معنی
ہلاکت و بربادی ہے۔ حرام مال کو سُّحْتِ اس لیے کہا گیا۔ کہ یہ تمام

نیکیوں اور عبادات کو کھا جاتا اور تباہ کر دیتا ہے۔ نیز اس لیے

کہ حرام مال شرافت و جوامردی (صروعة) کو ختم کر دیتا ہے اسی
 طرح رشوت بھی سُخت میں داخل ہے فاحکم پس آپ فیصلہ
 صادر کریں۔ یَتَوَكُّوْنَ : اعراض کریں، منہ موڑ لیں، پھر جائیں
 تو لگی نکلا ہے وری سے)

بخاری اور مسلم میں حضرت ابن عمر سے روایت
 مفہوم و مطلب مختصراً یوں ہے۔ کہ ایک شادی شدہ مسزینہ

یہودی نے ایک بیابھی ہوئی شریف یہودی عورت سے زنا کیا تو رات
 میں اس کی سزا رجم (سنگساری اور پتھراؤ) مرقوم تھی۔ یہودیوں نے
 تحقیق کی غرض سے معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
 میں پیش کیا۔ آپ نے یہودیوں سے پوچھا کہ تمہاری کتاب تورات
 میں کیا سزا لکھی ہے۔ وہ جھوٹا بولے اور کہنے لگے۔ کہ منہ
 کاٹے کر کے ذلیل و رسوا کیے جائیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ جھوٹ
 ہے۔ وہاں تو سزا رجم ہے۔ وہ تورات لائے اور ان کا ایک کانا
 عالم ابن صوری یا تورات پڑھ کر سنانے لگا۔ جب آیت رجم
 پر پہنچا تو اسے چھپا لیا۔ جب اسے کہا گیا کہ اس آیت پر سے
 ہاتھ ہٹاؤ۔ تو اس نے ہاتھ ہٹا لیا۔ اور آیت رجم کا اقرار کر
 لیا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی مرد اور
 عورت کو رجم کا حکم سنایا۔ پھر دونوں کو رجم کیا گیا۔
 اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اسی واقع کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا

کہ اے ہمارے رسول! آپ ان منافقوں کی باتوں سے پریشان
 خاطر نہ ہوا کریں۔ ان کی زبانوں پر تو ایمان کا لفظ جاری ہے
 لیکن ان کے دل دولت ایمان سے خالی اور محروم ہیں۔ اس لیے
 یہ بدطینت لوگ اس تلاش میں رہتے ہیں کہ جب بھی موقع ملے
 اسلام کے خلاف زبان طعن دراز کر کے دل کی بھڑاس نکالیں۔ یہ
 منافق بڑے جلد باز ہیں۔ فوراً مسلمانوں کے خلاف بکواس کرنے
 لگتے ہیں۔ دوسرا گروہ یہود کا ہے۔ ان کی بدکرداری کا بھی یہی
 عالم ہے۔ وہ کان کے کچے ہیں۔ ان کے علماء اور احبار جو جھوٹ
 اور افترا ان کو سناتے ہیں۔ اسے باور کر لیتے ہیں۔ آپ کی مجلس
 میں شریک ہو کر باتوں کو اس لیے سنتے ہیں کہ جا کر جھوٹ سچ
 ملا کر بیان کریں اور آپ پر افترا باندھیں یہ لوگ اپنی ہدایت
 کے لیے آپ کی باتیں نہیں سنتے، بلکہ واپس جا کر دوسروں کو
 بہکانے پھسلانے اور گمراہ کرنے کے لیے آپ کے ہاں حاضر ہوتے
 ہیں۔

ان کی ایک بدکرداری یہ ہے کہ تورات کے احکام میں تخفیف
 کرتے ہیں۔ اپنی مرضی کے مطابق رد و بدل کر لیتے اور بعض احکام
 کو چھپا لیتے ہیں۔ بعض اوقات شرعی سزاؤں میں تخفیف حاصل
 کرنے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ لیکن نیت یہ
 ہوتی ہے۔ کہ اگر ان کی خواہش کے مطابق آپ فتویٰ دیں گے

تو وہ قبول کر لیں گے لیکن اگر آپ نے ان کی خواہش اور مرضی کے خلاف حکم صادر کیا تو وہ پہلے ہی سے آمادہ انکار ہوتے ہیں۔ یہ ہوائے نفس اور خواہشات کے بندے ہیں۔ خدا کے احکام کی عزت ان کے دلوں سے اٹھ گئی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں توفیق ہدایت سے محروم کر دیا ہے۔ گناہوں کی پاداش میں اللہ جس سے توفیق ہدایت چھین لے تو وہ دنیا میں گمراہی اور کفر کی گود میں چلا جاتا ہے اور آخرت میں بھی اس کے لیے عذاب ہے۔ جب یہ لوگوں توفیق ہدایت سے محروم ہو گئے تو ان کے دلوں میں اسلام کی پاکیزگی اور ایمان کا نور کیسے آسکتا تھا۔ نور ایمان سے محرومی کا مفہوم یہ ہے کہ دل پاک نہیں ہو سکتے۔ جب دلوں میں کفر کی میل پھیل موجود ہو۔ تو عزت کا صحیح تصور پیدا نہیں ہو سکتا۔ دنیا میں ذلت و رسوائی اور آخرت میں عذاب الہی کفر کی سزا مقرر ہو چکی ہے۔

ان لوگوں میں ایک اور عیب ہے۔ جھوٹا بولنے کے علاوہ یہ لوگ مال حرام میں تمیز نہیں کرتے۔ حرام مال کھاتے ہیں نشوت لیتے ہیں۔ ناجائز روپے پیسے سے انہیں پرہیز نہیں۔ اور یہ نہیں جانتے کہ حرام مال تمام عبادات اور نیکیوں کو برباد کر دیتا ہے۔

اگر یہ لوگ آپ کے پاس کسی معاملہ میں فیصلہ کرانے کے

لیے حاضر ہوں۔ تو آپ کو اختیار ہے کہ آپ چاہیں تو فیصلہ کریں اور اگر آپ نہ چاہیں تو نہ کریں۔ اگر آپ فیصلہ نہ دینا چاہیں۔ تو یہ لوگ آپ کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ البتہ یہ بات یاد رکھیے کہ جب آپ فیصلہ کریں تو عدل و انصاف سے کریں۔ یہ لوگ آپ کو حکم اور سچ کیوں مانتے لگے جب کہ ان کے پاس تورات موجود ہے۔ اور اس کتاب مقدس میں اللہ کے فیصلے اور احکام پہلے ہی سے لکھے ہوئے موجود ہیں اگر آپ نے تورات کے مطابق اور ان یہودیوں کی مرضی کے خلاف فیصلہ کیا تو یہ لوگ آپ کے فیصلے سے پھر جائیں گے اصل بات یہ ہے کہ ان یہودیوں کا ایمان نہ تو آپ پر ہے اور نہ تورات پر۔ یہ تو خواہش نفس کے بندے ہیں۔ نہ موسیٰ کی شریعت کو دل سے مانتے ہیں ورنہ اسلام پر ان کا ایمان ہے۔ اگر شریعت موسیٰ کو دل سے مانتے تو پھر زنا کے بارے میں رجم سے کیوں بھاگتے۔

آیات نمبر ۴۴-۴۷: اِنَّا اَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِيهَا

ہاں ہاں ہمیں نے تورات نازل فرمائی

هُدًى وَنُورٍ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ

جس میں ہدایت اور روشنی ہے اسی کے مطابق انبیاء جو خدا کے

الَّذِينَ اسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّيْبِيُّونَ

فرماں بردار تھے یہودیوں کو حکم دیتے رہے ہیں اور مشائخ

وَالْأَحْبَابُ بِمَا اسْتَحْفِظُوا مِنْ كِتَابِ

اور علما بھی کیونکہ وہ کتاب خدا کے نگہبان مقرر کئے گئے

اللَّهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ فَلَا تَخْشَوُا

تھے اور اس پر گواہ تھے یعنی حکم الہی کا یقین رکھتے تھے

النَّاسِ وَآخِشُونَ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي

تو تم لوگوں سے متاڈرو اور مجھی سے ڈرو اور میری آیتوں کے

ثَمَنًا قَلِيلًا وَمَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِمَا

بدے تھوڑی سی قیمت مت لو۔ اور جو خدا کے نازل فرمائے ہوئے

أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ

احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں

وَكُتِبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ

اور ہم نے تورات میں ان لوگوں کے لئے یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے

وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ

بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک

وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَاللِّسَانَ بِاللِّسَانِ وَالْجُرُوحَ

اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور سب

قِصَاصٍ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ

زخموں کا اسی طرح کا بدلہ ہے تو جو شخص بدلہ معاف کر دے تو وہ اس کے لیے

لَهُ وَمَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ

کفارہ ہوگا اور جو خدا کے نازل کئے ہوئے احکام کے مطابق

فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ وَقَفِينَا عَلَى

حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ بے انصاف ہیں اور ہم نے ان کے بعد

أَثَرِهِمْ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا

انہیں کے قدموں پر عیسیٰ بن مریم کو بھیجا جو اپنے سے پہلے

لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ وَآتَيْنَاهُ

کی کتاب تورات کی تصدیق کرتے تھے اور ان کو انجیل عنایت کی

الْإِنْجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ وَمُصَدِّقًا

جس میں ہدایت اور نور ہے اور تورات کی جو اس سے پہلے

لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ وَ

کی (راتری ہوئی) ہے تصدیق کرتی ہے اور

هُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ ﴿۲۰﴾ وَيَحْكُمُ

پر ہینرگاروں کو راہ بتاتی اور نصیحت کرتی ہے اور اہل

أَهْلِ الْإِنْجِيلِ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِ

انجیل کو چاہئے کہ جو احکام خدا نے اس میں نازل فرمائے ہیں

وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ

اس کے مطابق حکم دیا کریں اور جو خدا کے نازل کئے ہوئے

فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿۲۱﴾

احکام کے مطابق حکم نہ دے گا تو ایسے لوگ بدعمل ہیں

التَّوْرَةَ : وہ کتابِ الہی جو حضرت موسیٰ
تشریح الفاظ پر نازل ہوئی تھی۔ هُدًى و نُورًا بلفظی معنی

ہدایت اور ضیا و روشنی، مراد ہے بیان احکامِ الہی و مسائلِ شریعت
اور بشارتِ نبوتِ محمدی۔ النَّبِيُّونَ : بقول امامِ قرطبی اس سے
مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جمع کا صیغہ تعظیم و تکریم
کے لیے استعمال ہوا ہے۔ بقول دیگر مفسرین اس سے مراد انبیاء
بنی اسرائیل ہیں۔ اَسْلَمُوا : وہ انبیاءِ خدا کے فرماں بردار تھے،
مسلمان تھے۔ دینِ ابراہیم پر عمل پیرا تھے۔ تورات کی تصدیق کرتے
تھے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کے درمیان
ایک ہزار بنی آئے تھے۔ الرَّبَّانِيُّونَ : علمائے یہود جن کے کلام
میں حکمت و دانائی تھی۔ الْأَحْبَابُ : (حَبِيزٌ واحد ہے) فقیہ علماء
فقہ کے علماء۔ اسْتَحْفِظُوا : کتاب کا وہ حصہ جو ان کو محفوظ
رکھنے کے لیے سونپا گیا تھا۔ شُهَدَاءُ : (مفرد شَهِيدٌ) محافظ
نگران۔ یعنی تورات کو تبدیلی اور تحریف سے محفوظ رکھنے کے
ذمہ دار تھے۔ یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے گواہ
تھے۔ کہ یہ تورات کے حکم کے مطابق ہے۔ فَلَا تَخْشَوْا : بشارت
محمدی یا آیتِ رجم کے بارے میں، تم مت ڈرو۔ وَ اَخْشَوْنَ
اور مجھ سے ڈرو (کتمانِ حق کی وجہ سے) وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي
ثَمَنًا قَلِيلًا : مراد ہے جو کچھ تورات میں مذکور ہے، اسے نہ

چھپاؤ اس کا چھپانا بے قدری ہے تورات کے احکام کو چھپا کر
 دنیوی منفعت حاصل کرنا خدا کے اجر کے مقابلے پر بالکل
 حقیر اور بے حقیقت ہے کتمانِ حق کے مقابلے پر بڑے سے
 بڑا فائدہ بھی نہایت قلیل اور حقیر ہے۔ نفس: جان۔ العین
 آنکھ۔ الأنف: ناک۔ الأذن: کان۔ اللسان: دانت۔
 الجروح: زخم (واحد جرح) تصدقِ بہ: جو قضا
 معاف کر دے۔ فہو کفاراً لک: یہ معافی معاف کرنے والے
 کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے۔ یعنی جس طرح اس شخص نے
 قضا معاف کر دیا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ اس کے (معاف
 کرنے والے کے) گناہ معاف کر دیتا ہے۔ قفینا: ہم نے سچے
 بیجا۔ رقی باب تفعیل ہے قفا یقفوا سے۔ اثار: رواد
 اثر: نقش یا نشان۔ موعظہ: نصیحت اور وعظ یعظ عظاً
 سے۔ الفاسقون: نافرمان، حکم الہی سے سرتابی کرنے والے۔
 یہود و نصاریٰ کے عجیب و غریب حالات
 مفہوم و مطلب | و کوائف بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ تورا
 جس کو یہود نے چھوڑ رکھا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی اسرائیل
 کی ہدایت اور راہ نمونی کے لیے نازل ہوئی تھی۔ لیکن وہ اس کا
 علم رکھنے کے باوجود اس کتاب پر عمل پیرا نہ ہوئے۔ تورات سے
 محض نسبت کوئی فائدہ نہیں پہنچاتی۔ تورات کے احکام سے آنکھیں

بند کر لینے کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہود و نصاریٰ نے قرآن مجید سے بھی آنکھیں بند کر لیں۔

اب ان آیات میں اللہ تعالیٰ فرمایا کہ ہم نے تورات اس لیے نازل کی تھی کہ بنی اسرائیل کو راہ راست دکھائے۔ حق و صداقت کا سبق دے اور ان کے تاریک دل ایمان اور عمل صالح کی روشنی سے جگمگا اٹھیں۔ تورات کے احکام کی روشنی میں تقریباً ایک ہزار انبیاء نے فیصلے صادر کیے۔ یہ وہ انبیاء تھے۔ جو خدا کے فرماں بردار تھے۔ دین اسلام کی تبلیغ کرتے تھے۔ اس لیے کہ تمام انبیاء کا دین ایک ہی تھا اور اس کا نام ہے اسلام۔ انبیاء کے علاوہ یہودیوں کے علماء و فقہاء نے بھی یہود کو تورات کے حکم سنائے اور تورات کے مطابق فیصلے کیے۔ ان سب لوگوں کو خدا نے حکم دے رکھا تھا کہ تورات میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی اور تحریف نہ ہونے دیں۔ ان کو تورات کا نگران اور محافظ ٹھہرایا گیا تھا۔ تم لوگوں سے نہ ڈرو۔ بیباک ہو کر تورات کے احکام سناؤ۔ اس کا کوئی حکم نہ چھپاؤ۔ البتہ اس بات سے اللہ سے ڈرو کہ کسی آیت کو چھپاؤ یا بشارت محمدی کو ظاہر نہ کرو۔ اور اپنے انبیاء کی پیروی کرو۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہود کو مخاطب فرمایا کہ اے یہودیو! تم دنیا کی حقیر اور ذلیل منفعت کے لیے خدا کے احکام

کو نہ چھپاؤ آخرت کے مقابلے پر دنیا کا بڑے سے بڑا فائدہ بھج
 بالکل حقیر اور ناچیز محض ہے۔ اللہ کے احکام کو چھپانے کی سزا
 بڑی سخت ہے۔ دنیا میں رسوائی و ذلت کے علاوہ آخرت میں
 ہولناک عذاب بھی تیار ہے۔ دین کے معاملے میں نہ تو رشوت
 لے کر چپ ہو جاؤ۔ اور نہ جاہ و حشمت کا رعب تمہیں مرعوب
 کر پائے۔ اور اگر کوئی خدا کے نازل کیے ہوئے احکام کے خلاف
 فیصلہ کرے، خواہ توہین کے پیش نظر خواہ انکار کی وجہ سے
 بہر حال وہ خدا کی شریعت کا منکر شمار ہوگا۔ اسے کفار کے
 زمرے میں تصور کیا جائے گا۔

پھر فرمایا کہ ہم نے تورات میں بنی اسرائیل کے لیے فرض کر
 دیا تھا کہ جان کے بدلے جان لی جائے۔ اگر کوئی آدمی بلا وجہ کسی
 کو ناحق قتل کر دے تو قاتل کی سزا موت ہے۔ اسی طرح آنکھ پھوڑ
 والے کی آنکھ پھوڑی جائے، ناک کاٹنے والے کی ناک کاٹ دی
 جائے۔ کان کاٹنے والے کا کان کاٹا جائے۔ جو شخص کسی کا دانت
 توڑ ڈالے، تو توڑنے والے کا بھی دانت توڑا جائے۔ اسی طرح
 دوسروں زخموں کے بدلے ہیں۔ جتنا اور جس قسم کا زخم ہو، اتنا
 اور اسی طرح کا زخم لگانا منشاء الہی کے موافق ہے۔ البتہ کوئی
 شخص مجرم کے گناہ کو معاف کر دے تو یہ معافی اس معاف کرنے
 والے کے گناہوں کی معافی کا ذریعہ بن جاتی ہے

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا کہ ہم نے انبیائے بنی اسرائیل کے بعد حضرت عیسیٰ کو ان کے نقش پا پر بھیجا۔ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ کے درمیانی انبیاء کی تعداد تقریباً ایک ہزار ہے۔ یہ انبیاء شریعت موسوی کی اتباع کرتے تھے۔ ان کے نقش پا پر حضرت عیسیٰ نے بھی تشریف لاکر تورات کی تصدیق فرمادی۔ خود حضرت عیسیٰ کو انجیل دی گئی۔ تورات کی طرح اس کتاب مقدس میں بھی عقائد کی گراہی سے بچانے، سیدھا راستہ دکھانے اور نصیحت و عبرت کا سامان وافر موجود ہے۔ یہ انجیل پہلے نازل شدہ کتابوں میں بالخصوص قرآن مجید کی تصدیق کرتی ہے۔ اور متقی لوگوں کے لیے اس کتاب میں سامان موخظت و عبرت موجود ہے۔ انجیل والوں کو چاہیے کہ کتاب مقدس کے احکام کی پابندی کریں۔ خدا کے حکموں پر عمل کریں۔ شریعت محمدی کی تائید کریں کیونکہ انجیل میں واضح طور پر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی بشارت دی گئی تھی۔ اہل انجیل کو بشارت محمدی کا چھپانا زریا نہیں۔ جو لوگ خدا تعالیٰ کے نازل کیے ہوئے احکام کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے تو درحقیقت وہ خدائے بزرگ و برتر کے خلاف سرتابی اور سرکشی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اللہ کی اطاعت اور فرماں برداری سے محروم ہو کر فاسق لوگوں کے گروہ میں شامل ہو جاتے ہیں۔

آیات نمبر ۴۸-۵۰: وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ

اور اے پیغمبر! ہم نے تم پر سچی کتاب نازل

بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ

کی ہے جو کتابیں اس سے پہلے (نازل ہوئی) تھیں ان کی تصدیق کرتی ہے اور ان

الْكِتَابِ وَمُهَيَّمًا عَلَيْهِ فَاَحْكُم بَيْنَهُم

(سب) پر شامل ہے۔ تو جو حکم خدا نے نازل فرمایا ہے اس کے مطابق

بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ

ان میں فیصلہ کرو۔ اور حق جو تمہارے پاس آچکا ہے اس کو چھوڑ کر ان کی

عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ لِكُلِّ جَعَلْنَا

خواہشوں کی پیروی نہ کیجو ہم نے تم میں سے ہر ایک (فرقے) کے

مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَا جَا ط وَكُلُّ شَاءَ اللَّهُ

لئے ایک دستور اور طریقہ مقرر کیا ہے اور اگر خدا چاہتا تو

لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِنْ لِيَبْلُوَكُمْ

سب کو ایک ہی امت میں بنا دیتا مگر جو حکم اس نے تم کو دیئے ہیں

فِي مَا آتَاكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ إِلَىٰ

ن میں وہ تمہاری آزمائش کرنی چاہتا ہے۔ سونیک کاموں میں جلدی کرو تم

لِلَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا

سب کو خدا کی طرف لوٹ کر جانا ہے پھر جن باتوں میں تم اختلاف کرتے

كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۗ وَإِن آحْكُمْ

تھے۔ وہ تم کو بتا دے گا اور رہم پھر تاکید کرتے ہیں

بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ

کہ جو حکم خدا نے نازل فرمایا ہے اسی کے مطابق ان میں حکم دیجو اور ان کی

أَهْوَاءَهُمْ وَاحِدًا رَّهْمًا أَنْ يَفْتِنُواكَ

خواہشوں کی پیروی نہ کیجو اور ان سے بچتے رہو کہ خدا کے کسی نازل کیے

عَنْ بَعْضٍ مَّا أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ فَإِن

ہوے حکم سے بہکا نہ دیں اگر یہ لوگ

تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوا أَنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَن

نہ مانیں تو جان لو کہ خدا چاہتا ہے کہ ان کے بعض گناہوں

يُصِيبُهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ وَإِنَّ

کے سبب ان پر مصیبت نازل کرے اور اکثر لوگ

كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ ۝ اَفْهَمُ

نافرمان ہیں کیا یہ زبان

الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِّنْ

جاہلیت کے حکم کے خواہشمند ہیں اور اہل یقین کے لئے

اللَّهِ حَكَمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ۝

خدا سے اچھا حکم کس کا ہے

التَّشْرِيحُ الْقَاطِبُ: الْيَلِي: خُطَابُ حَضْرَتِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ

سے مراد خدا کی نازل کی ہوئی کتابیں، بالخصوص تورات اور انجیل

مُهَيِّمًا: مَحَافِظًا، نَكَرَانًا، كَوَاهٍ، اِيْنًا - بِقَوْلِ اِمَامِ لَفْتِ الْمَبْرُودِ

مُهَيِّمِنِ اَصْلِي فِي مَوْئِيْمِنِ تَحَا پھر ہمزہ کو ہ سے بدل

دیا گیا اور مُهَيِّمِنِ بن گیا - بِقَوْلِ دِيْكَرَانِ يَه لفظ هَيْمِنِ

يَهَيْمِنُ هَيْمَنَةً سَے بنا ہے - وَلَا تَتَّبِعْ: اور تو پیروی

نہ کر - اَهُوَاؤُهُمْ: (واحد هَوَى) ان کی خواہشات - عَمَّا

عَنْ مَّا جَاءَكَ: آئی تیرے پاس مِنَ الْحَقِّ: صداقت
 سچائی۔ یعنی جو سچائی تمہارے پاس پہنچ چکی ہے، اسے چھوڑ کر ان پر
 کی خواہشات کو ترجیح نہ دیں۔ شِرْعَةً: شریعت، کھلا راستہ، لفظی
 معنی ہیں۔ پانی تک پہنچانے کا راستہ، اسی سے شَارِعَ یعنی شرک
 نکلا ہے۔ مِنْهَا جَاءَ: طریقہ دین، واضح راستہ، سُنْتُ: لِيُبْلُوَكُمْ:
 رَلِي + يَبْلُو + كُمْ) تاکہ تمہارا امتحان کرے، تمہاری آزمائش کرے
 رَبْلَاءَ اور اِبْتِلَاءَ: یعنی آزمائش، امتحان، اسْتَبِقُوا: جلدی
 کرو، پیش قدمی کرو، بھاگو، دوڑو، سبقت لے جاؤ رَسَبْتُمْ
 بِسُيْتِاقِ: باب افتعال ہے۔ سناہی اسم فاعل ہے۔ -
 الْخَيْرَاتِ: نیکیوں کی طرف، فرماں برداری، طاعت الہی۔
 مَرْجِعٌ: لوٹنا، واپس جانا۔ اخذًا: تو بچتا رہ۔ يَهْتِنُواكُمْ
 وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ بہکا دیں۔ راہ حق سے پھیر دیں۔
 تَوَلَّوْا: وہ منہ موڑ لیں، اعراض کریں۔ يُصِيبُهُمْ بَعْضُ
 ذُنُوبِهِمْ: لفظی معنی ان کو کبھی نہ پہنچے ان کے بعض گناہوں
 کے بدلے۔ مراد ہے کہ عذاب آخرت کے علاوہ اس دنیا میں بھی
 ان کو اپنے جرموں کی پاداش میں قتل، جلا وطنی اور جزیہ کی
 سزا ملے۔ ذُنُوبِ: واحد ذَنْبٍ ہے۔ اَفْحَكَ الْجَاهِلِيَّةَ
 کیا زمانہ جاہلیت کا حکم اور دستور حکومت، یہاں لَفِ اسْتِفْهَامِ
 برائے زجر و توہین استعمال ہوا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں غریبوں

کے لیے جدا حکم تھا۔ اور امیروں کے لیے جدا۔ **يَبْغُونَ**: وہ چاہتے ہیں۔ **مَنْ**: کون، یہ استفہام انکاری ہے۔ یعنی اہل یقین کے لیے اللہ سے بہتر کسی کا حکم نہیں ہے۔

گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا
مفہوم و مطلب کہ ہم نے تورات اور انجیل نازل کی تاکہ

یہودی اور عیسائی عقائد کی گمراہی سے بچیں۔ خدا کی توحید کا اقرار کریں۔ شرک اور بدعت سے دور رہیں۔ اب ان آیات میں فرمایا کہ جس خدا نے یہودیوں کی ہدایت کے لیے تورات نازل کی تھی اور عیسائیوں کی راہنمائی کے لیے انجیل اسی اللہ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید دیا ہے اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ہمارے پیغمبر! ہم نے تورات اور انجیل کی طرح حق طور پر تم پر قرآن مجید نازل کیا ہے قرآن مجید کا منصب یہ بھی ہے کہ یہ پہلی کتابوں مثلاً تورات اور انجیل وغیرہ کی تصدیق کرتا ہے، ان کے برحق ہونے کی گواہی دیتا ہے، ان کتابوں کی تعلیمات کا ایمن و محافظ ہے۔ ان کتابوں کے احکام کو کھول کر بیان کرتا ہے۔ قرآن مجید نشان دہی کرتا ہے کہ کہاں کہاں بنی اسرائیل نے تخریف اور تبدیلی کی ہے۔ قرآن مجید خود تبدیلی اور تخریف سے محفوظ رہے گا۔ اللہ نے

اس کی حفاظت کا ذمہ اٹھایا ہے۔ -
 پھر فرمایا کہ اسے ہمارے رسول! جب اہل کتاب تمہارے
 پاس فیصلہ کرانے کے لیے آئیں تو کتاب اللہ کی روشنی میں فیصلہ
 کریں۔ ان کی باتوں پر اعتماد نہ کریں۔ وہ تو خواہشات کے بندے
 ہیں۔ جھوٹا سچ کی آمیزش سے اپنا مطلب حاصل کرنا چاہتے
 ہیں۔ آپ کے پاس حق و صداقت ہے۔ وحی الہی سے آپ کو
 سرفرازا جا چکا ہے۔ اب آپ فیصلہ کرتے وقت حکم الہی کو
 پیش نظر رکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر امت کے لیے ایک شریعت
 اور واضح طریقہ دین مقرر کر دیا ہے۔ یعنی ہر پیغمبر کو احکام
 عمل دیے گئے۔ وہ ان احکام کی روشنی میں اپنی امت کے
 لیے ایک نمونہ اور سنت قائم کرتا ہے۔ جس سے دین پر عمل
 آسان اور سہل ہو جاتا ہے اور یہی ہے واضح طریقہ دین۔
 ہر امت کا فرض ہے کہ اپنے اپنے دین کے احکام پر کاربند
 ہو جائے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب لوگ ایک ہی شریعت
 یعنی اسلام پر چلتے۔ لیکن اللہ آزمائش بھی کرنا چاہتا ہے کہ
 دیکھے کون لوگ اس کی اطاعت کا دعویٰ کرنے کے بعد اس کے
 احکام کی پیروی بھی کرتے ہیں۔ شریعت کا مقصد تو اطاعت
 الہی ہے۔ سب گروہوں کو چاہیے کہ خدا کے حکموں کو مانیں۔
 جس کام کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ وہ کریں اور جس سے

روکا گیا ہے اس سے باز رہیں۔ اختلافات کی آگ کو ہوا دینے کا نام شریعت و طریقت نہیں۔ اور نہ دینداری کا مقصد فرقہ پرستی ہے۔ بلکہ صحیح جذبہ خدا پرستی یہ ہے کہ نیک کاموں کی طرف لپکو۔ خدا کی فرماں برداری میں جلدی کرو۔ نیکی میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ کیونکہ یہ دنیا عارضی ٹھکانا ہے۔ آخر کار خدا کے حضور میں پیش ہونا ہے۔ وہ حق باطل میں فرق کر دے گا۔ اور باعث نزاع اور اختلافی مسائل میں فیصلہ کرے گا۔

روایت ہے کہ یہود کے چند فقہاء اور علماء نے کہا کہ آؤ پیغمبر اسلام کے پاس چلیں۔ شاید ہم اسے اس کے دین سے بہکا دیں۔ جب وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو کہنے لگے کہ اے محمدؐ! آپ جانتے ہیں کہ ہم یہود کے احبار ہیں۔ اگر ہم آپ کے تابع ہو گئے تو سارے یہودی ہماری پیروی کریں گے ہمارے ہاں کچھ جھگڑا ہے۔ ہم آپ کی خدمت میں فیصلہ کرانے کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔ ہم آپ پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور آپ کی تصدیق کرتے ہیں۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ وَ اِنْ اَحْكُمُ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ (الایۃ) فرمایا کہ اے نبیؐ! ہم نے آپ پر قرآن مجید نازل کیا ہے۔ اس قرآن کی روشنی میں یہودیوں کے جھگڑے کا فیصلہ کریں۔ آپ محتاط رہیں۔ ان کی

باتوں اور خواہشات کی طرف دھیان نہ دیں۔ وہ تو اپنی باتوں سے
 آپ کو بہکانا چاہتے ہیں۔ اگر وہ آپ کے فیصلے سے انحراف
 کریں گے تو نقصان انہیں کا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی بدکرداریوں
 اور گناہوں کی پاداش میں انہیں یہاں دنیا میں بھی سزا دینا چاہتا
 ہے۔ اس سزا کی مختلف نوعیتیں ہیں۔ ایک نوعیتِ جزا یہ ہے،
 دوسری جلا وطنی، تیسری قتل یہ سب کچھ اس لئے کہ یہ لوگ
 خدا کے نافرمان ہیں۔ یہ یہودی ایمان و یقین کی دولت سے محروم
 ہیں اس لیے بھٹکے پھرتے ہیں۔ زمانہ جاہلیت کے دستورِ قانون
 کو پسند کرتے ہیں۔ ان بد بختوں کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ کے دستور
 اور حکم سے بہتر اور کوئی دستور اور حکم نہیں ہے۔ جن لوگوں کو
 یقینِ محکم کی دولت ملی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ کسی کا حکم اللہ
 سے بہتر نہیں۔ اللہ کے قانون میں عدل و انصاف ہے۔ غریب
 اور امیر سب کے لیے ایک ہی قانون ہے۔

آیات نمبر ۵-۵۳: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا

مؤمنو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ

تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ

بناؤ۔ یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو شخص

بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ

تم میں سے ان کو دوست بنائے گا تو وہ بھی

مِّنْكُمْ فَإِنَّهُم مِّنْكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي

انہیں میں سے ہے بے شک خدا عالم لوگوں کو ہدایت

الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝ فَتَرَىٰ الَّذِينَ فِي

نہیں دیا کرتا اور جن لوگوں کے دلوں میں

قُلُوبُهُمْ مَّرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ

مرض ہے تم ان کو دیکھو گے کہ ان میں دوڑ دوڑ کر بے جا جاتے ہیں

يَقُولُونَ نَخْشَىٰ أَنْ تُصِيبَنَا آتٌ

کہتے ہیں کہ ہمیں خوف ہے کہ کہیں ہم پر زمانے کی گردش نہ آجائے

فَعَسَىٰ اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَنَا بِالْقِتَابِ أَوْ

سو قریب ہے کہ خدا فتح بھیجے یا اپنے ہاں سے کوئی

مِنْ عِنْدِيهِ فَيَصْبِحُوا عَلَىٰ مَا أَسْرَوْا

اور امر نازل فرمائے، تو یہ (منافق) جو کچھ اپنے دلوں میں چھپایا

فِي أَنْفُسِهِمْ نَدِمُوا فِيهَا وَيَقُولُ الَّذِينَ

کرتے تھے اس پر پشیمان ہو کر رہ جائیں گے (اور مومن تعجب سے)

آمَنُوا أَهْوََاءِ الَّذِينَ أَقْسَمُوا بِاللَّهِ

کہیں گے کہ یہ وہی ہیں جو خدا کی سخت سخت قسمیں کھایا کرتے تھے

جَهْدًا أَيْمَانِهِمْ إِنَّهُمْ لَمَعْلَمٌ

کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں ان کے

حَيْطَتِ أَعْمَالِهِمْ فَأَصْبَحُوا خَيْرِينَ

(سب) عمل اکارت گئے اور وہ خسارے میں آگئے

لَا تَتَّخِذُوا: نہ پکڑو، نہ بناؤ۔ أَوْلِيَاءَ:

تشریح الفاظ | (واحد و بی) دوست، یَتَوَلَّوْهُمْ: یَتَوَلَّوْهُمْ: یَتَوَلَّوْهُمْ

ہم دوست بنائے گا ان کو مَرَضٌ: بیماری، مراد ہے

مرض نفاق و شک، اعتقاد کی کمزوری، ضعیف ایمان۔ یعنی جن

لوگوں کا ایمان راسخ اور عقیدہ توحید مضبوط نہیں ہے۔

یَسَارِعُونَ: (سرع سے باب مفاعلت) دوڑتے ہیں
 ان کی دوستی کی طرف تیزی سے بڑھتے ہیں۔ ان کی محبت کی
 طرف یعنی یہود و نصاریٰ کی دوستی انہیں پسند ہے اور وہ ان
 سے میل جول اور تعلقات رکھنا چاہتے ہیں۔ نَخْشِي: ہم
 ڈرتے ہیں، ہمیں خوف ہے۔ تَصَيَّبْنَا: ہمیں پہنچے۔ دَائِرَةٌ
 انقلاب، یعنی حکومت اور اقتدار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کے ہاتھ سے نکل کر کفار کے ہاتھ میں نہ چلا جائے۔ یا یہ کہ کسی
 آفت اور مصیبت مثلاً قحط وغیرہ کا ہم شکار نہ ہو جائیں۔
 عَسَى: قریب ہے۔ کلام اللہ میں عَسَى کا لفظ صحیح وعدے
 کے لیے آتا ہے۔ یَأْتِي بِ: لائے، بھیجے۔ الْفَتْحُ: غلبہ
 دین محمدی، نصرت اسلام فیصلہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ جلدی اسلام
 کا بول بالا کر دے گا اور دین محمدی کو غلبہ اور فتح عطا کرے گا
 حق و باطل اور کفر و اسلام میں فیصلہ کر دے۔ الْفَتْحُ کے
 مفہوم میں بنو قریظہ کے فوجی سپاہیوں کا قتل، ان کے اہل و
 عیال کی گرفتاری، بنو نضیر کی جلا وطنی، فتح مکہ اور اسلام کی
 عام فتوحات سب شامل ہیں۔ اسی طرح کفار، مشرکین اور یہود
 کی شان و شوکت کا خاتمہ بھی اس کے مفہوم میں داخل ہے
 نِيرَ الْفَتْحِ سے مراد ہے، خوشحالی، غلے کی فراوانی اور مسلمانوں
 کی فارغ البالی۔ اُمِّرٌ: اُمْرٌ سے مراد (۱) جزیہ (۲) منافقین

کی حرکتوں سے آگاہی (۳) خوشحالی و فارغ البالی وغیرہ ہے۔
 فَيُصْبِحُوا: پس ہو جائیں۔ مَّا: موصولہ بمعنی جو کچھ۔ اَسْرُوا
 وہ چھپاتے تھے۔ اَلْفِسْهِمُ: اپنے دلوں میں۔ نَادِ مِیْنِ
 پشیمان، ندامت کرنے والے۔ هُوَ لَاءِ: منافقین کی طرف اشارہ
 ہے۔ اَقْسَمُوا: قسمیں کھاتے تھے۔ جَهْدًا: سخت، پکی جَبَطَتْ
 صیغہ ماضی (واحد مؤنث غائب) اکارت گئے۔ باطل ہو گئے
 برباد ہو گئے۔ ضَالِحٌ ہو گئے۔ اَعْمَالُهُمْ: ان منافقوں کے
 اعمال +

مدینہ منورہ میں اسلامی حکومت کے قیام
 مفہوم و مطلب کے بعد ضروری تھا کہ ہر لحاظ سے مسلمانوں
 کی تنظیم عمل میں آئے۔ اس سلسلے میں امن و چین کی زندگی اور
 سکون قلب پیدا کرنے کے لیے مسلمانوں کو تعلیم دی گئی کہ
 وہ اپنی سیاسی و جماعتی خبریں باہر نہ نکلنے دیں۔ اس مقصد
 کے پیش نظر دشمنان اسلام بالخصوص یہود و نصاریٰ سے عدم
 تعاون کا سبق دیا گیا۔ منافقوں سے محتاط رہنا سکھایا گیا
 کیونکہ وہ اکثر یہود و نصاریٰ سے ملتے اور مسلمانوں کے راز انہیں
 بتا دیتے تھے۔ جماعتی استحکام اور نظم کے لیے یہود و نصاریٰ کے
 بارے میں مسلمانوں کا طرز عمل واضح کیا گیا ہے۔
 ان آیات کے شان نزول کے متعلق روایت ہے کہ حضرت

عُبادہ بن الصامت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ
 یا رسول اللہ! یہود سے میرے گہرے ہراسم ہیں۔ بہت سے یہودی میرے
 دوست ہیں۔ میں ان سب سے اللہ اور اللہ کے رسول کی خاطر بیزاری
 کا اظہار کرتا ہوں۔ مگر عبد اللہ بن ابی منافق کہنے لگا کہ میں تو
 ایسا نہیں کروں گا کیونکہ مجھے انقلاب زمانہ کا ڈر ہے۔ مصیبت
 اور قحط کا خوف ہے۔ اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں۔
 اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جماعت
 اور انفرادی طور پر یہود و نصاریٰ ایسے دشمنوں کو دوست نہ
 بناؤ۔ ان سے تمہاری دوستی زیب نہیں دیتی۔ وہ اللہ اور اس
 کے رسول کے دشمن ہیں۔ تمہارے دوست نہیں بن سکتے۔ ایک
 یہودی دوسرے یہودی کا دوست تو ہو سکتا ہے اور ایک
 عیسائی دوسرے عیسائی کا دوست بھی بن سکتا ہے، لیکن ان
 کی اسلام دشمنی اتنی نمایاں اور شدید ہے کہ تمہاری دوستی کی گنجائش
 نہیں رہتی۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی مسلمان یہود و نصاریٰ کی
 طرف دوستی کا ہاتھ بڑھائے گا تو پھر وہ انہی کے گروہ میں شمار
 ہوگا۔ اللہ اور اس کا رسول ایسے مسلمان سے بیزاری کا اظہار
 کرتے ہیں ایسا شخص جان بوجھ کر ظالم بنتا ہے۔ اور ایسے ظالموں
 کے لیے اللہ کے ہاں توفیق ہدایت نہیں۔
 پھر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے

ہوئے فرمایا کہ اے ہمارے نبی! آپ دیکھتے ہیں کہ یہ منافق ایمان
 عمل کے کمزور ہیں۔ ان کا عقیدہ راسخ نہیں ہوا۔ ان کے دلوں
 میں شکوک و شبہات اور منافقت کی بیماری نے گھر کر رکھا ہے
 یہ ناقص الایمان منافق دشمنان اسلام بالخصوص یہود و نصاریٰ
 کی دوستی کا دم بھرتے ہیں۔ جب بھی موقع ملتا ہے ان کی حریف
 دوڑتے ہیں۔ بہانہ یہ بناتے ہیں کہ ہمیں انقلاب حکومت اور فحط
 مصیبت کا ڈر ہے اگر حکومت کی باگ ڈور مسلمانوں کے ہاتھ سے
 نکل کر یہودیوں کے ہاتھ میں چلی جائے تو ہم تو محفوظ رہیں گے
 کیوں کہ ہماری ان سے دوستی ہے۔ یا اگر فحط پڑ جائے تو پھر
 بھی ہمیں ان کی دوستی کی وجہ سے خوراک تو ملتی رہے گی۔ اللہ
 نے ان کے اس بہانے کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ حکومت اقتدار
 تو خدا کے قبضے میں ہے۔ مستقبل قریب میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو
 مزید غلبہ اور قوت و شوکت عطا کرے گا۔ فارغ البالی اور خوشحالی
 بھی وہی دے گا۔ ان یہودیوں کی طاقت اور شان و شوکت کو
 ختم کر دینا بھی خدا کے اختیار میں ہے۔ جب یہ منافق غلبہ اسلام
 اور شکست یہود و کفار دیکھیں گے تو کف افسوس ملتے ہوئے
 نادم اور پشیمان ہوں گے کہ ہم نے یہودیوں کی دوستی کو دل میں
 کیوں چھپا رکھا تھا۔ چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
 اپنے رسولؐ کو تسکین دلاتے ہوئے جو وعدہ کیا تھا وہ حرف

بحرف پورا ہوا۔ اللہ نے اپنے رسولؐ کو فتح مکہ عطا کی، یہودیوں کی شان و شوکت کو ختم کر دیا۔ ان کے تمام علاقے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح کر لیے۔ کچھ یہودی تو میدان جنگ میں قتل ہوئے کچھ یہودیوں کو جلاوطن کر دیا گیا اور کچھ یہودیوں نے مغلوب ہونے کے بعد جزیرہ دینا قبول کر لیا۔ یہودیوں کا یہ انجام دیکھ کر منافقوں کی امیدوں پر پانی پھر گیا۔ مسلمانوں نے منافقوں کی یہ حالت دیکھی تو کہنے لگے کہ یہی وہ منافق ہیں جو قسمیں کھا کھا کر یہودیوں سے امداد کے وعدے کرتے پھر ایفاٹے عہد کے لیے ان تھک کوششیں کرتے۔ اور انہیں اپنے تعاون اور اعانت کا یقین دلانے کے لیے سینکڑوں جتن کرتے تھے۔ آج ان کی تمام کوششیں ناکام ہو گئیں۔ ان منافقوں کا سب کیا کرایا دھرا کا دھرا رہ گیا۔ ان کی کوئی محنت ٹھکانے نہ لگ سکی۔ ان کی نمازیں، روزے، زکات، حج سب ضائع ہو گئے کیوں کہ یہ ایمان و اخلاص کی دولت سے محروم ہونے کے علاوہ دشمنان رسولؐ سے ساز باز کرتے رہے اور یہ ایسا سنگین جرم ہے کہ ان کے سارے اعمال برباد ہو گئے۔ فقدان اخلاص نے دنیا بھی خراب کی اور آخرت بھی بگاڑ دی۔ دنیا میں ذلت و رسوائی ہوئی اور آخرت میں عذاب مول لیا۔

آیت نمبر ۵: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

مومنو! جو شخص تم میں سے اپنے دین

يُرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي

سے پھر جاٹینگا تو خدا ایسے لوگ پیدا کر دے گا جن

اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ

کو وہ دوست رکھتا ہو اور جسے وہ دوست رکھتے ہوں اور

عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ

جو مومنوں کے ساتھ نرمی کریں اور کافروں پر سختی

يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ

خدا کی راہ میں جہاد کریں اور کسی ملامت کرنے والے

لَوْمَةً لِأَنَّهُمْ ذَلِكُمْ فَضَّلَ اللَّهُ يَوْمَئِذٍ

کی ملامت سے ذرا نہ ڈریں یہ خدا کا فضل ہے جسے چاہتا ہے

مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ

دیتا ہے اور خدا بڑی کشائش والا اور جاننے والا ہے

تَشْرِحُ الْفَاظِ | يَرْتَدُّ: اسرَدُّ سے باب افتعال ہے، اِرْتَدَّ

مُتَرَدِّدًا يَرْتَدُّ اِسْرَتًا اِدًّا، پھر جائے، لوٹ جائے
مُتَرَدِّدًا ہو جائے۔ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ: اللہ ان کی جگہ اور لوگ لے آئے
يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ: سے مراد حضرت ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ
اور ان کے رفقاء کار ہیں۔ اِذْ لَيْلٍ: واحد ذَلِيلٍ۔ قوم کی نعت ہے
رحمہم، مہربان، نرم، مشفق، جیسے باپ بیٹے کے لیے، اِعِزَّةٌ:
واحد عَزِيْزٌ، سخت، زبردست، غالب، جیسے درندہ شکار پر
يُوْنِيْهِ: دیتا ہے، عطا کرتا ہے۔ وَاَسْعُ: بڑے فضل والا، عَلِيمٌ
مخلوق کی مصلحتوں کو جاننے والا۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ فضل کا مستحق
کون ہے۔

اجتماعی، سیاسی اور دینی مصلحت کی بنا پر
مفہوم و مطلب | یہود و نصاریٰ سے دوستی رکھنا ممنوع
قرار دینے کے بعد فرمایا تھا کہ جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا۔
وہ انہی کی جماعت میں سے متصور ہوگا۔ پھر ایک ایسے گروہ کی
نشاندہی کی جس کے دل نفاق اور شک کی بیماری میں مبتلا تھے
اس کے بعد اب اس آیت میں ایک پیش گوئی کرتے ہوئے فرمایا
کہ وہ وقت بھی آنے والا ہے جب کچھ لوگ ذاتی اغراض و مصالح
کی خاطر دین اسلام سے انحراف کریں گے۔ اگر کچھ لوگ دین سے پھر
جائیں تو اللہ ان کی جگہ دوسرے لوگ لاکھڑا کرے گا۔

تاریخ نے اس آیت کریمہ کی تصدیق کرتے ہوئے
قرآن مجید کے اعجاز اور کتاب الہی ہونے پر مہر
ثبت کر دی۔

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ایام میں بنو مَدْلَج
بنو حَنِيفَةَ اور بنو اَسَد کے قبائل میں کچھ لوگ مرتد
ہو گئے۔ بنو مَدْلَج کا سردار اَسْوَد عَنَسِي تھا۔ یہ کاہن
تھا۔ اس نے یمن میں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر دیا۔ کچھ حصے
پر قابض بھی ہو گیا۔ جاود گری کا دعویٰ بھی کرنے
لگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن میں اپنے عامل حضرت
مُعَاذِ بْنِ جَبَل اور دوسرے سرداران یمن کے نام خط
لکھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے تھوڑا پہلے
اَسْوَد عَنَسِي قتل ہو گیا۔ آپ نے اسی رات متنبی یمن کے
قتل کی خبر سنا کر مسلمانوں کو خوشی و مسرت کا پیغام دیا۔

۲۔ اسی طرح پیامہ میں مُسَلِمہ کذاب نے اپنے قبیلے بنو حَنِيفَةَ میں
دعویٰ نبوت کر دیا۔ اس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خط
لکھنے کی بھی جرأت کی اور نبوت میں شرکت کا دعویٰ کرتے
ہوئے نصف حصہ سلطنت کا تقاضا کیا۔ آپ نے اس کے
جواب میں اسے کذاب ٹھہرایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات
کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اس کے خلاف لشکر بھیج کر جہاد

کیا اور حضرت حمزہؓ کے قاتل و حشی نے مسیلمہ کذاب کو قتل کیا
 ۳۔ بنو اسد کے قبیلہ میں طلیحہ بن خویلد نے دعویٰ
 نبوت کر دیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت خالد بن ولید کو
 اس کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا طلیحہ نے شام کی طرف
 بھاگ کر اپنی جان بچائی۔ بعد میں تائب ہو کر مسلمان ہو گیا۔
 حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں بھی سات قبائل
 زکات کی ادائیگی سے انکار کر کے مرتد ہو گئے تھے۔

- (۱) بنو فزارہ (۲) بنو غطفان (۳) بنو سبئیم (۴) بنو یربوع
 (۵) بنو تمیم کے کچھ لوگ (۶) بنو کندہ (۷) بنو بکر بن وائل بن بحر
 میں)۔ جب اس پیشگوئی کے مطابق عرب کے قبائل مرتد ہو گئے۔
 تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ان سے جہاد کر کے ارتداد کا قلع قمع
 کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان مجاہدین کی یہ صفات بیان فرمائی ہیں:
- ۱۔ اس نیک گروہ سے اللہ تعالیٰ کو محبت اور دوستی ہے
 - ۲۔ یہ لوگ اللہ سے محبت رکھتے ہیں
 - ۳۔ ایمان والوں سے نرمی سے پیش آتے ہیں۔
 - ۴۔ کافروں کے مقابلے پر زبردست اور غالب ہیں۔
 - ۵۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اسلام کا بول بالا کرنے کے لیے
 دشمنان دین اور مرتدین سے لڑتے ہیں

۴۔ ایمان والوں کا یہ گروہ ملامت سے نہیں ڈرتا۔ انہیں لوگوں کی پروا نہیں۔ ان کا نصب العین اللہ کو راضی کرنا ہے۔ منافقوں کو یہود کا ڈر ہے۔ مسلمانوں کو کسی کا ڈر نہیں۔ مسلمان باطل کو مٹانے اور حق کو زندہ رکھنے کے لیے بے خطر میدان میں کود پڑتا ہے۔

ایمان والوں میں ان صفات کی موجودگی اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے بہرہ مند کرتا ہے۔ اس کا فضل بڑا وسیع ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ اس کے فضل کا مستحق کون ہے۔

آیات نمبر ۵۵-۵۶: إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ

مؤمنو! تمہارے دوست تو خدا اور اس کے

وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يَقِيمُونَ الصَّلَاةَ

پیغمبر اور مومن لوگ ہی ہیں جو نماز پڑھتے اور زکوٰۃ

وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْإِيمَانِ

دیتے اور (خدا کے آگے) جھکے رہتے ہیں اور جو

يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ

شخص خدا اور اس کے پیغمبر اور مومنوں سے دوستی کرے گا تو وہ خدا کی جماعت

حِزْبِ اللَّهِ هُمُ الْخَالِبُونَ ۝

میں داخل ہو گا اور خدا کی جماعت ہی غلبہ پانے والی ہے

وَلِيُّ: دوست - يُقِيمُونَ: نماز کو پورے حقوق
تشریح الفاظ | اور آداب کے ساتھ ادا کرتے ہیں - الزُّكُوفَةُ:

زکات، نیز صدقہ و خیرات - رَاكِعُونَ: رکوع کرنے والے -

نیز خشوع و خضوع کرنے والے - نماز میں عاجزی کرنے والے

زکات دے کر تکبر نہ کرنے والے، نیکی کے بعد نہ اترانے والے

لغت میں ہے کہ عرب اس شخص کو راکح کہتے تھے جو اشد پر ایمان

لائے اور تہوں کی پرستش نہ کرے - يَتَوَكَّلُ: دوست رکھے گا

اللہ کی دوستی سے مراد ہے اللہ پر بھروسہ اور توکل، رسول کی

دوستی سے مراد اطاعت سنت رسول اور مومنوں سے دوستی یہ

ہے کہ ان سے تعاون کیا جائے - حِزْبٌ: جماعت، گروہ جمع

اِحْزَابٌ ہے، حِزْبٌ کے معنی ورود و طیفہ بھی ہیں -

وَالَّذِينَ آمَنُوا: ان ایمان والوں میں حضرت ابو بکرؓ اور

حضرت علیؓ سب شامل ہیں - (تفسیر قرطبی)

گزشتہ چند آیات میں بیان فرمایا تھا کہ یہود مفہوم و مطلب نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ یہاں یہ حکم دیا ہے کہ اے مومنو! تمہارے دوست اللہ، اللہ کے رسول اور ایمان والے ہیں۔

روایت ہے کہ جب عبد اللہ سلام اور ان کے ساتھی اسلام لے آئے تو انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہماری قوم بنو قریظہ اور بنو نضیر نے ہم سے قطع تعلقات کر لیا ہے۔ اور انہوں نے حلف اٹھایا ہے کہ وہ ہم سے میل جول نہیں رکھیں گے ہم لوگ مدینہ منورہ سے دور رہتے ہیں۔ آپ کی اور آپ کے صحابہ کی صحبت سے مشرف ہونے کا موقع کم ملتا ہے۔ اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں۔ یہ سن کر حضرت عبد اللہ بن سلام نے عرض کیا کہ ہم اللہ، اس کے رسول اور ایمان والوں کی دوستی سے خوش ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہود کے قطع تعلقات کی پروا نہ کرو۔ وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ تمہارا دوست اور حامی اللہ اس کا رسول اور ایمان والے ہیں۔ ایمان والوں کی صفت یہ ہے کہ وہ نمازوں کو پابندی وقت اور پورے حقوق کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ زکات دیتے ہیں۔ نمازوں میں اللہ کے سامنے عاجزی اور خشوع و خضوع کا اظہار کرتے ہیں۔ زکات

دینے کے بعد ان میں تکبر اور غرور پیدا نہیں ہوتا۔ اپنی نیکی پر اتراتے نہیں۔ اور جس شخص کو اللہ اس کے رسول اور مومنون کی دوستی نصیب ہو جائے وہ اللہ کی جماعت میں شمار ہوتا ہے اور اللہ کی جماعت غالب رہنے والی ہے۔

بقول امام قرطبی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت علیؓ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے کسی نے سوال کیا۔ اس وقت آپ رکوع میں تھے۔ آپ نے اپنی انگوٹھی اسے دے دی۔ اس سے امام قرطبی یہ استنباط کرتے ہیں کہ یہاں زکوٰۃ کا مطلب صدقہ ہے اور یہ کہ نماز کی حالت میں معمولی حرکت یا عمل قبیل معمولی کام، جیسے انگوٹھی کا دے دینا نماز کو باطل نہیں کرتا۔

آیات نمبر ۵، ۴۳: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا

مومنون! (یہود و نصاریٰ) جن کو تم سے

تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُنَّ

پہلے کتابیں دی گئی تھیں ان کو اور کفار کو (یعنی) جنہوں نے

وَلَعِبًا مِّنَ الَّذِينَ أَوْلَوْا الْكِتَابَ مِن

تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے دوست نہ بناؤ

قَبْلِكُمْ وَالْكَفَّارَ أَوْلِيَاءَ وَالْقَوَالِدَ

اور مومن ہو تو خدا سے

إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۚ وَإِذَا نَادَيْتُمُ

ڈرتے رہو اور جب تم لوگ نماز

إِلَى الصَّلَاةِ أَخَذُوا مِنْهَا هُنَّ وَأَلْعَبًا

کے لیے اذان دیتے ہو تو یہ اسے ہنسی اور کھیل بناتے ہیں

ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ ۚ قُلْ

یہ اس لئے کہ وہ عقل نہیں رکھتے اے

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ هَلْ تَتَّقُونَ مِنَ إِلَّا

اہل کتاب! تم ہم میں برائی ہی کیا دیکھتے ہو سوا اس کے

أَنَّ أَمْرًا بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا

کہ ہم خدا پر اور جو کتاب ہم پر نازل ہوئی اس پر

وَمَا أَنْزَلْنَا مِنْ قَبْلُ وَأَنَّ الْفِرْيَانَ
 اور جو کتابیں پہلے نازل ہوئیں ان سب پر ایمان لے آئے ہیں اور تم

فَسِيقُونَ ۵۹ قُلْ هَلْ أَنْبَأُكُمْ بِشَرِّ
 اکثر بد کردار ہو کہو میں تم کو بتاؤں کہ خدائے ماں

مَنْ ذَلِكُمْ مَثُوبَةٌ عِنْدَ اللَّهِ مَنْ
 بدتر بدلہ پانے والا کون ہے - وہ لوگ جن

لَعَنَهُ اللَّهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمْ
 کو خدانے رحمت سے دور کر دیا اور ان پر غصے ہوا اور (جن کو)

الْقِرْدَةَ وَالْخَنَازِيرَ وَعَبَدِ الطَّاغُوتِ
 ان میں سے بندر اور سور بنا دیا اور جنہوں نے شیطان کی پرستش

أُولَئِكَ شَرٌّ مَكَانًا وَأَضَلُّ عَنْ سَوَاءٍ
 کی - ان لوگوں کا بُرا ٹھکانا ہے اور یہ سیدھے رستے سے بہت

السَّبِيلِ ۶۰ وَإِذَا جَاءَكُمْ قَالُوا آمِنَّا
 دور ہیں اور جب یہ تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ

دور ہیں اور جب یہ تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ

دور ہیں اور جب یہ تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ

دور ہیں اور جب یہ تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ

دور ہیں اور جب یہ تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ

دور ہیں اور جب یہ تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ

وَقَدْ دَخَلُوا بِالْكَفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوا

ہم ایمان لے آئے حالانکہ کفر کے ساتھ آتے ہیں اور اسی کے ساتھ

بِهِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا يَكْتُمُونَ ۝ ۶۱

جاتے ہیں اور جو کچھ یہ مخفی کئے رہتے ہیں خدا اس

تَرَى كَثِيرًا مِنْهُمْ يَسَارِعُونَ فِي

کو خوب جانتا ہے اور تم دیکھو گے کہ ان میں اکثر گناہ اور

الْآثِمِ وَالْعُدْوَانِ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتِ

زیادتی اور حرام کھانے میں جلدی کر رہے ہیں

لِبِئْسَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ ۶۲ كَوْلًا

بے شک بُرے کام ہیں جو یہ کرتے ہیں ان کے

يَنْهَمُ الرِّبِّيُّونَ وَالْأَحْبَابُ عَنْ

مشائخ اور علماء انہیں گناہ کی باتوں اور حرام کھانے سے

قَوْلِهِمُ الْآثِمِ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتِ

منع کیوں نہیں کرتے

لَيْسَ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ

بے شک بُرے کام ہیں جو یہ کرتے ہیں

تشریح الفاظ: انا دیتم: مؤذن نماز کے لیے اذان کہتا ہے۔
هنروا: ہنسی مذاق، تمسخر۔ لعباً: کھیل تماشا۔

رِنَادِي يُنَادِي نِدَاءً وَمِنَادَاةً كَمَا نَدَى هَيْهَ -

تَنْقِدُونَ: (نَقَمَ يَنْقُمُ نَقْمَةً) تم ناراض ہوتے ہو

تم برائی دیکھتے ہو، ناپسند کرتے ہو۔ نیز حرف گیری کرنا اور

عیب پانا۔ مَثُوبَةٌ: ثواب۔ جزاء۔ بدلہ۔ الْقِرْدَةُ:

(واحد قِرْد) بندر۔ الْخَنَازِيرُ: (واحد خِنْزِير) سور۔

عَبْدًا: پرستش کی، پوجا کی الطَّاغُوتُ: شیطان، کاہن

بچھڑا۔ سَوَاءٌ: سیدھا۔ جَاءَ وَكُمُ مراد ہے آپ کے پاس یہود کا

منافق آتے ہیں۔ دَخَلُوا بِالْكَفْرِ: آپ کے پاس کفر سے آلودہ

آئے تھے۔ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوا بِهِ: اور کفر سے آلودہ ہی آپ کے ہاں

سے لوٹے۔ كَثِيرًا مِنْهُمْ: بہت سے یہودی۔ السُّحُوتُ: حرام۔ لَيْسَ

لِ بَرَاءَةِ تَاكِيدٌ + لَيْسَ بِمَعْنَى بَرَاءَةٍ - كَوْلًا: بمعنی کیوں نہیں۔

گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو ہدایت

مفہوم مطلب: فرمائی تھی کہ یہود و نصاریٰ سے دوستی رکھنا

اسلامی مفاد کے خلاف ہے۔ مسلمانوں کے دوست مسلمان ہیں، مسلمانوں

کے خیر خواہ اللہ اور رسول ہیں۔ ایمان والوں کو اللہ اور رسول کا دم بھرنے چاہیے۔ اس کے بعد ان آیات میں فرمایا بعض یہودی اور عیسائی مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے کے لیے اذان سے تمسخر کرتے اور نماز کو کھیل تماشاً ٹھیراتے ہیں۔ یہ لوگ بھی دین کے بدترین دشمن ہیں۔ بنا بریں ان کی دوستی بھی حرام ہے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے ایمان والو! یہ یہودی تمہارے دین سے استہزاء اور مسخری کرتے ہیں۔ جب تم اذان کے ذریعے نماز کے لیے بلاتے ہو۔ تو اذان کی ہنسی اڑاتے ہیں۔ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہو اور رکوع و سجود میں بارگاہِ الہی میں عجز و نیاز اور خشوع و خضوع کا اظہار کرتے ہو تو یہ یہودی نماز کو کھیل تماشاً ٹھیراتے ہیں یہی و طیرہ دوسرے کافروں کا بھی ہے۔ ان یہودیوں اور کافروں سے قطع تعلقات کر لو۔ ان کی دوستی تمہارے دینی وقار کے منافی ہے۔ تمہارے ایمان کا تقاضا یہ ہے۔ کہ اللہ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دو اور ان دشمنانِ دین سے تمام تعلقات منقطع کر لو۔ چونکہ یہ لوگ دین کے اسرار و رموز سے بے بہرہ ہیں، اس لیے انہیں اذان اور نماز ایسی چیزیں بھی باعثِ تعجب نظر آتی ہیں۔ دینی عبادات پر استہزاء کرنا عقلمند لوگوں کا شیوہ نہیں ہے۔

آیات نمبر ۵۷ و ۵۸ کے ضمن میں امام شوکانی نے تفسیر فتح القدیر میں بحوالہ امام بیہقی رقم کیا ہے کہ جب مؤذن مدینہ منورہ میں اذان کہتا تو مسلمان نماز کے لیے مسجد کو چل دیتے۔ یہودی بائیں بٹاتے اور ہنسی مذاق کرتے تھے۔ نبیر مدینہ شریف میں ایک یہودی تاجر تھا اسے اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ کے الفاظ سے چڑھی تھی۔ جب وہ اذان سنتا تو کہتا کہ اللہ جھوٹے مؤذن کو آگ میں جلائے۔ ایک دن اتفاق یوں ہوا کہ وہ خود آگ میں جل گیا۔

آیت نمبر ۵۸ سے کئی مسائل کا استنباط
مسائل اذان ہوتا ہے :

۱۔ نماز کے لیے اذان ضروری ہے۔ ہجرت سے پہلے اذان کی موجودگی صورت نہ تھی۔ صرف الصَّلَاةُ جَامِعَةٌ پکارا جاتا تھا۔ ہجرت مدینہ کے بعد جب کعبہ کو قبلہ مقرر کیا گیا تو اذان کا حکم ہوا۔ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اذان کا حکم مل چکا تھا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت عبداللہ بن زیدؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے خواب میں اذان کا راز پایا۔ چنانچہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ وہ اذان کہیں۔

۲۔ صبح کی نماز میں الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ حضرت

بلال نے اضافہ کیا اور بارگاہ نبوی سے اس کی اجازت فرمائی گئی۔

۳۔ نماز کے وقت مسجد میں اذان کہنا ضروری ہے۔
۴۔ اذان اس بات کی بہت بڑی نشانی ہے کہ یہ بستی مسلمانوں کی ہے۔

۵۔ حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب دو مسلمان سفر کریں تو اذان اور اقامت کہہ کر بڑا امام بن کر نماز پڑھائے۔

۶۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک اذان میں کلمات دو دو بار اور اقامت میں ایک ایک بار کہے جائیں۔ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک یہ بھی جائز ہے کہ مؤذن پہلے اشہد ان لا الہ الا اللہ دو مرتبہ اور اشہد ان محمد رسول اللہ دو مرتبہ کہہ کر پھر ذرا اور بلند آواز سے اپنی کلمات کو دہرائے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام ثوریؒ کے نزدیک اذان اور اقامت کے شروع میں اللہ اکبر چار مرتبہ ہے۔ اور ان کے ہاں اذان میں شہادت کے کلمات دہرائے نہیں جاتے۔

۷۔ امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، داؤد بن علی اور محمد بن جریر طبری کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اور صحابہ سے سب کا ثبوت ملتا ہے اس لیے اذان کے شروع میں اللہ اکبر چار مرتبہ کہنا بھی درست ہے۔ اور دو مرتبہ بھی۔ کلمات شہادت کو ایک دفعہ دو دو مرتبہ کہنے کے بعد پھر دوبارہ کہنا (ترجیح) بھی جائز ہے۔ اسی طرح اقامت اکہری یا دوہری دونوں طرح درست ہے۔ البتہ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ دو مرتبہ ہی کہا جائے گا۔

۸۔ صبح کی نماز میں حَتَّى عَلَيَ الْفَلَاحِ کے بعد الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ دو مرتبہ کہا جاتا ہے

۹۔ صبح کی اذان کا وقت طلوع فجر ہے۔ اگر صبح کی اذان طلوع فجر سے پہلے کہی جاتی ہے۔ تو بعض اہل حدیث علماء کے نزدیک طلوع فجر کے بعد پھر اذان کہی جائے۔

۱۰۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مؤذن کے علاوہ کوئی اور آدمی اقامت کہہ دے تو مضائقہ نہیں۔ لیکن امام شافعیؒ امام ثوری اور امام کبیر کے نزدیک مؤذن ہی اقامت کہے امام قرطبی کے نزدیک اگر مؤذن کے علاوہ کوئی دوسرا آدمی اقامت کہہ دے تو نماز تو ہو جاتی ہے لیکن بہتر یہی ہے کہ جب مؤذن مقرر ہو تو وہی اقامت کہے۔

۱۱۔ حَتَّى عَلَيَ الصَّلَاةِ اور حَتَّى عَلَيَ الْفَلَاحِ کہتے ہوئے مؤذن دائیں بائیں علی الترتیب منہ پھیرے۔

۱۲۔ بہتر یہ ہے کہ مؤذن اذان کی اجرت نہ لے۔ لیکن بحالت
مجبوری علماء نے جائز ٹھہرایا ہے۔

۱۳۔ صحیح مسلم میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
کہ جو شخص مؤذن کے ساتھ اذان کے کلمات کہتا جاتا ہے
اور حَىَّ عَلَى الصَّلَاةِ اور حَىَّ عَلَى الْفَلَاحِ کی جگہ
لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ کے اور پھر خلوص دل سے
اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہے تو وہ
جنت میں داخل ہوگا۔

۱۴۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اذان کے الفاظ سن کر یہ
پڑھے اللَّهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةُ التَّائِمَةُ
وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةُ اتَّ مُحَمَّدٍ الْوَسِيلَةَ
وَالْفَضِيلَةَ وَابْعَثْهُ الْمَقَامَ الْمَحْمُودَ الَّذِي
وَعَدْتَهُ۔ تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت
کا مستحق ہو جاتا ہے۔

۱۵۔ ایک اور صحیح حدیث میں مذکور ہے کہ جو شخص اذان سن
کر یہ کہے: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ
لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ
رَضِيْتُ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولِي اللَّهِ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رَسُولًا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا۔ تو اس

کے پہلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

۱۶۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب شیطان اذان

کی آواز سنتا ہے۔ تو دم دبا کر بھاگتا ہے۔

۱۷۔ حدیث میں ہے کہ اذان ایمان کی علامت ہے۔

۱۸۔ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن مؤذن

کی گردن سب لوگوں سے لمبی ہوگی یعنی قیامت کے روز

وہ سب سے معزز ہوگا اور قیامت کے خوف اور دہشت

سے محفوظ رہے گا۔

۱۹۔ جو کوئی بھی مؤذن کی آواز سنتا ہے وہ قیامت کے دن اس

کی اذان کا گواہ ہوگا۔

۲۰۔ جو مؤذن سات سال اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور ثواب کے

لیے اذان کہے، اسے آگ سے چھٹکارا حاصل ہو گیا رسنن

ابن ماجہ) دوسری حدیث میں ہے کہ بارہ سال تک

اذان کہنے والے مؤذن کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے

آیت نمبر ۵۹ کا شان نزول یہ بتایا جاتا ہے کہ کچھ یہودیوں

نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ کس چیز ایمان رکھتے

ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں اللہ پر اور اس پر جو اس نے ہماری

طرف نازل کیا ہے ایمان رکھتا ہوں۔ نیز اللہ تعالیٰ نے جو کچھ

حضرت ابراہیمؑ، اسمعیلؑ، اسحاقؑ اور ان کی اولاد پر اور حضرت

موسیٰؑ پر اور حضرت عیسیٰؑ پر نازل کیا ہے سب پر میرا ایمان ہے
 چونکہ یہود کو حضرت عیسیٰؑ سے عداوت اور کد تھی اس لیے
 وہ حضرت عیسیٰؑ کا نام سنتے ہی منکر ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ
 دین تو بہت بُرا ہے۔ ہم تو عیسیٰ کو نہیں مانتے اور جو عیسیٰؑ کو
 مانے وہ بھی ہمارے لیے قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اس
 موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

فرمایا کہ ہمارے بنی! ان یہود و نصاریٰ سے پوچھو کہ تم
 ہمیں اس لیے برا جانتے ہو کہ ہمارے تمہارے عقیدے میں
 اختلاف ہے ہم میں بس یہی عیب ہے کہ ہم اللہ پر اور اس
 کی نازل کی ہوئی کتابوں پر ایمان لاتے ہیں۔ کیا تم اس لیے ہم
 سے خفا ہو کہ خود تمہارا اپنا دل دولت ایمان سے خالی ہے۔
 بات یہ ہے کہ تعصب اور حزبیت نے تمہیں اندھا کر دیا ہے
 تم صداقت کو پہچانتے سے قاصر ہو۔ تمہارا عقیدہ اور تمہاری
 ذہنیت قابل ملامت ہے عیب تو خود تم میں ہے۔ ہمارا مسلک
 اور عقیدہ قابل ستائش ہے۔ ایمان کے فقدان نے تم سے روشن ضمیر
 اور بصیرت قلبی چھین لی ہے۔ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر
 اپنے عیب دیکھنے کی بجائے تم ہمارے محاسن کو عیب تصور
 کر رہے ہو۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ

ان لوگوں سے کہدو کہ جو چیز تمہیں ہمارے ہاں بُری لگتی ہے اس سے بُری چیز تمہارے ہاں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی رحمت سے دور کر دیا، اس کا غیرت و غضب تم پر نازل ہوا۔ تمہارے اسلاف کی بد اعمالیوں سے اللہ ناراض ہوا تو کچھ لوگوں کی صورتیں مسخ کر کے انہیں بندر اور سور بنا دیا کچھ عقل و خرد سے محروم کر دیے گئے اور وہ پھڑے کو پوجے لگے۔ شیطان کے پنجے میں گرفتار ہو کر خدا کی عبادت کو بھول گئے تھے۔ شیطان نے انہیں ذلت کے گڑھے میں دھکیل دیا۔ یہ لوگ راہِ راست سے بھٹک گئے۔ اب ان کے لیے آخرت میں دوزخ کا ٹھکانا ہے۔ دوزخ سے بُرا ٹھکانا کس کا ہوگا اور ایسے لوگوں سے زیادہ گمراہ کون ہو سکتا ہے؟

پھر فرمایا کہ جب یہودی منافق آپ کی مجلس میں حاضر ہوتے ہیں تو وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں حالانکہ ان کے دلوں میں کفر جاگزیں ہوتا ہے۔ وہ آپ کی صحبت سے فائدہ اٹھانے کی غرض سے نہیں آتے اور نہ آپ کی باتوں کو توجہ سے سنتے ہیں۔ چنانچہ جس طرح تہی دامن آئے تھے اس طرح تہی دامن واپس چلے گئے۔ ایمان کی دولت سے محروم آئے تھے اور محروم ہی نکلے۔ اللہ تعالیٰ ان کے بُرے ارادوں سے خوف واقف ہے۔ وہ جانتا ہے کہ یہ مسلمانوں کے حالات معلوم کر نیکی غرض

سے آئے تھے تاکہ دشمنوں کو اطلاع دے سکیں۔ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے چھپانے سے ان کے ارادے معلوم نہیں ہو سکیں گے حالانکہ اللہ ان کے ارادوں تک سے آگاہ ہے۔ یہ سناٹق ایمان کے جھوٹے دعوے کرتے ہیں۔ گناہوں سے نہیں بچتے بلکہ گناہوں کے ارتکاب میں جلدی کرتے ہیں۔ اللہ کی حدود کو توڑتے ہیں ظلم و عدوان کے علاوہ حرام کھاتے ہیں۔ ان لوگوں نے اپنے بُرے اعمال سے دنیا بھی خراب کر لی اور آخرت بھی۔ پھر فرمایا کہ یہودیوں کے علماء، فقہاء اور سرداروں نے انہیں گناہ کے کاموں اور حرام خوری سے کیوں نہیں روکا۔ علماء اور رؤساء نے اپنا فرض ترک کر کے ان کے گناہوں میں ایک طرح کی شرکت کی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان کے گناہوں سے بہیزار نہیں تھے۔ ان کا یہ وطیرہ خاموشی بہت برا شیوہ ہے۔ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ علماء کا فرض ہے کہ عوام کو بُرے کاموں سے روکیں ورنہ وہ بھی عوام کے گناہوں میں شریک متصور ہوں گے۔ حدیث میں آتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بُرائی دیکھے، وہ اسے روک دے۔ اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہیں تو زبان سے روکے، اگر زبان سے نہ روک سکے تو پھر دل میں اس کو بُرا جانے اور یہ کمزور ترین ایمان ہے۔

آیت نمبر ۶۴-۶۶: وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللَّهِ

اور یہود کہتے ہیں کہ خدا کا ہاتھ

مَغْلُوبَةٌ غَلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلَعْنُوا بِمَا

رگردن سے) بندھا ہوا ہے (یعنی اللہ بخیل ہے) انہیں کے ہاتھ باندھے جائیں

قَالُوا بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يُنفِقُ

اور ایسا کہتے سے ان پر لعنت ہو۔ یوں نہیں بلکہ اس کے ہاتھ کھلے ہیں وہ

كَيْفَ يَشَاءُ وَلِيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ

جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے (اور رازے محمد) یہ کتاب جو تمہارے

مَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ مِنْ سَائِكِ طَغْيَانًا وَ

پہروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوئی اس سے ان میں سے اکثر کی شرارت

كُفْرًا وَالْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ

اور انکار اور بڑھے گا۔ اور ہم نے ان کے باہم عداوت اور بغض قیامت

إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا

تک کے لیے ڈال دیا ہے یہ جب لڑائی کے لئے آگ جلاتے

لِلْحَرْبِ أَطْفَالَهَا اللَّهُ وَيَسْعُونَ فِي

ہیں خدا اس کو بچھا دیتا ہے اور یہ ملک میں فساد

الْأَرْضِ فساداً وَاللَّهُ لَا يَجِبُ لِمُفْسِدِينَ

کے لیے دوڑنے پھرتے ہیں اور خدا فساد کرنے والوں کو دوست نہیں

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ آمَنُوا وَاتَّقَوْا

رکھتا اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے اور پرہیزگاری کرتے

لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَا دَخَلْنَاهُمْ

تو ہم ان سے ان کے گناہ محو کر دیتے اور ان کو نعمت کے

جَنَّتِ النَّعِيمِ وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَةَ

باغوں میں داخل کرتے اور اگر وہ تورات اور انجیل کو اور جو

وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْهِمْ مِنْ

ان کے پروردگار کی طرف سے ان پر نازل ہوا اسے قائم رکھتے تو

مَّا يَنْزِلُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ

اوپر سے اور پاؤں کے

تَحْتَ أَرْجُلِهِمْ مِنْهُمْ أُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ

نیچے سے (رزق) کھاتے رہتے ان میں بعض لوگ میانہ رو بھی ہیں اور

وَلَثِيرٌ مِنْهُمْ سَاءَ مَا يَحْمِلُونَ

بہت سے ایسے ہیں جن کے اعمال بُرے ہیں

تشریح الفاظ | **يَدٌ** : ہاتھ۔ مجازی طور پر لفظ **يَدٌ** کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے: (۱) نعمت و احسان۔ (۲)

قوت و طاقت (۳) ملکیت و قبضہ۔ (۴) تاثیر و نصرت۔ **مَعْلُوقَةٌ** لفظی معنی گردن سے بندھا ہوا۔ مفہوم یہ ہے کہ روزی عطا کرنے سے روک لیا ہے۔ اللہ مال و دولت دینے میں بخل کرنے لگا ہے۔

غَلَّتْ أَيْدِيَهُمْ : انہیں کے ہاتھ نیکی کے کاموں سے روکے جائیں

انہیں کے ہاتھ باندھے جائیں۔ یہ کلمہ بطور بد دعا کے استعمال ہوا

ہے یعنی یہی لوگ سب سے زیادہ بخیل اور کینے ہیں جو بالکل خرچ

کرنا نہیں جانتے۔ **مَبْسُوطَتَانِ** : لفظی معنی کھلے ہتھنی اللہ

کشادہ دست ہے۔ اللہ بڑا سخی ہے دل کھول کر دینے والا ہے۔

بے حساب دیتا ہے، جس طرح کہ کوئی شخص دونوں ہاتھوں سے

دے اور ہاتھ کھلے کہہ کر بتایا یہ ہے کہ نہایت سخی ہے۔

يَنْفِقُ : لفظی معنی وہ خرچ کرتا ہے۔ **كَيْفَ يَشَاءُ** : جیسے چاہتا

ہے۔ مراد یہ ہے کہ جسے موزوں خیال کرتا ہے اسے بے حساب

دیتا ہے اور جسے موزوں نہیں سمجھتا اس کا رزق تنگ کر دیتا ہے۔
 كَيْزِيْدًا نَّ : لَ بِرَائِي قَسْمٌ + يَزِيْدًا - زيادہ کریگا
 نَّ ثَقِيْلًا بِرَائِي تَاكِيْدٌ يَعْني ضَرْوْرٌ ضَرْوْرٌ زِيَادَةٌ كَرِيْكَ طَغْيَانًا
 حد سے تجاوز کرنا۔ مَا اُنزِلَ اِلَيْكَ : قرآن مجید میں
 حالات یہود و نصاریٰ الْقَيِّنَا : ہم نے ڈال دی۔ بَيْنَهُمْ
 یہود و نصاریٰ کے درمیان، یا یہود کے مختلف فرقوں کے
 درمیان اَوْ قَدَّوْا : انہوں نے روشن کی لِلْحَرْبِ :
 (الْحَرْبِ) جنگ سے مراد ہے۔ بنی کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم کے مقابلے پر اڑائی۔ نَاسْرًا : آگ۔ بطور استعارہ
 نار کہا ہے، مراد ہے شر اور فساد، کیونکہ شر اور فساد
 بھی اسن عامہ کو آگ کی طرح جلا دیتا ہے۔ اَطْفَا هَا : بجھا
 دیا اس آگ کو كَفَّرْنَا : رَل + كَفَّرْنَا، لَ جَوَابٌ
 شَرْطٌ مَعِ كَفَّرْنَا لَفْظِي مَعْني چھپا دیتے ہیں یعنی معاف کر
 دیتے۔ اَقَامُوا : تورات و انجیل پر پوری طرح عمل پیرا
 ہوتے، اس میں تبدیلی قطعاً نہ کرتے، لَا كَلْبًا : تو وہ کھاتے
 مِنْ فَوْقِهِمْ اپنے اوپر یعنی آسمان سے۔ وَمِنْ تَحْتِ
 اَمْرًا جَلِيْهِمْ : اپنے پاؤں کے نیچے یعنی زمین سے مراد ہے
 کہ اللہ تعالیٰ ان کو آسمان زمین سے روزی دیتا
 ان کی روزی بڑی فراخ کر دیتا۔ ان کے بیٹے

لیے ہر طرف سے رزق کے دروازے کھول دیتا۔ مُقْتَصِدًا
 قَصْدًا سے باب افتعال ہے میانہ رو، اعتدال اور عدل و
 انصاف۔ پرفاٹم رہنے والی۔ افراط و تفریط سے بچنے والی۔
 سَاءٌ: بُرَا ہے۔ یَعْمَلُونَ میں پیغمبرؐ کی تکذیب، تخریف کتاب
 مقدس اور حرام خوری سب شامل ہیں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہود کے کفران
 مفہوم و مطلب | نعمت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ جب

ان یہودیوں کی بد اعمالیوں کے باعث ان کا رزق تنگ کر
 دیا گیا تو یہود کو احساس ہوا کہ اللہ میاں ناراض ہیں۔ وہ
 کہنے لگے کہ اللہ تو بخیل ہو گیا ہے، اب اس نے اپنا ہاتھ روک
 لیا ہے، نعمتوں کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ ہم خیر و برکت اور
 فضل و کرم سے محروم کر دیے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے
 اس الزام کا جواب دیتے فرمایا کہ ان کے اپنے ہاتھ شل ہو گئے
 ہیں۔ ان یہودیوں نے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چھوڑ دیا
 ہے۔ اللہ بخیل نہیں۔ خود یہودی بخیل ہیں۔ نیکی کے کاموں
 میں روپیہ صرف کرنا جانتے ہی نہیں۔ یہ ضرور ہے کہ وہ
 اپنی بد اعمالیوں کے باعث اللہ کی رحمت سے محروم کر دیے گئے
 ہیں۔ کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللہ تو بڑا سخی ہے۔ وہ اپنی رحمتیں
 اور نعمتیں کھلے ہاتھوں سے دیتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے۔

بے حساب رزق دیتا ہے۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ہم نے آپ پر قرآن مجید نازل کیا ہے اور اس میں یہود کے حالات بتائے ہیں، جن امور کو یہودی چھپاتے تھے۔ ان کی نشاندہی کی گئی ہے۔ ان کی کتابوں کے مندرجات، ان کے اسلاف کے حالات اور تاریخی حقائق سے آپ کو بذریعہ وحی آگاہ کیا ہے۔ آپ کی یہ آگاہی اور معلومات اس بات کی شہادت ہیں کہ آپ خدا کے پیغمبر ہیں۔ کیونکہ آپ تو اس زمانے میں موجود نہ تھے جب یہ واقعات ظہور پذیر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ماضی کے حالات سے آپ کو خبردار کر کے یہود کے لیے اتمام حجت کر دیا۔ اگر وہ اب بھی ایمان نہ لائیں تو یہ ان کی بدبختی ہے۔ لیکن انسانی نفسیات ہی کچھ اس طرح کی ہیں کہ ضد اور چڑ سے نفرت اور بغض و حسد اور بڑھ جاتا ہے۔ یہودیوں کا بھی یہی حال ہے آپ نے ماضی کے حالات اور ان کی کتابوں کی تخریف کے بارے میں بتایا تو اب یقیناً یقیناً اکثر یہودی کفر و انکار بغض و عداوت اور سرکشی و بغاوت میں اور بڑھ جائیں گے اسلام سے قریب ہونے کی بجائے اور دور ہوں گے۔ آپ پر ایمان لانے کی بجائے اور نفرت و عداوت سے کام لیں گے۔

پھر اللہ نے فرمایا کہ ہم نے ان کو یہ سزا دی کہ یہود و نصاریٰ کے درمیان بغض و عداوت پیدا کر دی۔ ان کی باہمی دشمنی قیامت تک قائم رہے گی۔ دنیا نے دیکھا ہے کہ چند برس پہلے جرمنی میں یہودیوں کو کس طرح قتل اور ملک بدر کیا گیا اب مسلمانوں بالخصوص عربوں کو ستانے کے لیے نصاریٰ ان بد بخت یہودیوں کی پیٹھ ٹھونک رہے ہیں ورنہ آپس میں بین الاقوامی اقتدار کی خاطر ایک دوسرے کو کھا جانے سے بھی دریغ نہ کریں۔ پھر یہ باہمی عداوت یہود کے مختلف فرقوں میں بھی موجود ہے۔

پھر فرمایا کہ جب بھی یہودیوں نے فتنہ و فساد کی آگ کو ہوا دی۔ اللہ رسول اور مومنوں کے خلاف مکاری اور چال بازی کی کوشش کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تمام کوششوں کو ناکام بنا دیا۔ ان کے ارادے خاک میں ملا دیے ان کی تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ یہودی جہاں کہیں جاتے ہیں شرارت اور فتنہ و فساد پھیلاتے ہیں۔ لیکن منہ کی کھاتے ہیں۔ یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فتنہ و فساد کو پسند نہیں کرتے۔ یہود کی یہ کوشش تھی کہ عرب جاہل ہی رہیں اور ایمان و اسلام کی دولت سے بہرہ مند نہ ہونے پائیں۔ اللہ یہ چاہتا تھا۔ کہ ایمان لا کر علم و عرفان کی دولت سے مالا مال ہو جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ عرب توحید کے علم بردار بن گئے اور

انہوں نے دنیا میں اسلامی علوم و معارف کو عام کر دیا۔ یہودیوں کی شرارت کو اللہ تعالیٰ نے دبا دیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں اور گناہوں کو ترک کر دیں، اللہ کی مقررہ حدود سے تجاوز نہ کریں، تو اللہ ان کے گناہ معاف فرمادے گا۔ ان کی خطاؤں سے درگزر کرے گا۔ اسلام قبول کر لینے سے تمام گزشتہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ یہی نہیں، بلکہ آخرت میں اللہ ایسے باغات میں گھر بنا دے گا جہاں بے شمار نعمتیں میسر ہوں گی۔

اگر یہودی اور عیسائی اپنی کتابوں یعنی تورات اور انجیل پر عمل کرتے۔ ان میں تحریف و تبدیلی نہ کرتے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں شہادتوں اور پیشگوئیوں کو نہ چھپاتے اور قرآن پر بھی عمل پیرا ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کی روزی میں برکت ڈال دیتا، زمین و آسمان کی نعمتوں سے ان کو مالا مال کر دیتا، بروقت بارش ہوتی۔ ہر قسم کا پھل، سبزی اور غلہ بکثرت پیدا ہوتا۔ انہیں کسی چیز کی احتیاج نہ رہتی۔ مگر یہود نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ تورات کے احکام کو چھپایا۔ حرام کھانے لگے۔ بشارت محمدی کو ظاہر نہ کیا۔ قرآن مجید پر ایمان نہ لائے۔ نبوت محمدی کا اقرار نہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے

ان کی بد اعمالیوں کی وجہ سے ان کی روزی تنگ کر دی۔ وقت پر بارش نہ ہوئی۔ غلہ اور پھلوں کی پیداوار کم ہو گئی۔ پھر فرمایا ان کے علاوہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو اعتدال و انصاف کا دامن نہیں چھوڑتے جیسے عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی چھوٹا سا گروہ ایمان لے آیا۔ لیکن یہود و نصاریٰ کی اکثریت بد اعمالیوں میں گرفتار ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ کی تکذیب کرتے ہیں۔ تورات اور انجیل میں تخریف کرتے ہیں۔ احکام الہی کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ حرام کھاتے ہیں۔

ان آیات کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ دین اور کتاب کے احکام پر عمل کرنا شریعت کا مقصد ہے اور اسی میں ہدایت ہے۔ احکام الہی سے روگردانی ہدایت اور سیدھی راہ سے دو لے جاتی ہے۔

آیت نمبر ۶۷-۶۹: يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ بَلِّغْ مَا

اے پیغمبر! جو ارشادات خدا کی طرف سے تم پر

أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ

نازل ہوئے ہیں سب لوگوں پہنچا دو اور اگر تم نے

تَفَعَّلُ فَمَا بَلَغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ

ایسا نہ کیا تو (گویا) تم نے تبلیغ رسالت نہ کی (یعنی پیغمبری کا فرض ادا نہ کیا)

يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي

اور خدا تم کو لوگوں (یعنی دشمنوں کی شرارت) سے محفوظ رکھے گا اور خدا

الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ۚ قُلْ يَا هَلْ لِكِتَابِ

منکر لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ (اے پیغمبر) کہو کہ اے اہل کتاب!

لَسْتُمْ عَلَى شَيْءٍ حَتَّى تُقِيمُوا التَّوْرَةَ

تم راہ راست پر قطعاً نہیں آسکتے یہاں تک تم تورات اور انجیل کو اور

وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ

جو اور کچھ تمہارے پروردگار کی طرف سے تم لوگوں پر نازل ہوا اس کو

رَبِّكُمْ وَلْيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ مَا

قائم رکھو اور (یہ قرآن) جو تمہارے پروردگار کی طرف

أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طَعْيَانًا وَكُفْرًا

سے تم پر نازل ہوا ہے اس سے ان میں سے اکثر کی سہکشی اور کفر

فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝^{۶۸} إِنَّ

اور بڑھے گا تو تم قوم کفار پر افسوس نہ کرو جو لوگ

الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِقِينَ

مسلمان ہیں یا یہودی یا صابی

وَالنَّصَارَىٰ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

یا عیسائی جو کوئی خدا پر اور روز آخرت پر ایمان

الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ

لایا اور نیک عمل کئے تو (قیامت کے دن) ایسوں کو نہ کچھ خوف

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝^{۶۹}

ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے

بَلِّغْ: رِبِّلِّغْ يَبْلِغُ تَبْلِيغًا سے فعل امر
تشریح الفاظ: اِنْبِغَاوَةٌ - وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ: لفظی معنی

ہیں اگر تو نہ کرے۔ تو نہ پہنچائے مراد ہے اگر تو وحی الہی میں
سے کچھ چھپالے۔ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ: تو تم نے حق
رسالت ادا نہ کیا۔ يَعْصِمُكَ: بچائے گا تمہیں۔ لَسْتُمْ

عَلٰی شَيْءٍ! تم قطعاً دین حق پر نہیں ہو سکتے۔ تم بالکل اہ راستہ
 پر آ سکتے تَقِيْمُوْا: راقم یَقِيْمُ سے، لفظی معنی تم قائم
 رکھو۔ مراد ہے تم تورات اور انجیل کے احکام پر عمل کرو۔ ان
 کتابوں کو تخریف اور تبدیلی سے بچاؤ۔ وَمَا اَنْزَلْنَا لَكُمْ
 مِنْ سُرَّتِكُمْ: لفظی معنی اور جو کچھ تمہارے پروردگار کی طرف
 سے تم لوگوں پر نازل کیا گیا۔ اس سے مراد قرآن مجید ہے
 جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہود و نصاریٰ اور
 دوسرے لوگوں کی ہدایت کے لیے نازل کیا گیا تھا۔ یہ اس لیے
 کہ قرآن کے بغیر تورات و انجیل پر عمل ممکن نہیں۔ بعض مفسرین
 کا خیال ہے کہ اس سے مراد غیر کتابی انبیاء بنی اسرائیل کی تعلیم
 اور وحی ہے۔ فَلَا تَأْسَ: پس تو غم نہ کھا (اِیْسٰی یَا اِیْسٰی
 اِیْسٰی)۔ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: مؤمن مسلمان جو اللہ اور حضرت
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہیں۔ هَادُوْا: یہودی
 ہوئے۔ الصّٰبِغُوْنَ: صابنی یعنی وہ لوگ جو ستاروں اور
 فرشتوں کی پرستش کرتے ہیں۔ یَحْزَنُوْنَ: غم کھائیں گے
 غمگین ہوں گے۔

اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 مشفق و مرطوب کو مخاطب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے
 فرمایا کہ اے رسول! آپ کے رب کی طرف سے جو کچھ آپ کے

پاس بذریعہ وحی بھیجا جاتا ہے، آپ اسے بلا کم و کاست لوگوں تک پہنچا دیں۔ تبلیغ و اشاعت کی راہ میں کسی قسم کی مشکلات سے نہ گھبرائیں۔ کسی شخص کا خوف نہ کھائیں۔ کسی سے نہ ڈریں بالکل نڈر ہو کر احکام الہی کو لوگوں تک پہنچائیں۔ اگر آپ نے کسی وحی کو چھپا رکھا اور عوام تک نہ پہنچایا تو پھر یاد رکھیے کہ آپ اپنے فرائض منصبی سے عہدہ برا نہیں ہوئے تبلیغ رسالت کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کا ذمہ اٹھایا ہے وہ آپ کو لوگوں سے بچائیگا۔ کوئی شخص آپ کو گزند نہیں پہنچا سکتا۔ اللہ آپ کا رکھوالا اور حامی و ناصر ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ یہ کافر ایمان کیوں نہیں لاتے۔ آپ اس بارے میں فکرمند نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بد اعمالیوں کے باعث ان سے توفیق ہدایت چھین لی ہے۔ اس لیے یہ کافر لوگ ہدایت نہیں پاسکتے

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام رسالت وحی الہی اور احکام شریعت پوری طرح بلا کم و کاست لوگوں تک پہنچا دیے تھے۔ البتہ آپ کے ذریعہ علمائے امت کو سکھایا گیا کہ وہ تبلیغ دین میں کسی بات کو نہ چھپائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی الہی کو لوگوں تک پورا پورا پہنچا دیا

اگر کوئی یہ کہے کہ آپ نے کچھ چھپایا ہے تو وہ جھوٹ کہتا ہے۔

پھر فرمایا کہ اے نبی! ان اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ سے کہدیں کہ اگر وہ صحیح دین پر رہنا چاہتے ہیں تو تورات انجیل اور قرآن کے پیش کردہ عقائد کو تسلیم کریں۔ ان کتابوں کے احکام پر عمل پیرا ہوں۔ ورنہ یہ یہود و نصاریٰ قطعاً راہِ راست پر نہیں آسکتے۔ ہم نے آپ کو قرآن مجید کے ذریعہ یہودیوں کی کمر تو توں سے آگاہ تو کر دیا ہے لیکن یہ بات یہود کو بڑی ناگوار معلوم ہوئی ہے۔ وہ اور چڑگئے ہیں۔ ان کا جذبہ کفر اور تیز ہو گیا ہے۔ نافرمانی اور سرکشی میں وہ اور بڑھ گئے ہیں ان کا رویہ واقعی قابل افسوس ہے لیکن کیا کیا جائے کہ ان کے دلوں میں ہدایت کے لیے کوئی تڑپ ہی موجود نہیں ہے۔ وہ خود گمراہی کو پسند کرتے ہیں۔ اس لیے ان لوگوں پر آپ نہ افسوس کریں اور نہ غمگین ہوں۔ کیونکہ آپ کا فرض پہنچا دینا تھا سو آپ نے پیغامِ حق ان لوگوں تک پہنچا دیا۔ روایت ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھنے لگی کہ کیا آپ تورات کو برحق تسلیم نہیں کرتے؟ جب آپ نے فرمایا کہ میں برحق مانتا ہوں۔ تو یہودی بونے کہ ہم صرف تورات کو مانتے ہیں اور اس کے علاوہ کسی چیز

پر ایمان نہیں رکھتے چنانچہ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی کہ
 صحیح دین یہی ہے کہ تورات و انجیل کے احکام کو بلا کم و کاست
 تسلیم کیا جائے اور قرآن پر بھی ایمان لایا جائے۔ اگر یہ یہودی
 قرآن مجید پر ایمان نہ لائیں گے تو حق و صداقت سے قطعاً محروم
 رہ جائیں گے۔

پھر آیت نمبر ۶۹ میں اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ اور
 کواکب پرست صابٹوں کو دعوت دی کہ وہ نجات کے لیے
 تجدید ایمان کریں۔ کیونکہ اخروی نجات کا دار و مدار ایمان اور عمل
 صالح پر ہے۔ ایمان کا مفہوم یہ ہے کہ (۱) اللہ (۲) اس کے
 فرشتوں (۳) اس کی نازل کی ہوئی کتابوں مثلاً تورات، انجیل
 اور قرآن (۴) اس کے پیغمبروں (حضرت آدم سے لے کر حضرت
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک) اور (۵) یوم آخرت پر ایمان لایا جائے
 ایمان کے بغیر عمل صالح کا تصور اور قبولیت مشکوک ہے جب
 تک اللہ کی توحید کا اقرار نہ کیا جائے، فرشتوں کا وجود تسلیم
 نہ کیا جائے، سب الہامی کتابوں کی تصدیق نہ کی جائے، تمام
 پیغمبروں کو برحق نہ مانا جائے اور یوم آخرت پر ایمان نہ رکھا
 جائے کوئی کام بھی عمل صالح میں شمار نہیں ہو سکتا۔ ایمان کے
 بغیر اعمال کا ثواب حاصل ہونا ممکن نہیں ہے ان شرائط کی رو
 سے تکمیل ایمان کے لیے ضروری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کو اسی طرح برحق بنی تسلیم کیا جائے جس طرح حضرت
 موسیٰ اور حضرت عیسیٰ خدا کے پیغمبر اور بندے تھے۔ تکمیل ایمان
 کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ قرآن مجید کو اسی طرح کتاب اللہ
 تسلیم کیا جائے جس طرح یہودی تورات کو اور عیسائی انجیل
 کو خدا کا کلام مانتے ہیں۔ ہر پیغمبر کے ماننے والوں کے لیے ضروری
 ہے کہ وہ پورے سلسلے پر ایمان لا کر عمل صالح کی اقدار سیکھے
 اور آخرت میں غم اور خوف سے محفوظ ہو جائے۔

اس آیت کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ مسلمان جو ایمان کے
 جملہ عناصر ترکیبی پر یقین رکھتے ہیں اور عمل صالح کرتے ہیں
 ان کو نجات اخروی کا مستحق ٹھہرایا جائے گا۔ اسی طرح جو یہودی
 حضرت موسیٰ کے عہد شریعت میں ایمان کے کل اجزاء پر ایمان
 رکھتے تھے اور نیک اعمال کرتے تھے وہ بھی نجات حاصل
 کریں گے یہی حال نصاریٰ کا ہے کہ جن عیسائیوں نے نبوت
 محمدی سے پہلے شریعت عیسوی پر ایمان لا کر تمام شرائط ایمان
 کو مان لیا تھا اور عمل صالح کرتے رہے تھے وہ بھی نجات
 پائیں گے۔ اسی طرح صابثوں ریا کو اکب پرست لوگ، اب سچے
 دل سے توبہ کر کے ایماندار بن جائیں اور ایمانیات کے پورے
 سلسلے کو تسلیم کر لیں۔ یعنی دوسرے پیغمبروں کے ساتھ نبوت محمدی
 کا اقرار و تصدیق بھی کریں اور تورات و انجیل کے ساتھ

قرآن مجید کو بھی برحق تسلیم کر لیں پھر عمل نیک ہوں۔ تو نجات
کی امید ہو سکتی ہے۔

آیت نمبر ۴۵: لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي

ہم نے بنی اسرائیل سے عہد بھی لیا

إِسْرَائِيلَ وَأَرْسَلْنَا إِلَيْهِم مَّرْسَلًا كَلَّمَا

اور ان کی طرف پیغمبر بھی بھیجے (لیکن) جب

جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْ سِوَاكَ قَالُوا إِنَّا نَسُوا

کوئی پیغمبر ان کے پاس ایسی باتیں لے کر آیا جن کو ان کے دل

فَرِيقًا كَذَّبُوا وَفَرِيقًا يَقْتُلُونَ ﴿۴۵﴾

نہیں چاہتے تھے تو وہ ایک جماعت راہبوں کو جھٹلاتے رہے اور ایک جماعت

حَسِبُوا إِلَّا تَكُونُ فِتْنَةً فَعَمُوا وَصَمُوا

کو قتل کرتے رہے اور خیال کرتے رہے کہ کوئی آفت نہیں آنے کی تو وہ اندھے اور بہرے

كَثِيرٍ مِنْهُمْ وَاللَّهُ بِصِيرٍ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿٢٤﴾

ہو گئے۔ اور خدا ان کے سب کاموں کو دیکھ رہا ہے

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ

وہ لوگ بے شک کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ مریم کے بیٹے

الْمَسِيحِ ابْنِ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيحُ

(عیسیٰ) مسیح ہی خدا ہیں حالانکہ مسیح

يَسْتَبِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ مَرِئِي وَ

یہود سے یہ کہا کرتے تھے کہ اے بنی اسرائیل خدا ہی کی عبادت

مَرَبِّكُمْ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ

کیا کرو جو میرا بھی اور تمہارا بھی بددگار ہے یہ یقینی بات ہے

حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَا فِيهَا

کہ جو شخص خدا کے ساتھ شریک کرے گا خدا اس پر بہشت حرام کر دیگا

النَّاسِ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنَ النَّصَارَةِ

اس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَلَاثَةٌ

وہ لوگ بھی بلاشبہ کافر ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ

ثَلَاثَةٌ وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا إِلَهٌ وَاحِدٌ

خدا تین ہیں کا تیسرا ہے۔ حالانکہ اس معبود یکتا کے سوا کوئی عبادت

وَإِنْ لَمْ يَنْتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ

کے لائق نہیں اگر یہ لوگ ایسے اقوال (و عقائد) سے باز نہیں ہوں گے

الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

تو ان میں جو کافر ہوئے ہیں وہ تکلیف دینے والا عذاب پائیں گے

أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لَهُ

تو یہ کیوں خدا کے آگے توبہ نہیں کرتے اور اس سے گناہوں کی معافی نہیں

وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ مَا الْمَسِيحُ

مانگتے اور خدا تو بخشنے والا مہربان ہے مسیح ابن مریم تو صرف

ابن مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ

(خدا کے) پیغمبر تھے۔ ان سے پہلے بھی بہت سے رسول

مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلِ وَأُمَّهُ صِدِّيقَةٌ

گزر چکے تھے۔ اور ان کی والدہ (مریم خدا کی) ولی اور سچی فرماں بردار تھیں

كَانَا يَأْكُلِنَ الطَّعَامَ أَنْظَرَ كَيْفَ

دونوں (انسان تھے اور) کھانا کھاتے تھے دیکھو ہم ان لوگوں کے لیے اپنی

نَبِينَ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ أَنْظَرُوا

آیتیں کس طرح کھول کھول کر بیان کرتے ہیں پھر یہ دیکھو

أَنِّي يُؤْفَكُونَ ۝

کہ یہ کیونکر الٹے جا رہے ہیں

لَا تَهْوَى: نہیں چاہتے تھے۔ أَلَا تَكُونُونَ

تشریح الفاظ | فِتْنَةٌ: عذاب اور بلا نازل نہیں ہوگی۔

کیونکہ وہ اپنے آپ کو خدا کے دوست اور بیٹے کہتے تھے

عَمَّوًا: وہ اندھے ہو گئے رَعِيٌّ يَعْمَلُ (سے) یعنی ہدایت

سے آنکھیں بند کر لیں۔ صَدُّوًا: بہرے ہو گئے یعنی کان

بند کر لیے کہ حق نہ سن سکیں۔ بَصِيرٌ: دیکھنے والا، جانتے

والا اور اطلاع رکھنے والا۔ يَعْمَلُونَ: آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کا جو رویہ ہے خدا اس سے

آگاہ ہے مَا وَاوَىٰ: ٹھکانا، جائے پناہ (اَوَىٰ بِأَرْوَىٰ سے
اسم مکان)۔ اَنْصَارًا: واحد نَاصِرِ اسم فاعل نَصَرَ يَنْصُرُ
مددگار، اعوان۔ ثَالِثٌ: تیسرا، ثَلَاثَةٌ: تین (یعنی تین
خداؤں میں سے ایک اللہ ہے، ان کے نزدیک باقی دو
حضرت عیسیٰؑ اور ان کی والدہ ماجدہ، یا بقول بعض تین
یہ ہیں باپ، بیٹا اور روح القدس عقیدہ تثلیث کی طرف
اشارہ ہے) كَمْ يَنْتَهُوْا: باز نہ آئے نہی یَنْتَهَىٰ سے
اِنْتَهَىٰ يَنْتَهَىٰ اِنْتِهَاءً باب اِفتعال سے بمعنی رکنا، باز
رہنا۔ كَيْمَسِّنَ: رَل + يَمَسُّ + نَ) ل جواب شرط
مَسَّ يَمَسُّ بمعنی چھونا، مس کرنا، پہنچنا اَفْلَا: کیا نہیں
رزجو تو بیخ کے لیے آیا ہے) يَتَوَبُّونَ: تَابَ يَتَوَبُّوْنَ
اَلَىٰ بمعنی توبہ کرنا۔ خَلَّتْ: گزر گئے فعل ماضی واحد مَوْثِقٌ
خَلَا يَخْلُوْا سے صِدْقَةٌ: سچی، سچ بولنے والی۔ اَلَىٰ
کیسے، کس طرح۔ يُوَفُّوْنَ حَقَّ وِصْدَاقَتِہُمْ سے پھرے جاتے
ہیں، بہکائے جاتے ہیں۔ اَفْكَ يَأْفِكُ پھیرنا، ہٹا دینا،
بہکانا سے مجہول

پہلے بھی ذکر کیا گیا کہ بنی اسرائیل سے

مقرہوم و مطلب | عہد لیا گیا تھا اور ان میں نقیب و سردا
مقرر کیے گئے تھے۔ اب یہاں پھر ان کے میثاق اور

عہد و پیمان کا ذکر فرما کر ان کی سرکشی اور غلو کی نشاندہی کی ہے کہ کس طرح توحید کو نظر انداز کر کے ماہِ حق سے بھٹک گئے اور تثلیث کے گمراہ کن عقیدہ میں جا پھنسے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے تورات میں بنی اسرائیل سے پکا وعدہ لیا تھا کہ وہ خدا کی توحید پر قائم رہیں گے اس کے احکام پر عمل کریں گے اچھے اخلاق اور بلند کردار کو ہمیشہ اپنائیں گے اور جب ان کے پاس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پہنچے گی تو وہ آپ کی تصدیق کر کے ایمان لائیں گے۔ پھر ہم نے اس عہد و پیمان کی یاد دہانی اور استحکام کے لیے ان کے پاس پیغمبر بھیجے۔ تو انہوں نے عہد شکنی کی۔ خدا کے پیغمبروں نے انہیں حق کی طرف بلایا۔ بُرائیوں سے روکا لیکن یہ بات ان کے مزاج کے خلاف تھی۔ ان کے معاشرے میں بگاڑ پیدا ہو چکا تھا۔ وہ آلودہ فساد تھے۔ وہ رسولوں کی مخالفت پر تیل گئے۔ کیونکہ رسولوں کا تبلیغ ان یہودیوں کے دل کی آواز کے مطابق نہ تھی۔ ان کے دل گمراہی کی طرف مائل تھے۔ اس لیے اعراض و عصیان کی وجہ سے کچھ پیغمبروں کی تکذیب کی اور کہہ دیا۔ کہ یہ جھوٹے ہیں جیسے حضرت عیسیٰ اور کچھ پیغمبروں کو قتل کر دیا جیسے حضرت یحییٰ اور زکریا کو۔ ان سب بد اعمالیوں

کے باوجود ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہو چکا تھا کہ وہ اللہ کے پیارے اور بیٹے ہیں، لہذا رسولوں کی تکذیب اور قتل کے جرم میں اللہ ان سے مواخذہ نہیں کرے گا۔ اس زعم باطل نے انہیں اور گمراہ کر دیا۔ اب انہوں نے رشد و ہدایت اور حق و صداقت سے آنکھیں بالکل بند کر لیں گویا کہ وہ اندھے ہیں اور انہیں کچھ نظر نہیں آتا۔ اسی طرح انہوں نے دلائل نبوت، احکام الہی، آواز حق سننے سے بالکل انکار کر دیا گویا کہ ان کے کان بالکل بند ہو چکے ہیں۔ اور نیکی اور سچائی کی کوئی آواز ان کے کانوں میں راہ نہیں پاسکتی۔ خدا کے خلاف سرکشی اور بغاوت کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بخت نصر کو ان پر مسلط کر دیا۔ اہل بابل نے ان کے شہروں اور گھروں میں گھس کر انہیں لوٹا، قتل و غارتگری کی، ان کے بال بچوں اور عورتوں کو قیدی بنا لیا۔ حملہ آوروں نے مسجد اقصیٰ کو جلا دیا اور شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اس حادثہ عظیمہ کے بعد بنی اسرائیل کے ہوش و حواس ٹھکانے آئے۔ انہوں نے خدا کے حضور میں توبہ کی۔ گناہوں کی معافی مانگی اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرما دیا۔ لیکن یہ بدکردار لوگ پھر حق و صداقت سے اندھے اور بہرے ہو گئے۔ چنانچہ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر اہل فارس اور رومیوں کو مسلط کر دیا۔ اب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خلیل اللہ کی دعا اور تورات و انجیل کے

بشارت کے مطابق تشریف لائے ہیں لیکن ان کا رویہ بڑا افسوسناک
ہے۔ اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے۔ اور جانتا ہے کہ یہ لوگ آنحضرتؐ
سے کیا سلوک کر رہے ہیں۔

ان لوگوں کی سرکشی یہیں ختم نہیں ہوتی۔ انہوں نے ظلم یہ
کرایا کہ منہ سے ایسی باتیں کہیں جن سے کفر لازم آتا ہے۔ یعنی
عیسائی کہنے لگے کہ مسیح ابن مریم ہی خدا ہے۔ حالانکہ حضرت مسیحؑ
نے اپنے عہد رسالت میں بنی اسرائیل کو یہ تلقین کی تھی کہ میرا
اور تمہارا رب اللہ ہے۔ اسی نے ہم سب کو پیدا کیا پھر ہماری
ہر ضرورت کا خیال رکھا، ہماری جسمانی اور روحانی تربیت اور پرورش
کی۔ ہمیں ہر قسم کی ضروریات زندگی سے بہرہ مند کیا۔ ہمارا اولیٰں
فرض یہ ہے کہ ہم ایسے مہربان خدا کی عبادت کریں۔ میں اول
تم اس کے بندے ہیں۔ بندے کا کام بندگی کرنا ہے۔ ہم عابد ہیں
خدا معبود ہے۔ وہ خالق ہے ہم مخلوق جو شخص اللہ کے ساتھ
شریک ٹھیراتا ہے اللہ نے اس کے لیے جنت حرام کر دی ہے۔
شرک کا مفہوم بڑا واضح ہے۔ خدا کی صفات میں کسی کو شریک ٹھیرانا
شرک ہے۔ خدا کا بیٹا قرار دینا شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی
اور شے کو حاجت روا، نفع رساں یا نقصان رساں قرار دینا شرک
ہے۔

صحت، زندگی، اولاد، دولت

غرضکہ ہر چیز کا دینے والا خدا ہے۔ کسی انسان، فرشتے، جن، پتھر، شجر سورج، چاند، ستارے، دریا، پہاڑ سے کسی فائدے کی توقع رکھنا یا نقصان کا ڈر محسوس کرنا شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام گناہوں پر خط تیسخ کھینچ دیتا ہے۔ شرک ناقابل معافی گناہ ہے۔ شرک سے تمام اعمال صالحہ کی قدر و قیمت ضائع ہو جاتی ہے۔ کوئی عمل قبولیت نہ پاتا۔ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ شرک کرنے سے انسان ظالم ٹھہرتا ہے اور ایسے ظالموں کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ مشرک کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ کس میں ہمت ہے کہ دوزخی کی مدد کرے اور اسے آگ سے بچا سکے۔

عیسائیوں کا ایک اور گروہ ہے جس کے عقائد کا فرانہ ہیں یہ لوگ بھی چھوٹا منہ اور بڑی بات کے مصداق ہیں۔ ان لوگوں نے تین خدا ٹھہرا کر کفر مول لیا۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ خدا تین ہیں (۱) اللہ (باپ) (۲) مسیح (بیٹا) (۳) روح القدس یا حضرت مریم۔ قرآن مجید نے عیسائیوں کے اس باطل عقیدے کی تردید کرتے ہوئے اعلان کیا کہ خدا ایک ہی ہے، توحید اور وحدانیت کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اکیلا ہے۔ بے نیاز ہے۔ اسے کوئی احتیاج اور حاجت نہیں۔ وہ نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا۔ نہ اس کی بیوی اور جوڑو ہے۔ کوئی اس کا ہمسر نہیں کہ اس کی برابری کا دعویٰ کر سکے۔ اگر یہ عیسائی اپنے عقیدہ تثلیث سے

باز نہ آئے تو اس باطل عقیدے پر اصرار کرنے والوں کے لیے
 دردناک عذاب ہے، کیا یہ لوگ عقیدہ تثلیث سے توبہ نہیں
 کریں گے۔ ان کے لیے بہتر یہی ہے کہ یہ عقاید فاسدہ کو چھوڑ
 دیں۔ اللہ کے حضور میں توبہ کریں۔ گناہوں کی معافی مانگیں۔
 توحید کا اقرار کریں۔ اللہ کو باپ بیٹے کے تصورات سے پاک
 مانیں۔ وہ اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ وہ ان لوگوں کے گناہوں
 کو معاف کر دے گا۔ ان کو اپنے فضل و کرم سے نوازے گا اور اپنے
 دامنِ عفو میں جگہ دے گا

پھر فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ بھی عام پیغمبروں کی طرح ایک پیغمبر
 ہیں۔ خدا کے بندے اور مخلوق ہیں، دوسروں کی مانند ان کا والدہ
 بھی ہیں۔ ان کا نام حضرت مریمؑ ہے۔ پھر اس پر غور کرو کہ
 حضرت مسیح اور ان کی ماں بنی نوع انسان کے دو معزز فرد ہیں۔
 یہ دونوں بھی اسی طرح کے انسان ہیں جس طرح کے انسان پہلے
 پیغمبر ہو گزرے ہیں۔ نوع کے اعتبار سے سب برابر اور
 ایک جیسے ہیں۔ پھر اس بات پر بھی غور کرو۔ کہ ولادت مسیح
 کے ضمن میں حضرت مریمؑ پر یہود نے کیا کیا بہتان تراشے لیکن
 خدا گواہ ہے کہ مسیح کی والدہ اپنے بیان میں سچی تھیں۔ انہوں
 نے اپنی بریت کا اعلان کرتے ہوئے حق بات کہی۔ کیا عیسائیوں
 نے یہ نہیں دیکھا کہ حضرت مسیح اور ان کی والدہ دونوں زندگی

کو قائم رکھنے کے لیے اوروں کی طرح کھاتے پیتے بھی تھے۔ ان کو بھوک پیاس بے چین کر دیتی تھی۔ کھانے پینے کا لازمی نتیجہ ہے کہ انسان کو رفع حاجت کی ضرورت محسوس ہو۔ دنیا کی یہ تمام آلائش خدائی اور الوہیت کے مانع ہیں۔ بشر خدا نہیں بن سکتا۔ آدم کی اولاد ہو کر الوہیت کا دعویٰ ناممکن ہو جاتا ہے۔ اب یہ عقیدہ تثلیث کھلی گمراہی نہیں تو اور کیا ہے۔ اے ہمارے بنی! آپ دیکھیں تو ہم کس طرح وضاحت کے ساتھ اپنے دلائل (آیات بمعنی دلائل و براہین توحید) اور براہین پیش کرتے ہیں تاکہ ان لوگوں کو توحید الہی کی حقیقت معلوم ہو جائے۔ مگر ان کی بد قسمتی دیکھو کہ یہ کہاں بھٹکے پھر رہے ہیں۔ تکبر و غرور کے نشے میں حق سے اعراض کرتے ہیں۔ سچی بات سنتے نہیں۔ دشمنی اور عناد نے انہیں راہ راست سے دور ہٹا دیا ہے۔ اب یہ لوگ حقائق تک پہنچنے سے قطعاً قاصر ہیں

آیت نمبر ۷۶-۸۱: قُلِ الْعِبَادُ اَنْ مِنْ دُوْرِ اللّٰهِ

کہو کہ تم خدا کے سوا ایسی چیز کی

مَا لَكُمْ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَاللَّهُ

کیوں پرستش کرتے ہو جس کو تمہارے نفع اور نقصان کا کچھ بھی

هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ قُلْ يَا أَهْلَ

اختیار نہیں اور خدا ہی سب کچھ سنتا جانتا ہے کہو کہ اے اہل کتاب

الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ

اپنے دین (کی کتاب) میں ناحق کا مبالغہ نہ کرو اور اپنے لوگوں کی

غَيْرِ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ

خواہشوں کے پیچھے نہ چلو جو (خود بھی) پہلے سے گمراہ ہیں اور

قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلٍ وَأَضَلُّوا

اور بہتوں کو گمراہ کر چکے ہیں

كَثِيرًا وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ

اور سیدھے رستے سے کجروی کئے ہوئے ہیں

لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ

جو لوگ بنی اسرائیل میں کافر ہوئے ان پر داؤد

عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ

اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی

ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ

اور اس لئے کہ نافرمانی کرتے اور حد سے تجاوز کئے جاتے تھے

كَانُوا إِلَّا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ

جو برے کام کرتے تھے اس سے ایک دوسرے کو منع نہیں کرتے تھے

لَيْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ تَرَى

اور جو وہ کرتے تھے بہت بُرے کام تھے تم ان میں سے

كثِيرًا مِنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا

بہتوں کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی رکھتے ہیں انہوں نے

لَيْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ أَنْفُسَهُمْ

جو کچھ اپنے واسطے آگے بھیجا ہے برا ہے کہ خدا

أَنْ سَخِطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ

ان پر غصے ہوا اور وہ ہمیشہ عذاب میں

هُمُ خِلْدُونَ ۝ وَكَانُوا يُؤْمِنُونَ

رہنڈا رہیں گے۔ اور اگر وہ خدا پر اور پیغمبر پر اور

بِاللَّهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مَا

جو کتاب اس پر نازل ہوئی تھی اس پر یقین رکھتے تو ان کو

اتَّخَذُوا لَهُمْ أَوْلِيَاءَ وَلَكِنَّ كَثِيرًا

دوست نہ بناتے لیکن ان میں

مِنْهُمْ فَسِقُونَ ۝

اکثر بدکردار ہیں

مِنْ دُونِ اللَّهِ : اللہ کے سوا۔ اللہ کے علاوہ
 تشریح الفاظ : أَضْرًا : نقصان۔ لَا تَغْلُوا : غلو نہ کرو۔ مبالغہ
 نہ کرو۔ إِفْرَاطًا نہ کرو۔ حد سے تجاوز نہ کرو۔ غَيْرَ الْحَقِّ : ناحق
 حق کی مخالفت کر کے۔ أَهْوَاءَ : واحد هَوَى، خواہشات ضلُّوا
 گمراہ ہوئے۔ مِنْ قَبْلُ : نبوت محمدی سے پہلے۔ أَضَلُّوا : گمراہ
 کیا۔ وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ : بعثت محمدی کے بعد اسلام
 کے راہ راست سے بھٹک گئے۔ لَعْنٍ : اللہ کے لطف و کرم اور
 عنایت و رحمت سے محروم کیے گئے۔ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ : یعنی

زبور میں۔ وَعِيسَىٰ بْنِ مَرْيَمَ: یعنی انجیل میں۔ عَصَا: (عصی سے) نافرمانی کی۔ حکم عدویٰ کی۔ کَانُوا يَعْتَدُونَ: حد سے تجاوز کرتے تھے رَاعْتِدًا اذباب افتعال ہے، لَا يَتَنَاهَوْنَ ایک دوسرے کو منع نہیں کرتے تھے۔ عَنِ مُنْكَرٍ: گناہوں اور برائیوں سے يَتَوَكَّوْنَ: دوستی رکھتے ہیں۔ دم بھرتے ہیں۔ سَخَطًا: ناراض ہوا۔ غصے ہوا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبر خدا
 مفہوم و مطلب | حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ ان عیسائیوں اور دوسرے مشرکوں سے کہہ دیں کہ عبادت اور الوہیت کے لائق اللہ واحد ہے۔ اللہ ہی نفع و نقصان کا مالک ہے۔ اس کے سوا اور کوئی عبادت اور خدائی کا سزاوار نہیں۔ اگر اللہ کو چھوڑ کر حضرت عیسیٰؑ یا ان کی والدہ حضرت مریم کو معبود اور الٰہ قرار دو تو پہلے اتنی بات ضرور سوچ لو کہ یہ انسان خدا کیسے بن سکتے ہیں۔ دوسروں کو فائدہ یا نقصان پہنچانا تو درکنار، خود اپنے نفع نقصان کے بھی مالک نہیں ہیں۔ یہ تو خود اللہ واحد کے محتاج ہیں۔ پھر ان کو یہ اختیار کیسے حاصل ہو سکتا ہے کہ کسی کو فائدہ یا نقصان پہنچا سکیں پھر فرمایا کہ اے بنی اسرائیل! کتاب یعنی یہود و نصاریٰ

سے کہہ دو کہ عبادات اور عقائد میں مبالغہ نہ کریں۔ اول تو یہ لوگ عقائد کے بارے میں حد سے تجاوز کر جاتے ہیں یہ انداز قطعاً غیر مناسب ہے۔ اس سے حق کی مخالفت ہوتی ہے۔ یہود نے حضرت عیسیٰؑ کی رسالت سے بھی انکار کر دیا ان کی والدہ پر الزام لگائے۔ عیسائیوں نے انہیں رسولِ خدا تسلیم کرنے کی بجائے خدا کا بیٹا بنا کر الوہیت تک پہنچا دیا۔ اے پیغمبر! آپ ان لوگوں کی خواہشات کی پروا نہ کریں۔ آپ کی بعثت سے پہلے ان کے آبا و اجداد خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا اب ان کے لیے موقع تھا کہ آپ کی نبوت کو تسلیم کر کے اسلام میں داخل ہو جائیں اور اسلام ایسے صحیح دین اور سیدھی راہ پر چل کر عاقبت سنوار لیں۔ لیکن آپ کے مبعوث ہو جانے کے بعد بھی یہ لوگ گمراہی اور ضلالت سے نہ نکل سکے۔ اس سے بڑھ کر ان کی بد بختی اور کیا ہو سکتی ہے کہ یہ لوگ جانتے بوجھتے آپ کی تکذیب اور مخالفت پر تل گئے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی بد کرداری اور گمراہی کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ ان کی کافرانہ اداؤں اور مشرکانہ عقائد و رسوم کی وجہ سے زبور اور انجیل میں

بھی ان کو لعنت کی گئی تھی کیونکہ بنی اسرائیل نے اللہ کی نافرمانی کی اور اس کے رسولوں کو جھٹلایا اور بعض کے متعلق حد تجاوز سے بڑھے اور انہیں قتل کر دیا۔ پھر ان میں یہ بھی عیب تھا کہ برائیاں کرتے اور جذبہ اصلاح سے قطعاً محروم تھے۔ ان لوگوں نے کبھی ایک دوسرے کو برائی سے نہ روکا تھا۔ قیام معاشرہ کے لیے جذبہ اصلاح و نیکی ضروری ہے اگر بُرے کاموں سے منع نہ کیا جائے تو برائی کا تصور نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ اس لیے ہر انسان کا فرض ہے کہ کسی کو بُرا کام کرتے دیکھے تو روک دے، اس میں نسل انسانی کی بہبودی اور بہتری مضمحل ہے۔ برائیوں کا ارتکاب تو بُرا ہے ہی۔ اور برائیوں کو دیکھ کر سکوت اختیار کیے رہنا بھی کچھ کم بُرا نہیں۔ اکثر یہودی کافروں اور مشرکین مکہ سے دوستی کا دم بھرتے ہیں۔ ان سے ساز باز کر کے پیغمبر اسلام اور مسلمانوں کو تنگ کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات قطعاً پسند نہیں ان حرکتوں اور شرارتوں کی وجہ سے ان کی عاقبت خراب ہو گئی ہے۔ ان کے لیے آخرت میں اللہ کی ناراضی اور زورناہمی عذاب ہے۔

اگر یہودی عقلمند ہوتے، اللہ پر ایمان لاتے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے تو ان مشرکین مکہ سے دوستی

نہ رکھتے۔ کیونکہ ایمان اور کفر جمع نہیں ہو سکتے۔ مشکل تو یہ ہے
 کہ اکثر یہودی نافرمان ہیں۔ بغض و عداوت کی وجہ سے حق کو
 تسلیم نہیں کرتے۔ خدا اور تعصب نے ان کے دلوں پر قفل
 لگا دیے ہیں۔

آیت نمبر ۸۲-۸۶: لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ

(اے پیغمبر! تم دیکھو گے کہ مسلمانوں کے

عَدَاوَةٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ

ساتھ سب سے زیادہ دشمنی کرنے والے یہودی اور

اَشْرَكُوا وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُم مَّوَدَّةً

مشرک ہیں اور دوستی کے لحاظ سے مسلمانوں سے قریب تر

لِّلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا اِنَّا نَصْرِي

اؤگوں کو پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں یہ اس

ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِيَسِيْنَ وَرَهْبَانًا

لئے کہ ان میں عالم بھی ہیں اور مشائخ بھی

وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ۝ وَإِذَا سَمِعُوا

اور اس لئے کہ وہ تکبر نہیں کرتے اور جب اس کتاب

مَا أَنزَلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنُهُمْ

کو سنتے ہیں جو خدا کے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی

تَفِيضٍ مِّنَ الدَّمِّ مِمَّا عَرَفُوا مِّنَ

تو تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اس

الْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا

یہ کہ انہوں نے حق بات پہچان لی اور وہ (خدا کی جناب میں) عرض کرتے

مَعَ الشَّاهِدِينَ ۝ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ

ہیں کہ اے پروردگار ہم ایمان لے آئے تو ہم کو ماننے والوں میں لکھ لے او

بِاللَّهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ

ہمیں کیا ہوا ہے کہ خدا پر اور حق بات پر جو ہمارے پاس آئی ہے

أَن يَدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ ۝

ایمان نہ لائیں باوجودیکہ کہ ہم امید رکھتے ہیں کہ پروردگار ہم کو نیک بندوں

فَأَنشَأَهُمُ اللَّهُ بِمَا قَالُوا أَجَدَّتْ بَحْرِي

کے ساتھ رہشت میں داخل کرے گا۔ تو خدا نے ان کو اس کلمے پر باغات

مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَلِيْلَيْنِ فِيهَا وَ

عطا فرمائے جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور

ذَلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ وَالَّذِينَ كَفَرُوا

نیکو کاروں کا یہی صلہ ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا

وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيْمِ

اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ جہنمی ہیں

لَتَجِدَنَّ رُلًا مِّنْجَدًا نَّ (لَ لَامِ قَسْمِ بَرَاءِ
تشریح الفاظ | تاکید تَجِدَنَّ تو پائے، دیکھے گا۔ نَّ ثَقِيْلَةٌ تاکید

کے لیے۔ اَنَّ شَدَّ: سب (لوگوں) سے سخت، رَشْدًا يَدَا سے اسم

تَفْعِيْلٍ ہے) عَدَاوَةٌ: دشمنی میں۔ مَوَدَّةٌ: محبت میں قِيْسِيْنِ

(واحد قَيْسِيْسٍ، قَيْسٍ) عیسائیوں کے علمائے دین، اہل علم۔

مُرْهَبَانًا: واحد مَرَاهِبٍ، تارک الدنیا، زاہد و عابد خوفِ خدا

کی وجہ سے دنیا کی لذتوں سے کنارہ کشی کرتے ہیں: لَا يَسْتَكْبِرُونَ

تکبر اور غرور نہیں کرتے سچ بات کہنے میں عار محسوس نہیں کرتے

بلکہ عجز و انکسار کے ساتھ اعترافِ حق کر لیتے ہیں۔ تَفِيضُ
 بہتی ہیں فَاَضُ يَفِيضُ بہنا، جاری ہونا۔ الدَّمُ مَعِ : آنسو
 یعنی ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ فَاَلْتَبْنَا :
 لفظی معنی ہیں پس ہم کو لکھ لے۔ یعنی ہمیں بنا۔ الشُّهَدَاءُ
 تیرے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کی
 صداقت کا اقرار و اعتراف کرنے والے۔ یعنی ہمیں امت محمدیہ
 میں بنا۔ نَطْمَعُ رَطْمِعًا (ہم امید رکھتے ہیں۔ يَدْخُلُونَ
 ہم کو جنت میں داخل کرے۔ الْقَوْمُ الصَّالِحِينَ : لفظی معنی
 نیکو کار لوگ، مراد ہے امت محمدیہ۔ اَنْتَابًا : عطا کیا۔ جزا
 دی۔ یعنی اللہ نے ان کی امید اور خواہش کو پورا کر دیا۔ اور
 انہیں جنت عطا کی۔ بِمَا قَالُوا : اعترافِ حق و صداقت اور
 اعلان عقیدہ کی وجہ سے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم کو
 مفہوم و مطلب | مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ حقیقت

آپ کے سامنے ہے کہ یہود مدینہ اور مشرکین مکہ اسلام کے بدترین
 دشمن ہیں۔ پیغمبر اور دین اسلام کے خلاف سازشیں کرتے ہیں
 جنگ کی آگ بھڑکاتے ہیں۔ یہودی انبیاء کی تکذیب اور دشمنی
 میں پیش پیش تھے۔ آنحضرتؐ مدینہ منورہ میں تشریف لائے
 تو یہودیوں کا اقتدار ختم ہو گیا۔ اور ان کے مستقبل کے خواب

شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے۔ مشرکین مکہ اقتدار کے علاوہ اپنے اسلاف
 کی تقلید سے دست بردار نہ ہونا چاہتے تھے۔ اس انداز زندگی
 نے یہودیوں اور مشرکوں میں غرور و نخوت، دنیا کی محبت، سرکشی
 اور سنگدلی پیدا کر دی تھی۔ ان کے مقابلے پر عیسائی نرم دل
 تھے۔ حق کی قبولیت کی استعداد رکھتے تھے۔ حق بات سن
 کر ان کے دل خدا کی طرف مائل ہو جاتے تھے۔ اس کا سبب
 یہ بتایا گیا کہ ان میں ایسے علماء موجود ہیں، جو دین اور شریعت
 سے باخبر ہیں۔ اور عوام کی ذہنی تربیت کا خیال رکھتے ہیں۔
 اس کے علاوہ ان میں ایسے تارک الدنیا زاہد و عابد بھی موجود
 ہیں جو دنیا کی لذتوں سے بے نیاز ہو کر خدا کی عبادت اور
 یاد میں مشغول رہتے ہیں۔ انہیں حق بات قبول کرنے سے
 عار نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حقیقت کو بھی
 آزمایا تھا۔ جب مسلمان ہجرت کر کے حبشہ کی سرزمین میں پہنچے
 تو نجاشی نے ان کو امن و سلامتی دی۔ اور آنحضرتؐ نے نجاشی
 کو عادل حکمران قرار دیا۔ جب عیسائیوں نے قرآن مجید سنا تو ان
 کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ پھر جب بنی کریم صلی اللہ علیہ
 وسلم نے ہمعصر سلاطین کو دعوت اسلام دی۔ تو عیسائی حکمرانوں
 مثلاً نجاشی اور ہرقل نے آپ کی دعوت کو آنکھوں سے لگایا
 پھر فرمایا کہ یہی عیسائی علماء اور مشائخ وحی محمدی یعنی

قرآن مجید سنتے ہیں تو حق کو پہچان لیتے ہیں۔ اور ان پر رقت قلب طاری ہو جاتی ہے ان کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگتے ہیں۔ پھر وہ دعا مانگتے ہیں کہ ہمارے رب! ہمیں توفیق دے کہ ہم تیرے نبی اور تیری کتاب قرآن پر ایمان لائیں، ان کی تصدیق کریں۔ ہمیں امت محمدی میں شریک شامل ہونے کا شرف عنایت کر۔ ہم انجیل میں پڑھ چکے ہیں کہ احمد مرسل تشریف لائیں گے۔ ہم ان کو پہچانتے ہیں۔ اب ہم اس بات کا اقرار و اعتراف کرتے ہیں کہ وہ برحق ہیں اور تیری کتاب قرآن بھی برحق ہے۔

پھر وہ یہ کہتے ہیں کہ بھلا ایمان لانے میں کوئی چیز مانع ہے؟ ایک مضبوط ارادہ اور جرأت چاہیے۔ چنانچہ وہ اعلان کرتے ہیں کہ ہم اللہ پر، رسول پر اور قرآن مجید پر ایمان لاتے ہیں اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید رکھتے ہیں کہ وہ اپنے فضل و کرم سے امت محمدی کے ساتھ ہمیں جنت میں داخل کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی آرزو کو پورا کر دیا۔ اور ان کے ایمان اور اعلان حق کی وجہ سے انہیں آخرت میں جنت کا حقدار ٹھہرا دیا۔ یہ انعام بطور ثواب ایمان اور جزائے اخلاص ہے اس جنت کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ اس جنت میں رہیں گے۔ اللہ نے یہ صلہ ان محسنین کے

یہ مقرر کیا ہے جو اللہ سے ڈرتے ہیں، اس کا ذکر کرتے ہیں اور اس کے احکام پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ دوسرا گروہ انکار اور تکذیب پر تلا ہوا ہے۔ وہ لوگ اللہ کی آیات کو جھٹلاتے ہیں۔ ایسے سرکش اور بدکردار لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔

آیت نمبر ۸۷-۸۸: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا

مومنو! جو پاکیزہ چیزیں خدا نے تمہارے

تَحْرِمُوا طَيِّبَاتٍ مَّا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ

لئے حلال کی ہیں ان کو حرام نہ کرو اور حد

وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ

سے نہ بڑھو کہ خدا حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں

المعتدين ○ وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ

رکھتا اور حلال طیب روزی خدا نے تم کو

حَلَالًا طَيِّبًا وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي

دی ہے اسے کھاؤ اور خدا سے جس پر ایمان رکھتے

اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ

ہو ڈرتے رہو

تشریح الفاظ | طیبیت ما احل اللہ: اللہ کی حلال کی
ہوئی لذیذ اور پاکیزہ چیزیں۔ وَلَا تَعْتَدُوا
اللہ کے احکام اور حدود سے تجاوز نہ کرو۔

مفہوم و مطلب | ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں
کو دنیا کی جائز لذتوں اور پاکیزہ چیزوں

سے بہرہ ور ہونے کا حکم دیا اور فرمایا کہ خدا کی
مقررہ کردہ حدود سے تجاوز نہ کرو۔ حلال کو حلال
سمجھو۔ اور حرام کو حرام۔ مؤمنوں کو یہ حق نہیں کہ حلال
کو حرام قرار دیں۔

ان آیات کے شان نزول کے متعلق روایت ہے۔
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن صحابہ کرامؓ
کو قیامت اور اس کے ہولناک مناظر و احوال سنائے
تو صحابہ ڈر گئے۔ آنحضرتؐ کا مقصد یہ تھا کہ صحابہ
اللہ اور بندوں کے حقوق پوری طرح ادا کریں لیکن
بعض صحابہ اتنے ڈرے کہ حضرت عثمان بن مظعونؓ
کے گھر جمع ہو کر یہ فیصلہ کیا کہ دن بھر روزہ رکھا

کریں گے اور رات بھر قیام کیا کریں گے۔ موٹے اور
 کھردرے کپڑے پہنیں گے۔ بیویوں سے تولقات نہ
 رکھیں گے۔ سونے کے لیے بستر نہ بچھائیں گے، گوشت
 وغیرہ نہ کھائیں گے۔ جب یہ بات نبی کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم کو معلوم ہوئی تو آپؐ نے عثمان بن مظعون
 اور ان کے ساتھیوں سے فرمایا کہ تم پر تمہاری
 جانوں کا بھی حق ہے۔ کبھی روزہ رکھو، کبھی نہ رکھو۔
 رات کو قیام بھی کرو اور آرام بھی کرو۔ میں روزہ
 رکھتا بھی ہوں اور نہیں بھی رکھتا۔ رات کو قیام
 بھی کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔ گوشت وغیرہ
 بھی کھاتا ہوں۔ بیویوں کے پاس بھی جاتا ہوں۔ یہ
 میری سنت ہے۔ جو اس سے اعراض کرے گا۔
 وہ میرے طریقے پر نہیں۔ پھر یہ آیات نازل
 ہوئیں۔ کہ اے ایمان والو! تمہیں یہ اختیار نہیں
 کہ اللہ کی حلال ٹھیرائی ہوئی چیزوں کو حرام قرار
 دو۔ ایسا کرنا حدودِ الہی سے تجاوز ہے۔ اللہ تعالیٰ
 کو یہ بات پسند نہیں۔ کہ کوئی شخص اس کے حکم کو
 ٹھکرا دے اور اس کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرنے
 تم ایمان والے ہو۔ تمہارا کام احکامِ الہی کی اطاعت ہے۔

اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ پاک، لذیذ اور حلال چیزوں کو کھاؤ
وہ تمہارے کھانے کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ اللہ کی نعمتوں کا
صحیح استعمال اس کا شکر یہ ہے اور نعمتوں سے فائدہ نہ اٹھانا
کفرانِ نعمت ہے۔ مسلمان کی شان نہیں کہ کفرانِ نعمت کرے
دین کو اللہ نے آسان بنایا ہے۔ حلال چیزیں تمہارے استعمال ^{سبیلہ}
پیدا کی گئی ہیں۔ تمہارے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ کے احکام
کی خلاف ورزی سے بچو۔ اس کی نافرمانی نہ کرو۔ کھاؤ، پیو
اس کا شکر بجالاؤ۔ مگر اسراف سے بھی بچو۔ اللہ کے دی ہوئی
نعمتوں کا استعمال، لذیذ اور پاکیزہ چیزیں کھانا بھی شریعت
کے منشا کو پورا کرنا ہے۔ حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد
کو پورا کرنا بھی منشا ہے الہی ہے۔ بہر حال قرآن مجید
اعتدال کی راہ سکھاتا ہے۔ ترک دنیا اور بہا پرست
اسلام نہیں۔

آیت نمبر ۸۹: لَا يُوَٰخِذُكُمْ اللّٰهُ بِاللّٰغْوِ

خدا تمہاری بے فائدہ (اور بے مقصد) قسموں پر

فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا

تو تم سے مؤاخذہ نہیں کرے گا لیکن پختہ قسموں پر

عَقَدْتُمْ الْإِيمَانَ فَلَئِمَّا تَشْتَكُونَ

رجن کو تم توڑ دو گے (مؤاخذہ کرے گا تو اس کا کفارہ

إِطْعَامُ عَشْرَةِ مَسْكِينٍ مِنْ أَوْسَطِ

دس محتاجوں کو اوسط درجے کا کھانا کھانا ہے جو تم اپنے

مَا تَطْعَمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ

اہل و عیال کو کھلاتے ہو یا ان کے کپڑے بنا دینا یا ایک

أَوْ تَحْرِيرِ سَبْعَةِ نَفْسٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ

غلام آزاد کرنا اور جس کو یہ

فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ذَلِكَ كَفَّارَةُ

ہو وہ تین دن روزے رکھے یہ تمہاری قسموں

أَيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوا

کا کفارہ ہے جب تم قسم کھا لو اور اسے توڑ دو اور

اِيْمَانَكُمْ كَذَّالِكُ يَبِيْنُ اللّٰهُ لَكُمْ

(تم کو چاہئے کہ) اپنی قسموں کی حفاظت کرو اس طرح خدا تمہارے

اِيْتِه لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ

(سمجھا کیلئے) اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تاہم تم شکر کرو

تَشْرِيْحُ الْقَاظِ | بِاللَّغْوِ: بِ + اللَّغْوِ: رَلَا يَلْغُو
لَغْوًا، لَفْظِي مَعْنَى بِي سَوِّجِي سَمَّجِي بُولْنَا۔

فضول بے ہودہ - فحش کلام - یہاں مراد ہے بلا ارادہ
یا بطور تکیہ کلام بے مقصد قسمیں کھانا - اِيْمَانُ: واحد
يَسِيْنُ بمعنی قسم، حلف یہ لفظ يَسِيْنُ سے نکلا ہے جو بمعنی
برکت استعمال ہوتا ہے - عَقْدٌ تَسْمِيْعٌ مضبوط اور پکی
کر لو - ارادۃ اور قصداً حلف اٹھانا - كَفَّارَةٌ: كَفَّرَ
سے نکلا ہے جو بمعنی مٹانا، محو کرنا، ازالہ کرنا استعمال ہوتا
ہے لفظ كَفَّارَةٌ شریعت کی اصطلاح میں ان اعمال کے لیے
استعمال ہوتا جو بعض گناہوں کو مٹا دیتے ہیں - اور پھر
ان گناہوں کا آخرت میں مؤاخذہ نہیں - اِطْعَامٌ: کھلانا
ر باب افعال ہے، مَسَاكِيْنُ: واحد مَسْكِيْنٌ محتاج،
مفلس - اَوْسَدُ: درمیانہ تَطْعَمُوْنَ: تم کھلاتے ہو۔

أَهْلِيكُمْ: رَأَيْتُمْ أَهْلِي كُمْ، أَهْلِي أَهْلٌ فِي أَهْلِيْنَ تَهَا جُو
 أَهْلٌ سَے جَمْعِ سَالِمٍ مَنْصُوبٍ ہے اور رَفْعِي حَالَت میں أَهْلُوْنَ
 آتا ہے۔ مضاف ہونے کی وجہ سے نون ساقط ہو گیا ہے۔
 كِسْوَةٌ: لباس، کپڑے۔ تَحْرِيرٌ: آزاد کرنا۔ سَرَقَبَةٌ:
 گردن، مراد غلام۔

اللہ تعالیٰ نے قسم کھانے اور حلف اٹھانے
 مفہوم و مطلب کے بارے میں ہدایت فرمائی کہ بعض لوگوں

کو عادت ہوتی ہے کہ بے مقصد اور بے سوچے سمجھے قسمیں
 کھاتے رہتے ہیں۔ فرمایا کہ ایسی غیر ارادی بے سوچی سمجھی قسموں
 پر اللہ تعالیٰ مؤاخذہ نہیں کرے گا۔ البتہ ایسی قسموں پر
 ضرور مؤاخذہ ہوگا۔ کہ جب تم اچھی طرح قسمیں بیگی کر لو
 اور سوچ سمجھ کر حلف اٹھا لو پھر اس کو توڑ دو۔ جب
 کوئی مؤمن بیگی قسم کھانے کے بعد اس قسم کو توڑ دے تو
 شریعت نے اس کی سزا یہ مقرر کی ہے کہ

۱۔ قسم توڑنے والا دس مسکینوں کو بیک وقت کھانا کھلائے
 امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ایک مسکین کو دس دن مسلسل
 بھی کھلایا جاسکتا ہے۔

۲۔ یہ کھانا اوسط درجے کا ہو۔ نہ بہت گھٹیا اور ناقص
 اور نہ بہت اعلیٰ قسم کا۔ مقدار اور نوعیت کے لحاظ

سے اوسط درجہ مقرر کیا۔

۳۔ یا دس مسکینوں کو کپڑے پہنائے جائیں

۴۔ یا ایک غلام آزاد کیا جائے۔

۵۔ جو شخص کھانا کھلانے، کپڑا پہنانے یا غلام آزاد کرنے

کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو پھر وہ تین دن

مستطیل روزے رکھے اگر اس موسم میں وہ بیمار ہو جائے

تو تندرست ہو کر روزے رکھے۔

جب تم قسمیں پکی کرنے کے بعد توڑ دو۔ تو تمہاری سزا

یہی ہے۔ جو اوپر بیان ہو چکی ہے۔ پھر فرمایا کہ حلف اور

قسم کی حفاظت کرو۔ حفاظت کا ایک مطلب یہ ہے کہ

خواہ مخواہ بے ضرورت قسمیں نہ کھاؤ تاکہ کفارہ کی تکلیف

سے بچے رہو۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ قسم کھانے کے بعد

اسے نہ توڑو۔ اور اگر توڑ دو تو پھر کفارہ ادا کرو۔ کفارہ

میں اختیار دیا گیا ہے۔ جس کفارہ میں سہولت ہو وہ اختیار

کر لیا جائے۔ حضرت حذیفہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سے پوچھا کہ ہمیں اختیار ہے جو کفارہ چاہیں ادا کریں آپ

نے فرمایا کہ ”تم کو اختیار ہے، اگر چاہو تو غلام آزاد کرو

اگر چاہو تو کپڑے پہنا دو، اگر چاہو تو کھانا کھا دو، جس کو

ان میں سے کسی کی استطاعت نہ ہو وہ تین دن مسلسل روزے

رکھے۔

پھر اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مسائل شریعت اور احکام دین کو یوں کھول کھول کر وضاحت کے ساتھ بیان فرماتا ہے تاکہ تم اس کی مہربانی کا شکر ادا کرو۔

اس آیات میں چند فقہی مسائل مذکور ہیں۔ جن مسائل حلف کا خلاصہ مطلب ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

۱۔ اللہ کے سوا کسی دوسرے کی قسم جائز نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”قسم کھانے والا صرف اللہ کی قسم کھائے“ پھر آپ نے دوسری جگہ فرمایا کہ ”اللہ کی قسم کھاؤ، ورنہ چپ رہو“۔ ایک اور جگہ فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ نے باپ دادا کی قسم کھانے سے منع فرما دیا ہے“۔

۲۔ فقہائے امت کہتے ہیں کہ نبی، ولی اور باپ دادا کی قسم کھانے والا قسم توڑ دے تو کوئی کفارہ نہیں۔ کیونکہ شریعت میں اس قسم کی کوئی دینی حیثیت نہیں ہے۔ کعبہ اور فرشتے بھی اس میں شامل ہیں۔

۳۔ قسم کھانے کے بعد اگر اس سے بہتر عمل نظر آئے۔ تو قسم توڑ دو اور بہتر چیز اختیار کر لو اور قسم کا کفارہ ادا کرو (بخاری، مسلم، نسائی)۔

۴۔ یمین غموس کے لیے توبہ اور ادائے حق ضروری

ہے۔ یہاں غموس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کا حق مارنے
 دھوکہ دینے یا خیانت کرنے کی غرض سے قسم کھائی جائے
 ۵۔ غیر شرعی کام کے لیے قسم کا کفارہ یہی ہے کہ اس پر عمل
 نہ کیا جائے۔ مثلاً ایک آدمی قریبی رشتہ داروں سے قطع
 تعلق کرنے کا حلف اٹھاتا ہے تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تعلقات
 استوار کرنا اور میل جول قائم رکھنا زیادہ نیکی ہے

آیت نمبر ۹۰-۹۳: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

مومنو! شراب اور جوا اور

إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ

بت اور پاسے (یہ سب) ناپاک

وَالْأَنْزَالُ مِمَّا جَسَّ مِنْ عَمَلٍ

کام اعمال شیطان ہیں سے

الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ

ہیں سو ان سے بچتے رہنا تاکہ نجات پاؤ

انَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمْ

شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے

الْعَدَاوَةِ وَالْبَغْضَاءِ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ

سبب تم میں باہم دشمنی اور رنجش ڈلوادے اور

وَيَصِدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ

تمہیں خدا کی یاد اور نماز سے روک دے

فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ ۝ وَأَطِيعُوا اللَّهَ

تو تم کو ان کاموں سے باز آجانا چاہئے اور خدا کی

وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأَحْذَرُوا فَإِن

فرمانبرداری اور رسول (خدا) کی اطاعت کرتے رہو اور ڈرتے

تَوَلَّيْتُمْ فَأَعْلَمُوا إِنَّمَا عَلَيَّ رَسُولِنَا

رہو اگر نہ پھیر لو گے تو جان رکھو کہ ہمارے پیغمبر کے ذمے تو

الْبَلَاغِ الْمُبِينِ ۝ لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ

صرف احکام الہی کو کھول کر پہنچا دینا ہے جو لوگ ایمان لائے

أَمِنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَّاهُمْ فِيمَا

اور عمل نیک کرتے رہے ان پر ان چیزوں کا کچھ گناہ نہیں جو وہ

طَعِمُوا إِذَا مَا اتَّقَوْا وَآمَنُوا وَعَمِلُوا

کھا چکے جب کہ انہوں نے پرہیز کیا اور ایمان لائے اور نیک کام

الصَّالِحَاتِ تَمَّ اتَّقَوْا وَآمَنُوا تَمَّ اتَّقَوْا

کئے پھر پرہیز کیا اور ایمان لائے پھر پرہیز کیا اور

وَاحْسِنُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْحَسَنِينَ

نیکی کاری کی اور خدا نیکو کاروں کو دوست رکھتا ہے

تشریح الفاظ الخمر: لفظی معنی ہے سر وہ چیز جو دماغ

کو چکرا دے اور عقل میں فتور پیدا کر دے
مراد ہے۔ ہر شے اور شے، شراب وغیرہ۔ المیسر: قمار
جوا۔ الأصاب: بت، تھان۔ الأزام: قسمت کے تیر

سرجبیں: ناپاک۔ ناپاک ہونے کے کئی وجوہات ہیں طبعی
عقلی، شرعی یا عرفی۔ من عمیل الشیطان: سے مراد ہے

کہ شیطان اس کو بنا سوار کرتے ہیں دکھاتا ہے یصد کہ
تہیں روکتا ہے۔ منتهون: باز آنے والے جناح:

گناہ۔ فِيمَا طَعِمُوا: یعنی حرام قرار دیے جانے سے پہلے جو
تم نے پی لی۔ طَعِمَ کے لفظی معنی کھانا ہے۔

آیت نمبر ۹۱ و ۹۲ کے شان نزول میں مذکور ہے
مفہوم و مرادب | کہ شراب عربوں کی گھٹی میں تھی، اس لیے اس
کو آہستہ آہستہ حرام قرار دیا گیا سب سے پہلے یہ فرمایا۔ فِيمَا
إِثْمُ كَيْبُرٍ وَمَنَافِعٍ لِلنَّاسِ یعنی شراب اور جوئے میں بڑا
گناہ ہے اور لوگوں کے لیے فائدہ بھی۔ یہ سن کر بعض لوگ پیتے
رہے اور بعض نے جوا اور شراب کو بالکل ترک کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ
نے یہ حکم نازل فرمایا: لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى
یعنی نشہ کی حالت میں نماز کے قریب بھی نہ جاؤ۔ تو اکثر صحابہ نے
شراب کو ترک کر دیا، بعض رات کو پی لیتے تھے۔ پھر تیسرے درجے
پر یہ حکم نازل ہوا کہ شراب ناپاک محض ہے۔ شیطانی کام ہے،
ذکر الہی اور نماز سے روکتی ہے۔ اس سے اجتناب کرو۔ پینے سے
باز آ جاؤ۔ یہ حرمت سن کر سب نے بالکل ترک کر دیا۔
یہ بھی روایت ہے کہ ایک دن حضرت سعد بن ابی وقاص چند
انصار کے پاس ایک باغ میں گئے ان لوگوں کے پاس اونٹ کا بھنا
ہوا سر رکھا تھا۔ شراب سے بھرا ہوا مشکیزہ بھی تھا۔ حضرت سعد
نے ان کے ساتھ مل کر شراب پی اور گوشت کھایا۔ جب شراب
کے نشہ سے مدہوش ہو گئے۔ تو حضرت سعد کہنے لگے۔ کہ مہاجرین

انصار سے بہتر ہیں۔ ایک انصاری نے ایک ہڈی اٹھا کر حضرت سود
پر دے ماری جس سے ان کا ناک زخمی ہو گیا وہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا قصہ کہہ سنایا۔ چنانچہ
یہ آیات نازل ہوئیں۔

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ شراب، جوا
بت، قسمت اور فال کے تیر سب چیزیں ناپاک محض ہیں۔ ان چیزوں
کی فطرت اور مزاج میں ناپاکی ہے، عقل سلیم ان چیزوں کو ناپاک سمجھتی
ہے۔ شریعت نے ان کو ناپاک ٹھہرایا ہے اور عرف عام میں شراب،
جوا وغیرہ ناپاک تصور کیے جاتے ہیں۔ لیکن شیطان ان ناپاک اشیاء
کو زینت دے کر، بنا سنوار کر خوشنما شکل و صورت میں پیش کرتا
ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو خطاب کر کے فرمایا کہ یہ شیطانی
کام ہے ایمان والوں کو اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ لہذا اس
سے بچو اور کنارہ کشی اختیار کرو۔ اس سے بچنے میں تمہاری
کامیابی اور نجات ہے۔

پھر فرمایا کہ شیطان کا تو مقصد ہی یہ ہے کہ انسان کو کسی
نہ کسی طریقے سے بہکائے پھسلائے۔ وہ بڑے خوبصورت الفاظ
اور خوشنما دلائل سے تمہیں شراب پینے اور جوا کھیلنے کی ترغیب
دیتا ہے۔ لیکن ان خوشنما الفاظ اور دلفریب دلائل کے پیچھے یہ
جذیبہ کار فرما ہوتا ہے کہ وہ تم میں باہم عداوت و دشمنی،

بغض و حسد اور کدورت و رنجش پیدا کرتے۔ یہی شراب اور جوا
 باہمی بغض و عناد کا موجب ہوتا ہے۔ اور آخر کار قتل و خونریزی
 اور فتنہ و فساد کا سبب بن جاتا ہے۔ اسلام تم میں محبت اور
 اخوت پیدا کرتا ہے لیکن شراب اور جوا نفرت و عداوت کا باعث
 ہیں دو انسانوں کے تعلقات بگاڑنے کے علاوہ یہ شراب اور جوا
 انسان اور خدا کے درمیان میں بھی جدائی اور دوری پیدا کرتے
 ہیں۔ نماز اور ذکر الہی سے روکتے ہیں۔ ایسی چیز فی الحقیقت ناپاک
 ہے۔ اس سے بچنا چاہیے۔ شراب اور جوسے اجتناب میں نجات
 اور کامیابی ہے۔

روایت ہے کہ حضرت عمرؓ شراب کے بارے میں اللہ تعالیٰ
 کے حضور میں دعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ! شراب سے متعلق تفصیلی
 حکم بھیج۔ چنانچہ جب یہ آیت نازل ہوئی فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ
 یعنی کیا تم باز آؤ گے؟ تو حضرت عمر نے کہا اِنَّتَّهَيْنَا يَا رَبِّ
 اے اللہ! ہم باز آ گئے۔

جب یہ آیت نازل ہوئی کہ شراب حرام قرار دے دی گئی
 ہے تو بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو سنادی کرنے
 کے لیے شہر میں بھیجا جس نے شراب کے حرام ٹھہرائے جانے کا
 اعلان کر دیا یہ اعلان سن کر سب لوگوں نے شراب کے ٹکے توڑ دیے
 اور مدینے کی گلیوں میں شراب پانی کی طرح بہنے لگی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ایمان والو! اللہ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرو۔ جس کام کا حکم دیں، وہ کرو جس سے منع کریں، اس سے رک جاؤ۔ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت سے بچو۔ اگر تم نے مخالفت کی ٹھان لی تو پھر جان لو کہ رسول کا کام تو خدا کا پیغام پہنچا دینا ہے۔ اس تبلیغ میں آپ نے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ آپ نے تو اتمام حجت کر دیا ہے آپ کی ذمہ داری ختم ہو گئی ہے۔ اب تمہاری ذمہ داری ہے اگر تم اطاعت کرو گے تو نجات پاؤ گے اور اگر سرتابی کرو گے تو نافرمان قوم تباہ و برباد ہو جایا کرتی ہے۔

پھر فرمایا کہ حرمت سے پہلے شراب کا استعمال قابل مواخذہ نہیں رہا۔ اللہ نے اس اعلان حرمت سے پہلے کے گناہوں کے لیے معافی کا اعلان کر دیا ہے۔ شرط ایمان اور عمل صالح ہے۔ جو مومن سرچکے ہیں یا زندہ ہیں، اگر حرمت سے پہلے انہوں نے شراب پی ہے تو اللہ اس پر گرفت نہیں کرے گا۔ اب حرام چیزوں سے بچو، اللہ کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم کرو، اپنے ایمان کو مضبوط کرو۔ عمل صالح سے دامن مراد بھرو۔ پھر ہر گناہ سے بچنے کی کوشش کرو۔ نیکو کار بن جاؤ، نماز روزہ میں پابندی کرو۔ ہر ایک کام میں اخلاص پیدا کرو۔ شکوک و شبہات کو راہ نہ دو۔ تزکیہ نفس اور تطہیر قلب کے لیے ذکر الہی میں مشغول رہو۔ تقویٰ اور نیکو کاری اللہ کو بہت

پسند ہے۔

بعض لوگ شراب کو دوا کے بہانے استعمال کرتے ہیں۔ حضرت
بٹی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طارق بن سُوید جعفی کو شراب بنانے
سے روکا تو وہ کہنے لگے کہ میں تو دوا کے لیے بناتا ہوں۔ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا إِنَّهُ لَيْسَ بِدَوَاءٍ وَلَكِنَّهُ
دَاءٌ یعنی شراب دوا نہیں بلکہ بیماری ہے۔ صَدَقَ رَسُولُ اللَّهِ

صلی اللہ علیہ وسلم۔ (مسلم، احمد، ابو داؤد)
اسلامی تعزیرات میں شرابی کی سزا چالیس سے اسی تک کوڑے
لگانا مقرر ہے۔ اس سے مقصد اس کی تذلیل ہے اور دوسروں کے
لیے عبرت۔ نیز شراب کی خرید و فروخت حرام ٹھیرائی گئی ہے۔

آیت نمبر ۹۲-۹۶ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيُؤْتِكُمْ

مؤمنو! کسی قدر شکار سے جن کو تم مانگو اور

اللَّهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهُ أَيْدِيكُمْ

تینوں سے پکڑ سکو خدا تمہاری آزمائش کریگا یعنی حالت احرام میں شکار

وَرِمَاكُمْ لِيَعْلَمَ اللَّهُ مَن يَخَافُهُ بِالْغَيْبِ

کی محافعت سے تاکہ معلوم کرے کہ اس سے غائبانہ کون ڈرتا ہے

فَمِنْ أَعْتَدِي بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ

تو جو اس کے بعد زیادتی کرے اس کے لئے دکھ دینے والا

الْيَمْرِ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا

عذاب (تیار) ہے مومنو! جب تم احرام کی حالت میں ہو

الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ

تو شکار نہ مارنا اور جو تم میں سے جان بوجھ

مُتَعَمِّدًا أَفْجَاءَ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنْ

کر اسے مارے اور اس کا بدلہ یہ ہے کہ اسی طرح کا چار پاپہ

النَّعْمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ

جسے تم میں سے دو عادل شخص مقرر کروں قربانی

هَدْيًا بِلِغِ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّارَةً طَعَامٌ

کرے اور یہ قربانی کعبے پہنچائی جائے یا اس کا کفارہ مسکینوں

مَسْكِينٍ أَوْ عَدْلٌ ذَلِكَ صِيَامًا لِيَذُوقَ

کو کھانا کھلانا ہے یا اس کے برابر روزے رکھنا تاکہ اپنے کام کی

وَبَالَ أَمْرِهِ عَفَا اللَّهُ عَمَّا سَلَفُ وَمَنْ

سزا رکامزہ) چکے۔ (اور) جو پہلے ہو چکا وہ خدا نے معاف کر دیا اور

عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللَّهُ مِنْهُ وَاللَّهُ عَزِيزٌ

جو پھر ایسا کام کرے گا تو خدا اس سے انتقام لے گا اور خدا غالب و

ذُو انْتِقَامٍ ۝ ۹۵ ۝ أَحِلُّ لَكُمْ صَيْدَ الْبَحْرِ

بدلہ لینے والا ہے تمہارے لئے دریا کی چیزوں کا شکار اور ان کا

وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۝ وَ

کھانا حلال کر دیا گیا ہے یہ تمہارے لئے اور مسافروں کے لئے

حَرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدَ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا

موجب منفعت ہے اور جب تک تم احرام کی حالت میں رہو خشکی کی چیزوں

وَ اتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝ ۹۶ ۝

کا شکار تم پر حرام ہے اور خدا سے جس کے پاس تم (سب) جمع کئے جاؤ ڈرتے

لَيَبْلُغُنَّكُمْ: رَل + يَبْلُغُونَ + كُمْ ضرور
 تشریح الفاظ | تمہاری آزمائش کرے گا۔ مِّن: برائے تبعیض یعنی

کسی قدر۔ کچھ۔ الصَّيْدِ: شکار مراد خشکی کا شکار۔ تَنَاَلَهُ: جسے
 حاصل کریں۔ لے لیں (نَالَ يَنَالُ نَيْلًا، تناول بھی اسی سے
 ہے رِمَا حُكْمًا: تمہارے نیرے۔ یعنی وہ سب چھوٹے بڑے
 جانور جن کو تم باسانی مانتوں سے پکڑ لو یا نیروں سے مار لو۔
 بِالْغَيْبِ: غائبانہ بن دیکھے۔ اَعْتَدَايَ: زیادتی کرے حُرْمًا:
 واحد حُرَامٍ بمعنی حالتِ احرام میں۔ مُتَعَمِّدًا اچان بوجھ کر،

ارادی طور پر۔ النَّعْمِ: چار پایہ یعنی بھیڑ بکری گائے، اونٹ وغیرہ
 يَحْكُمُ بِهِ: جس کا فیصلہ کریں۔ ذَوَا عَدْلٍ: دو عادل
 اور سمجھدار آدمی۔ هٰذَا: قربانی کا جانور۔ بِاللَّحْمِ: پہنچنے والا۔
 الْكَعْبَةِ: کعبہ سے مراد حرم پاک یعنی حرم میں لے جا کر قربانی کا
 جانور ذبح کیا جائے اور مسکینوں میں گوشت تقسیم کیا جائے۔ عَدْلٍ
 برابر۔ لَيَبْلُغَنَّكُمْ: رَل تَا + يَبْلُغَنَّكُمْ، ذاق سے وَبِالِ
 سزائِ عَذَابٍ۔ سَلَفٌ: گزر چکا۔ الْبَحْرِ: مراد ہے سمندر، دریا،
 تالاب، نہر وغیرہ۔ صَيْدُ الْبَحْرِ سے مراد ہے مچھلیاں وغیرہ لِلسِّيَارَةِ
 بمعنی مسافروں کا قافلہ۔ تَحْتَسِرُونَ: تم جمع کئے جاؤ گے۔

ان آیات کے شان نزول کے متعلق روایت
 مفہوم و مطلب ہے کہ یہ ہے کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ

وسلم نے حج کا اعلان کیا اور ذوالقعدہ کے شروع میں آپ چودہ سو
مہاجرین و انصار کے ساتھ مکہ مکرمہ کو روانہ ہوئے۔ مدینے سے
سات میل کے فاصلہ پر ذوالحلیفۃ کے مقام پر پہنچ کر احرام
باندھا گیا۔ جب وہاں سے آگے بڑھے تو پرندوں کے غول اور چارپایوں
کے ریور آنموڈار ہوئے۔ اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

گزشتہ آیات میں شراب اور جوئے کو ناپاک اور شیطانی کام قرار
دے کر حرام ٹھہرانے کے بعد اب یہ وضاحت فرمائی کہ احرام کی
حالت میں شکار جائز نہیں اور خشکی پر شکار مارنے کی سزا مقرر کر دی
سمندر اور دریا کا شکار اور اس کا کھانا جائز ٹھہرا دیا۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں مومن مردوں اور عورتوں کو مخاطب
کر کے فرمایا کہ اللہ تمہیں آزمانا چاہتا ہے سفر میں شکار کا بکثرت نمودار
ہونا اور بسہولت شکار مار لینا دل میں شکار کھیلنے کا شوق پیدا کرنا
ہے اللہ تعالیٰ یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ کون جذبات میں بہ جاتا ہے۔
اور مرغوب جانوروں کا گوشت کھانے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ اور
کون اللہ سے ڈر کر احرام کی حالت میں شکار کا خیال ترک کر دیتا ہے
یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مومنوں کے لیے کڑی آزمائش ہے۔ اس آزمائش
سے اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ ہے کہ وہ تمہیں مشقت و محنت کا عادی
بنائے۔ اسے ایک خاص انداز میں تمہاری تربیت اور ریاضت منظور ہے
جو شخص احرام میں شکار پکڑے گا، خواہ ہاتھ سے پکڑے یا نیزے سے مارے

وہ نافرمان اور باغی قرار پائے گا اور باغی کی سزا دردناک عذاب مقرر ہے۔

پھر فرمایا کہ اے ایمان والو! جب تم حج یا عمرہ کی نیت سے احرام باندھ لو تو خشکی پر شکار نہ مارو۔ اگر کوئی جانتے بوجھتے شکار مار ڈالے تو پھر چار پایوں میں اس کے برابر کا جانور حرم کعبہ میں لے جا کر ذبح کرے اور اس کا گوشت مسکینوں میں بانٹ دے۔ اس چار پائے کا فیصلہ دو عقلمند، سمجھدار اور عادل مسلمان کریں گے۔ اگر جانور میسر نہ آسکے تو پھر مسکینوں کو کھانا کھلا دینا یا روزے رکھنا اس کا کفارہ ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اگر احرام کی حالت میں کوئی شخص ہرن مار ڈالے تو پھر وہ ایک بھیڑ حرم میں لے جا کر ذبح کرے یہ نہ بن پڑے تو چھ مسکینوں کو کھانا کھلائے، یہ بھی نہ ہو سکے تو تین دن کے روزے رکھے۔ اگر نیل گائے یا بارہ سنگھا مار ڈالے تو اس کا بدلہ گائے ہے۔ یہ میسر نہ آئے تو بیس مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ اس کی توفیق نہ ہو بیس دن روزے رکھے۔ اگر شتر مرغ یا جنگلی گدھا مار ڈالیں تو اس کے بدلے اونٹ ذبح کیا جائے۔ اونٹ میسر نہ آئے تو تیس مسکینوں کو کھانا کھلائے اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو پھر تیس دن روزے رکھے۔

اسی طرح روایت ہے کہ خرگوش کو مار ڈالنے کا بدلہ بکری کا مادہ بچہ ہے جو سال سے کم عمر کا ہو۔

اگر برابر اور حائل جانور نہ مل سکے تو اس کی قیمت کی رقم ادا کر دی جائے۔ نیز اگر چڑیا اور مگڑی وغیرہ کو مار ڈالیں۔ تو ان کی قیمت مقرر کر کے نقد یا اس کا غلہ خرید کر مساکین میں تقسیم کیا جائے۔ حرم میں کبوتر مارنے کی سزا یہ ہے کہ بیٹھے کی قربانی حرم میں کی جائے۔

البتہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ چیزیں موذی ہیں: کوا، چیل، بچھو، چوہا اور کتا۔ ان کو مار ڈالنے کی اجازت ہے۔ ان کے قتل سے کوئی تباوان یا سزا لازم نہیں آتی امام مالک کے نزدیک بھڑیا، شیر، جیتا وغیرہ بھی انہی موذی جانوروں کے حکم میں آتے ہیں۔

بعض ائمہ کے نزدیک محرم شکاری کو اختیار ہے کہ تاوان کی جو کسی صورت چاہے اختیار کرے۔ لیکن مسکین کو پیٹ بھر کر کھانا کھلانے پر سب کا اتفاق ہے۔

یہ سزائیں اس لیے مقرر کی گئی ہیں تاکہ اللہ کا باغی اور مجرم اپنے کیے کا مزہ چکھے۔ **يَذُوقُ اسْتِعَارَةَ اسْتِحْمال** کیا گیا ہے، مراد ہے کہ مجرم اپنی بد عملی کی سزا پائے۔ اس میں لطیف طنز بھی موجود ہے۔ **وَبَالَ** انجام بد کا مفہوم ادا کرنا ہے فرمایا کہ شکار حرام ٹھیرائے جانے سے پہلے کے گناہ اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیے ہیں۔ ایسا جو کوئی اس جرم کا ارتکاب کرے

تو مندرجہ بالا احکام کے مطابق سزا بھگتے۔ اس سزا کا فائدہ یہ ہے کہ پھر آخرت میں اس سزا کے بعد کوئی موافقہ نہیں بشرطیکہ مجرم دوبارہ اس جرم کا ارتکاب نہ کرے۔ جو شخص ایک مرتبہ سزا بھگتے کے بعد دوبارہ شکار مار ڈالے تو سزا کا مستحق ٹھہرے گا اور آیت ختم کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بڑا غالب اور قادر ہے جو شخص اس کی نافرمانی کرے گا، خدا اسے سزا دے کر دوسروں کے لیے سامانِ عبرت پیدا کرے گا۔ پھر فرمایا کہ خواہ تم حالتِ احرام میں ہو یا احرام کے بغیر پانی کا شکار یعنی بچھلی وغیرہ تمہارے لیے حلال ہے۔ اس کا کھانا تمہارے لیے مباح ہے سفر و قیام میں اس سے فائدہ اٹھانا درست ہے۔ پانی کا شکار تم نے مارا ہو یا کسی اور نے، خواہ سمندر نے اسے زندہ باہر پھینک دیا ہو یا مردہ، بہر حال اس شکار کا کھانا بالکل درست اور بجا ہے۔ اس سے کوئی تاوان نہیں پڑتا۔ البتہ احرام کی حالت میں خشکی کا شکار حرام قرار دے دیا گیا فرمایا کہ اس شکار کے بارے میں اللہ تبارک و تعالیٰ سے ڈرتے ہو، آخر کار تمہیں مر کر خدا کے حضور میں پیش ہونا ہے اس لیے اس کے دربار میں حاضری سے ڈر جاؤ۔

آیت نمبر ۹: جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ

خدا نے عزت کے گھر یعنی کعبہ کو لوگوں کے لیے موجب

الْحَرَامِ قِيَمًا لِلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ

امن مقرر کیا ہے اور عزت کے مہینوں کو اور قریشی کو اور ان جانوروں

وَالْهَدْيِ وَالْقَلَائِدَ ذَلِكَ لِتَعْلَمُوا

کو جن کے گلے میں پٹے بندھے ہوں یہ اس لئے کہ تم جان رکھو کہ

أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا

جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے خدا سب کو

فِي الْأَرْضِ وَأَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ

ہاں تا ہے اور یہ کہ خدا کو ہر چیز کا علم ہے

جَعَلَ: بنایا، مقرر کیا۔ الْكَعْبَةُ: مربع یا کعب

تشریح الفاظ | شکل کا۔ عرب میں عام طور پر مکانات بدور ہوتے

تھے۔ بیت اللہ مربع شکل کا تھا اس لیے کعبہ نام پڑ گیا۔ نیز

كَعْبَةٌ کا مفہوم ہے ابھرا ہوا، نمایاں، ممتاز۔ الْبَيْتُ الْحَرَامُ

عزت و حرمت والا گھر۔ الْبَيْتُ اس لیے کہا کہ اس کی چھت اور

دیواریں موجود ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مکہ مکرمہ کو لوگوں نے عزت نہیں دی، خود اللہ نے عزت و حرمت عطا کی۔ قیامًا: روزی اور آخرت کا سہارا۔ امن و سلامتی موجب امن قیام گاہ۔ الشَّهْرَ الْحَرَامِ: حرمت والا مہینہ یعنی ذوالحجۃ۔ الْهَدْيِ: قربانی کا وہ جانور جسے حرم میں لے جا کر ذبح کیا جائے الْقِلَادَةُ: رواحد قِلَادَاتُ (وہ جانور جن کے گلے میں پٹے ڈال رکھے ہوں۔ ان جانوروں کی عظمت اور بڑائی کے پیش نظر ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ گزشتہ آیت میں مذکور ہوا تھا کہ احرام کی حالت میں شکار حرام نہیں۔ یہ تو اتنی عزت اور شان

مفہوم و مطلب | شکر و شکر ہے۔ کہ جہاں جنگلی جانوروں اور پرندوں کے لیے شوکت والا گھر ہے۔ وہاں انسانوں کے لیے بھی آفات اور خطرات سے امن حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ حرم پاک نیکیوں، برکتوں اور سعادتوں کے حصول کے لیے بڑا مقدس اور متبرک مرکز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا کہ اس مربع شکل گھر یعنی کعبہ کو عزت و حرمت والا ٹھہرایا گیا ہے۔ لوگ آکر اس کے پڑوس میں سکونت پذیر ہوتے ہیں۔ حج اور عمرہ کرتے ہیں۔ اپنی عاقبت کو سنوار لیتے ہیں۔ تاجر لوگ تجارت اور کاروبار کرتے ہیں۔ خوش فزہ انسان یہاں پہنچ کر امن محسوس کرنے لگتا ہے۔ ایک کمزور

نانوٰں آدمی اس حرم پاک میں قدم رکھنے کے بعد اپنے اٹلے
 ایک قوت اور طاقت محسوس کرتا ہے۔ اور کوئی اس سے
 تعرض نہیں کرتا لوگ دور دراز علاقوں سے آکر سرزمین حرم
 میں جمع ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ پھر یہ
 ذوالحجۃ کا منبرک مہینہ دیکھو اس کو بھی عزت والا
 مہینہ ٹھیرایا گیا۔ لوگ اقطار عالم سے یہاں پہنچ کر اس ذوالحجۃ
 میں حج کے مناسب و رسوم ادا کرتے ہیں۔ لوگ کعبہ کی بدو
 مشہور عام و خاص ہوئے۔ ان کی شہرت دور دراز علاقوں تک
 پہنچ گئی۔ لوگ ذوالحجۃ کے مہینے میں جمع ہو کر اپنے گناہوں
 کی معافی مانگتے ہیں۔ اسی طرح قربانی کو لوگوں کے لیے باعث نجات
 ٹھیرایا۔ محتاج اور مساکین قربانی کے جانوروں کا گوشت
 لے لیتے ہیں۔ کوئی آدمی بیکار نہیں۔ یہاں سب مصروف و
 مشغول ہیں۔ کچھ لوگ ذکر الہی میں لگے رہتے ہیں۔ یہ سب
 اس لیے ہے۔ کہ تم لوگ یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ کے ہر
 کام میں کچھ حکمتیں مضمون ہوتی ہیں۔ اللہ ہر چیز سے باخبر ہے
 زمین کے نیچے اور آسمانوں سے اوپر کی سب چیزوں کو اللہ
 خوب جانتا ہے۔ کوئی چیز بھی اس سے پوشیدہ نہیں۔

آیت نمبر ۹۸-۱۰۰: اَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدٌ

جان رکھو کہ خدا سخت عذاب دینے والا ہے

الْعِقَابِ وَأَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ

اور یہ بھی کہ خدا بخشنے والا مہربان بھی ہے

مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ وَاللَّهُ

پیغمبر کے ذمے تو صرف (ارشادات خدا کا) پہنچا دینا ہے اور جو کچھ

يَعْلَمُ مَا تَبْدُونَ وَمَا تَكْفُرُونَ

تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ چھپاتے ہو خدا سب جانتا ہے

قُلْ لَا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ

کہہ دو کہ ناپاک چیز اور پاک چیز برابر نہیں ہو سکتی گو ناپاک چیزوں

أَعْمَى كَثْرَةَ خَبِيثٍ فَاتَّقُوا اللَّهَ

کی کثرت تمہیں خوش ہی لگے تو عقل والو! خدا

يَأُولِي الْأَنْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ

سے ڈرتے رہو تاکہ رستگاری حاصل کرو

الرَّسُولِ سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 تشریح الفاظ | لَا يَسْتَوِي: برابر نہیں ہے (سَوِيَ يَسْوِي
 سے باب افتعال استواء)۔ الْخَبِيثُ: ناپاک، مراد ہے
 حرام چیز۔ الطَّيِّبُ: پاکیزہ، مراد ہے حلال چیز۔ اَعْجَبَكَ
 (اعجب + ك) تجھے خوش لگے، پسند ہو۔ اُولَىٰ بصبی اور
 جزئی حالت میں اُولَىٰ، رفعی حالت میں اُولُو جیسے اُولُو الْحَرَمِ
 وغیرہ) واحد ذُو آتا ہے۔ مَوْتٌ اُولَاتٍ جیسے اُولَاتِ
 الْعِلْمِ، اُولَاتِ الْفَضْلِ، اس کا واحد ذات ہے۔

الْاَلْبَابِ: واحد لَبٌ بمعنى عقل۔ یعنی عقل والو۔ اصل میں یہ
 اُولُو الْاَلْبَابِ تھا۔ اُولُو مضاف ہے اور مضاف پر کیا
 آنے سے مضاف منصوب ہو جاتا ہے۔ اس لیے کیا اُولَىٰ
 الْاَلْبَابِ بن گیا۔

مفہوم و مطلب | اس آیت میں بتایا کہ جو لوگ احکام الہی
 کی خلاف ورزی کرتے ہیں، اللہ کی حدود
 کو توڑتے ہیں۔ اپنے دامن کو گناہوں سے آلودہ کرتے ہیں۔
 انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ تعزیرات اور سزاکے
 معاملے میں بڑا سخت ہے۔ اور جو شخص اللہ کی فرمائشوں کو کرتا
 ہے، اس کے حکموں پر چلتا ہے، گناہوں سے توبہ و استغفار
 کرتا ہے تو ایسے لوگوں کو اپنی رحمت اور بخشش اس کے

عذاب پر غالب ہے۔ اور اکثر گناہ معاف کر دیتا ہے بشرط
یہ ہے کہ انسان صدق دل سے توبہ کرے اور اللہ کی طرف
جھٹک جائے اور آئندہ گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتا رہے
پھر فرمایا کہ لوگوں کی ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔
رسول کا کام تو صرف پیغامِ حق پہنچا دینا ہے۔ چنانچہ آپؐ
نے ہر ممکن طریق سے اللہ کے احکام پہنچا دیے جس نے
حق بات قبول کر لی وہ کامیاب ہو گیا اور جس نے خدا
کا کلام سن کر منہ موڑ لیا، اس کی عاقبت خراب ہے اللہ تعالیٰ
خوب جانتا ہے۔ کہ کون مؤمن ہے۔ اور کون کافر، کون
مطیع اور فرمان بردار ہے اور کون سرکش و نافرمان۔ وہ تو
دل کے بھیدوں سے بھی واقف ہے۔ ظاہر و باطن اس کے
سامنے ہیں۔ کوئی چیز اور کوئی خیال و عمل اس سے پوشیدہ
نہیں رہ سکتا۔ پیغمبر نے اپنا فریضہ تبلیغِ حق اور اشاعت
دین پورا کر دیا۔ اب عوام کی ذمہ داری ہے۔ ان سے پوچھا
جائے گا کہ کیا عمل لئے ہیں۔
پھر فرمایا۔ اے نبی! اپنی امت کو بتا دو پاک ورنپاک،
حلال و حرام، اطاعت اور سرکشی، ایمان و کفر، نیکی اور برائی
برابر نہیں ہو سکتے۔ اگر حرام اور ناپاک چیزوں کی کثرت
ہو جائے، برائی ساری دنیا میں پھیل جائے۔ اور یہ برائی

دیکھنے والوں کو مرغوب و پسندیدہ ہو کفر اور گناہ کتنا ہی
 و لفریب اور جاذب نظر کیوں نہ ہو یہ بہر حال ناپاک و حرام
 ہے۔ اللہ کے ہاں اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ اللہ کے
 نزدیک تو نیک اعمال کی قدر و منزلت ہے ایمان کی قدر
 ہے، نیکی کی قدر ہے۔ اس چند روزہ زندگی میں گناہوں کی
 و لفریبیاں، کفر و انکار کی دلکشی عصیاں اور سرکشی کی جاذبیت
 محض عارضی چیز ہے۔ مرنے کے بعد خدا کے حضور میں
 پیش ہونا ہے۔ وہ ہر عمل سے باخبر ہے۔ اللہ کے ہاں
 تو تصوراً سا عمل صالح اور حلال مال بھی قابل قدر ہے
 اس کا ثواب ملے گا۔ اور بد اعمالیوں کے انبار اور حرام مال
 کے ڈھیر بھی بے حقیقت ہیں۔ بڑی سے بڑی ناپاک اور
 حرام کی دولت بھی دوزخ سے نہیں بچا سکتی اور عمل
 صالح کے مقابلے پر گناہ کی کوئی قدر و قیمت نہیں گناہ
 تو الٹا عذاب کا موجب ہے۔ پاک مال سے ایک پیسہ بھی
 صدقہ خیرات کرنا باعث اجر ہے اور ناپاک مال سے لاکھوں
 روپے خیرات کر دینا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اس کے بعد
 عقلمندوں کو مخاطب کر کے فرمایا گیا کہ عقل و انصاف
 سے کام لو۔ ذرا سوچو اور غور کرو کہ فائدہ کس میں ہے
 اطاعت میں یا سرکشی میں؟ جب یہ حقیقت ہے کہ گناہ

دوزخ میں لے جائے گا اور نیکی جنت میں۔ تو پھر تم گناہوں سے کیوں نہیں بچتے۔ خدا کی نافرمانی سے بچنا ہی کامیابی اور فلاح کا ضمان ہے۔

آیت نمبر ۱۰۱-۱۰۲۔ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا

مومنو! ایسی چیزوں کے بارے میں مت سوال

تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبَدَّلَ لَكُمْ تَسْوَأٌ

کرو کہ اگر ان کی حقیقتیں تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں بُری معلوم

وَإِنْ تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنزلُ الْقُرْآنَ

ہوں اور اگر قرآن کے نازل ہونے کے ایام میں ایسی باتیں پوچھو گے تم

تُبَدَّلَ لَكُمْ عَفَا اللَّهُ عَنْهَا وَاللَّهُ غَفُورٌ

پر ظاہر بھی کر دی جائیگی (ابن اللہ نے ایسی باتوں کے پوچھنے سے)

حَلِيمٌ قَدْ سَأَلَهَا قَوْمٌ مِنْ قَبْلِكُمْ

درگزر فرمایا ہے اور خدا بخشنے والا بڑا ہے اس طرح کی باتیں تم سے

ثُمَّ اصْبَحُوا بِهَا كَفِرِينَ ۝

پہلے لوگوں نے بھی پوجھی تھیں (مگر بتائے جانے پر) پھر ان سے منکر ہو گئے

رَأَيْتُمْ لَوِ اسْتَسْلُوا: تم سوال نہ کرو۔ نہ پوچھو تَبْدُلُ لَكُمْ
 تشریح الفاظ | (تَبْدُلُ + لَكُمْ) تمہارے لیے ظاہر کیا جائے
 تَبْدُلُ اصل میں تَبْدَلُ تھا، اِنْ کی وجہ سے ی کو حذف
 کر دیا گیا۔ بَدَا اَبْدَأُ و بَدَأَ (بمعنی ظاہر ہونا) سے اَبْدَأُ
 یُبْدِي اَبْدَأُ باب افعال سے اور تَبْدَلُ مَضَارِعِ وَاھِد
 مؤنث غائب جہول ہے تَسْوُ لَكُمْ: (لَسْتُ + كُمْ) تَسْوُ
 رِساءَ یَسْوَعُ سے کہیں بری لگیں، تمہیں ناگوار ہوں جو اب
 شرط ہونے کی وجہ سے تَسْوُ یُن گیا ہو حین یُنزَلُ الْقُرْآنُ
 یُنزَلُ: نَزَلَ سے نَزَلَ یُنزِلُ تَنْزِيلًا باب تفعیل
 بمعنی آہستہ آہستہ اور تھوڑا تھوڑا نازل کرنا۔ یُنزَلُ مَضَارِعِ
 مجہول ہے یعنی نازل کیا جاتا ہے۔ حین بمعنی جب مراد ہے
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اور نزول وحی کے
 زمانہ میں۔ تَبْدُلُ + لَكُمْ: اس مسئلہ کے بارے میں اللہ کا
 حکم واضح کیا جائے۔ عَفَا اللہُ عَنْهَا: اللہ اس مسئلہ کے
 متعلق تمہارے سوال سے درگزر کرے۔ آئندہ ایسی سوال نہ
 کریں۔ سَأَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ: تم سے پہلے لوگوں نے

بھی اپنے انبیاء سے اس قسم کے سوالات پوچھے تھے۔ اَصْحٰوَابِہَا
 کَافِرِیْنِ: اس سے انکار کر لیجئے۔

مفہوم و مطلب | ان آیتوں کے شان نزول سے متعلق مختلف روایات
 ہیں۔ ایک روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم
 صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن خطبہ ارشاد فرمایا۔ کہ اللہ نے تم پر
 حج فرض کر دیا ہے۔ اس پر افسر ع بن حابس نے پوچھا
 کہ یا رسول اللہ! کیا ہر سال؟ آنحضرت نے منہ پھیر لیا۔ اس نے
 پھر سوال کیا۔ آپ نے پھر منہ موڑ لیا۔ جب اس نے تیسری مرتبہ
 سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ نہیں، اگر میں ہاں کر دیتا تو ہر
 سال واجب ہو جاتا اور اگر ہر سال واجب ہو جاتا تو تم
 ہر سال حج نہ کر سکتے۔ جو بات میں نہیں بتاتا، وہ کرید کرید
 کر پوچھا نہ کرو۔ تم سے پہلی قومیں بکثرت سوال کرنے کی وجہ
 سے ہلاک ہوئیں۔ جس کا میں حکم دوں، وہ جہاں تک بن پڑے
 کر لیا کرو۔ جب کسی چیز سے روکوں تو باز آجایا کرو۔ اس
 موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ (صحیح مسلم)

حضرت انس رضی بن مالک کہتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم نے ایک خطبہ دیا۔ میں نے ویسا خطبہ نہیں سنا تھا
 آپ نے فرمایا کہ جو کچھ میں جانتا ہوں۔ اگر تمہیں معلوم ہو جائے
 تو تمہارا ہنسا کم اور رونا زیادہ ہو جائے۔ صحابہ کرام نے
 اپنے چہرے چھپا لیے اور زار زار رو رہے تھے۔ اس موقع پر
 ایک آدمی نے پوچھا: یا رسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ آپ

نے فرمایا کہ فلاں اس وقت یہ آیت نازل ہوئی صحیح بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی،
 اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا۔ کہ اے ایمان والو! جس چیز
 کے بارے میں قرآن مجید اور وحی الہی خاموش ہو، اس سے
 متعلق سوال نہ پوچھو۔ اگر تم خواہ مخواہ سوالات کرو گے
 تو وحی کا سلسلہ تو جاری ہے، قرآن مجید نازل ہو رہا ہے
 یہ عین ممکن ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ سوال کے جواب میں
 ایسے احکام نازل کر دے جو تمہارے لیے باعث تکلیف و
 مشقت ہوں یا تمہیں اس سوال کا جواب سن کر رنج و غم ہو۔
 البتہ یہ جائز ہے کہ قرآن مجید نے کوئی حکم اجمالاً بیان کیا ہو
 تو تم اس کی تشریح اور توضیح پوچھ لو۔ غیر متعلقہ امور کے بارے
 میں تمہارے گزشتہ سوالات کو اللہ نے معاف فرما دیا۔ اب
 اللہ نے تمہیں آگاہ کر دیا ہے کہ آئندہ ایسے لایعنی سوالات نہ
 پوچھو۔ اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ اس کی بخشش اور
 بردباری ہے کہ وہ تمہارے گناہوں سے درگزر کرتا ہے،
 اور تمہیں فوراً سزا نہیں دیتا۔

عَنْ اللَّهِ عَنْهَا كَأَيْكَ مَفْهُومٌ يَهِيَ بِي كَمَا أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى
 نے ایسے مسائل کے بارے میں سکوت اور خاموشی اختیار فرما کر
 تمہیں تکلیف اور مشقت سے بچا لیا ہے۔ اب تم بھی خاموش
 رہو اس کی تائید میں ابو نعیم کی حدیث ہے۔ جس میں نبی صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے جو فرائض عائد کر دیے ہیں، ان کو ضائع نہ کرو۔ اور جن اشیاء سے روکا ہے۔ ان کا ارتکاب نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے حد بندی کر دی ہے۔ اس کی حدود کو نہ توڑو۔ اور چند امور سے اس نے عمدًا خاموشی اختیار فرما کر تمہیں معافی دی ہے، ان کو کرید کرید کر مت پوچھو۔" پھر فرمایا کہ تم سے پہلے بھی لوگوں نے اپنے اپنے نبیوں سے اسی طرح لابیعی سوالات پوچھے۔ جب ان سوالات کا جواب دے دیا گیا تو وہ انکار کر بیٹھے۔ حضرت صالحؑ کی قوم نے اپنے نبی سے اونٹنی کا تقاضا کیا۔ جب اللہ نے ایک اونٹنی بھیج دی تو انہوں نے اس اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں اور ماننے سے انکار کر دیا۔ اسی طرح عیسیٰؑ نے قوم نے حضرت عیسیٰؑ سے سوال کیا۔ کہ وہ آسمان سے "مائدہ" لائیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مائدہ نازل کیا تو وہ منکر ہو گئے۔ سابقہ امتوں نے یہ ثابت کر دیا کہ جب ان کے کئے پر احکام نازل کئے گئے تو وہ سرکشی، بد عملی اور فسق و عصیان کی وجہ سے منکر ہو گئے۔ اور احکام الہی کو پس پشت ڈال دیا۔ گزشتہ امتوں سے تم سبق حاصل کرو۔

آیت ۱۰۳-۱۰۴: مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ

خدا نے نہ تو بکیرہ اور نہ سائیبہ اور نہ

وَلَا سَائِبَةٍ وَلَا وَصِيلَةٍ وَلَا حَامٍ

وصیلہ اور نہ حام یعنی ان میں سے کوئی چیز مشروع نہیں کی

وَلَكِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ

بلکہ کافر خدا پر جھوٹ افتر کرتے ہیں اور یہ اکثر عقل

الْكُذِبِ وَأَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝ وَإِذَا

نہیں رکھتے اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ جو (کتاب)

قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ

خدا نے نازل فرمائی ہے اس کی اور رسول اللہ کی طرف رجوع کرو

إِلَىٰ الرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا

تو کہتے ہیں کہ جس طریق پر ہم نے اپنے بڑوں کو پایا ہے وہی

عَلَيْهِ أَبَاءُنَا أَوْ لَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا

ہمیں کافی ہے بھلا اگر ان کے بڑے نہ تو کچھ جانتے ہوں اور

يَعْلَمُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ۱۰۴

نہ سیدھے رستے پر ہوں (رتب بھی ہے)

مَا جَعَلَ اللَّهُ؛ اللہ نے نام نہیں رکھے۔ مقرر نہیں
تشریح الفاظ کیا۔ شریعت میں حکم نہیں دیا، من زاوہ ہے۔
بَحِيرَةٌ؛ وہ اونٹنی ہے۔ جو پانچ بچے دے
 چکی ہو۔ اور آخری بچہ نہ ہو۔ تو عرب ایسی اونٹنی
 کا کان چیر دیتے تھے۔ نہ اسے ذبح کرتے نہ اس پر
 سواری کرتے، نہ اسے دوہتے۔ اور نہ اس اونٹنی کو پانی
 سے روکتے اور نہ چراگاہ سے۔ **سَائِبَةٌ**؛ وہ اونٹنی جو
 مسلسل دس ماہ بچے دے۔ عرب زمانہ جاہلیت میں ایسی
 اونٹنی پر نہ سواری کرتے، نہ اس کی اون اتارتے اور نہ اس
 کا دودھ پیتے۔ **وَسَيْلَةٌ**؛ جب کوئی بھیڑ بکری ماہ بچہ دیتی
 تو عرب اپنے لیے رکھ لیتے، اگر نہ بچہ دیتی تو اسے اپنے معبودوں
 کی نذر کر دیتے۔ اور اگر بکری بیک وقت ایک نہ بچہ اور
 ایک ماہ بچہ دیتی تو عرب کہتے اب جوڑا بن گیا ہے۔ پھر
 نہ بچہ معبودوں کے لیے ذبح نہ کیا جاتا۔ حکام: وہ نہ
 اونٹ ہے جس کی پشت رنسل (سے دس بچے پیدا ہو چکے
 ہوں۔ عرب ایسے اونٹ پر نہ تو بوجھ لادتے۔ نہ پانی او

چرا گاہ سے روکتے۔ بلکہ کہتے کہ اس اونٹ نے اپنی پشت
کو بچالیا ہے۔ **تَعَالَوْا: آؤ مفرد تعال ہے۔**
اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جاہلیت کے عربوں
مفہوم و مطلب نے ان چار پایوں کی عزت و حرمت اپنی
طرف سے قائم کر لی ہے۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے
کوئی حکم نہیں دیا۔ ان کے تمام رسم و رواج باطل اور
غیر مشروع ہیں۔ کافروں کی اس قسم کی سب باتیں جھوٹ
ہیں۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ پر افترا باندھتے ہیں۔ اللہ نے اس
کا مطلقاً کوئی حکم نہیں دیا۔ جب ان لوگوں کو وحی الہی اور
قرآن مجید کی طرف بلایا جاتا ہے تو ان کے دل دلائل و
براہین کو بالکل نہیں سنتے اور جمود اور بے حسی کے باعث
کہہ دیتے ہیں کہ جو کچھ ہمارے باپ دادا کرتے چلے آ رہے
ہیں وہ ہمارے لیے کافی ہے۔ قرآن مجید نے جواب دیا۔
کہ ان کے باپ دادا تو دینی سمجھ بوجھ سے کورہتے
بت پرستی اور شرک نے ان کے ذہن مسخ کر دیے تھے،
ان کی آنکھوں پر پردے پڑ چکے تھے۔ ان کے دل زنگ لود
ہو چکے تھے۔ وہ تو خود گمراہ تھے۔ ایسے باپ دادا کی پیروی
کرنے کے تم راہ راست کیسے پاسکتے ہو۔ بغض و عداوت کی
تاریکیاں اور شرک و بت پرستی کی ظلمتیں تمہیں نور ایمان

اور راہِ ہدایت سے روک رہی ہیں۔ قرآن مجید نے دعوتِ
دی کہ دلائل کو جانچو، براہین کا وزن دیکھو۔ اور جہالت
اندھی تقلید اور کورانہ بت پرستی سے باز آ جاؤ۔

آیت نمبر ۱۰۵۔ یٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ

مؤمنو! تم اپنی جانوں کی محافظت کرو جب تم

انفسکم لا یضرکم من ضل اذا

ہدایتنا پتہ ہو تو کوئی گمراہ تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتا۔ تم سب کو

اھتدینتم الی اللہ مرجعکم

خدا کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ تو جو کام تم کرتے رہے ہو گے

جَمِیْعًا فِیْنَبِئْکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ

وہ اقیامت کو ایک ایک تمہیں بتا دے گا

تشریح الفاظ | عَلَيْكُمْ اَنْفُسِكُمْ: تم اپنے آپ کو گناہوں سے
بچاؤ۔ تم اپنا بچاؤ کرو۔ مَرْجِعِكُمْ: تمہارا لوٹنا

یا رجوع کرنا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ اے
مفہوم و مطلب | ایمان والو! کفار اور مشرکین کا رویہ تمہارے

سامنے ہے۔ ان کو اسلام اور توحید سے ضد ہے۔ وہ اپنے
شُرک و کفر پر مصر ہیں۔ دلائل و براہین کو سنتے کے لیے
وہ قطعاً آمادہ نہیں۔ اب تمہارا کام یہ ہے کہ تم اپنی اصلاح
کرو۔ اپنے آپ کو معاصی اور گناہوں سے بچاؤ۔ اگر تم راہِ
راست اور رشد و ہدایت پر قائم رہے۔ تو گمراہوں کی گمراہی
تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گی۔ خود گمراہ لوگ گھائے اور
خسارے میں ہیں۔ وہ تمہارا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔ تمہارے
نیک اعمال اور خاصیت تمہاری کامیابی کی دلیل ہوگی
گمراہ لوگوں کی گمراہی ان کے لیے وبال بن جائے گی۔

البتہ ایک بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ جہاں تک
بن پڑے ایک مومن تبلیغ و اشاعت سے عہدہ براہونے کی
کوشش کرتا رہے۔ کیونکہ ظلم و عصبانیت انفرادی شے نہیں، اس
کے اثرات اجتماعی ہیں۔ معاشرہ میں فساد اور بگاڑ کی روک تھام
ہر مسلمان کا فرض ہے۔ البتہ جب ہر طرف سے مایوسی نظر آتے

لگے، جب دعوت و ارشاد کا اثر بالکل مفقود ہو جائے،
 جب لوگ گناہوں پر اصرار کریں اور نیکی اور تقویٰ کی بات پر
 کان نہ دھریں تو پھر مٹوسن کو چاہیے کہ اپنے آپ کو ضرور بچائے
 رکھے، ایسا نہ ہو کہ وہ بھی گمراہوں کے ساتھ گمراہی کی رو میں
 بہ جائے۔ پھر فرمایا کہ انجام کار سب لوگوں کو خدا ہی کے
 حضور میں پیش ہونا ہے۔ وہ قیامت کے دن سب کے
 اعمال کا محاسبہ کرے گا۔ ہر شخص کے کاموں کا جائزہ لے گا
 اس دن اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کی نیکیوں اور برائیوں
 سے مطلع کرے گا پھر نیک لوگوں کو ابدی راحت اور زندگی
 کے لیے جنت میں بھیج دے گا۔ اور بدکردار لوگوں کو ان کے
 جرائم کی سزایں دوزخ میں ڈال دے گا۔

آیت نمبر ۱۰۶-۱۰۸: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةٌ

مومنو! جب تم میں سے کسی کی موت

بَيْنَكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِينَ

رکا وقت، آپہنچے تو شہادت رکا نصاب، یہ ہے کہ وصیت کرنے کے

الْوَصِيَّةِ اثْنَيْنِ ذَوِ عَدْلٍ مِنْكُمْ أَوْ

وقت تم مسلمانوں میں سے دو صاحب عدل گواہ ہوں یا اگر تم سفر کر رہے

أَخْرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ إِنْ أَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ

ہو اور اس وقت تم پر موت کی مصیبت واقع ہو تو تم مسلمانوں کے سوا

فِي الْأَرْضِ فَاصْبِرْ لِمَصِيبَةِ الْمَوْتِ

دو اور شخص (گواہ ہونے چاہئیں)

تَحِيسُوْنَهُمَا مِنْ بَعْدِ الصَّلَاةِ فَيُقْسِمِ

اگر تم کو ان کی نسبت کچھ شک ہو تو ان دونوں کو (عصر کی نماز کے بعد کھڑا کرو اور

بِاللَّهِ إِنْ أَرْتَبْتُمْ لَأَنْشُرِي بِهِ ثَمَنًا

وہ دو نو خدا کی قسم کھائیں کہ ہم شہادت کا کچھ عوض نہیں لیں گے۔ گو وہ

وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ وَلَا أَنْتُمْ شُهَادَةٌ

ہمارا رشتہ دار ہی ہو۔ اور نہ ہم اللہ کی شہادت کو چھپائیں گے اگر ایسا

اللَّهُ إِنَّا إِذْ أَلَمْنَا الْأَشْمِئِينَ ۚ فَان

کریں گے تو گنہگار ہوں گے اگر خبر ہو جائے

عُذِرَ عَلَىٰ أَنَّهُمَا اسْتَحَقَّا إِثْمًا فَاخْرَأْتِ

کہ ان دونوں نے رجسٹ بول کر، گناہ حاصل کیا ہے تو جن لوگوں کا انہوں

يَقُومَانِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِينَ اسْتَحَقَّ

نے حق مارنا چاہا تھا ان میں سے ان کی جگہ اور دو گواہ کھڑے ہوں اور

عَلَيْهِمُ إِلَّا وَلِيُّنِ فَيُقْسِمُونَ بِاللَّهِ لِشَهَادَتِنَا

وہ جس کے حق میں گواہی دیں، اس سے قرابت قریبہ بھی رکھتے ہوں، پھر وہ

أَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَا

خدا کی قسمیں کھائیں کہ ان کی شہادت سے ہماری شہادت بہت درست ہے

إِنَّا إِذَا لَمِنَ الظَّالِمِينَ ۚ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ

اور ہم نے کوئی زیادتی نہیں کی ایسا کیا ہو تو ہم بے انصاف ہیں اس طریق

يَأْتُوا بِالشَّهَادَةِ عَلَىٰ وُجُوهِهَا وَيَخَافُوا

سے بہت قریب ہے اور یہ لوگ صحیح صحیح شہادت دیں یا اس بات سے

اَنْ تَرُدَّ اِيْمَانًا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَاَلْقُوا

خوف کریں کہ (ہماری) قسمیں ان کی قسموں کے بعد رو کر دی جائیں گی اور خدا

اللَّهُ وَاسْمَعُوا وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

سے ڈرو اور اس کے حکموں کو گوش ہوش سے (سنو اور خدا نافرمان لوگوں

الْفٰسِقِيْنَ ۝

کو ہدایت نہیں دیتا

شَّهَادَةٌ بَيْنَكُمْ: اس چیز کی شہادت جو
تشریح الفاظ: کچھ تم کو معلوم ہے یا تم نے دیکھا ہے۔ اِذَا
حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ: جب تم میں سے کسی کی موت
کا وقت قریب آئیے۔ ذَوَا عَدْلٍ: دو منصف اور عادل
مِنْكُمْ: تم میں سے یعنی مسلمانوں میں سے یا بقول بعض تمہارے
خاندان سے اَخْرَاجُ مِنْ عَدْلِكُمْ دُوغَيْرِ مُسْلِمٍ: یا بقول
بعض دو اجنبی۔ حَضَرَ بِشْرٍ فِي الْأَرْضِ: تم سفر کرو۔
كُحِبُّوا نَهْمًا: ان دونوں کو تم روکے رکھو۔ تاکہ کہیں جگہ
نہ جائیں مِنْ بَعْدِ الصَّلَاةِ: مراد ہے عصر کی نماز کے بعد
فِي قَسَمَيْنِ بِاللَّهِ: اور دونوں خدا کی قسم کھائیں۔ اِزْتَبْتُمْ
ان کی شہادت کے بارے میں (تم رواتوں کو شک ہو اور ریب سے
اِزْتَابَ بَابُ افْتَعَالٍ)۔ لَا نَشْتَرِي: ہم نہیں بیچتے، ہم
تبادلہ نہیں کرتے۔ یہ قسم کی طرف ضمیر راجع ہے۔ بعض کے مطابق
اللہ کے ثواب یا شہادت کی طرف ضمیر راجع ہے۔ ثَمَنًا: لفظی ترجمہ

قیمت میرا ہے عوض میں دنیا کی کوئی چیز نہیں لیں گے۔ ذَا قُرْبٰی
ہمارا قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ یعنی اگر قریبی رشتہ دار کے
خلاف بھی شہادت دینی پڑے تو ہم رشوت وغیرہ نہیں لیں گے۔
الْاَثْمِیْنَ: گنہگار (واحد اثم) عَشْرًا: اطلاق مل جائے۔ خبر
ہو جائے اسْتَحَقَّ: ارتکاب کیا ہے۔ حاصل کیا ہے اِثْمًا: گناہ
مراد ہے کہ حلف اٹھانے کے بعد معلوم ہو کہ ان گواہوں نے شہادت
میں جھوٹ بولا ہے جھوٹی قسم کھائی ہے یا موصلی کی وصیت میں
خیانت کی ہے۔ فَاْخْرَانِ: وارثوں میں سے دو آدمی جو ان
کی جگہ صحیح صحیح گواہی دیں، یا اللہ کی قسم کھائیں، یا ان کی خیانت
کا اظہار کریں۔ یَقُوْمَانِ مَقَامَهُمَا: پہلے دو گواہوں اور
حلف اٹھانے والوں کی طرح گواہی دینے اور حلف اٹھانے کے
لیے کھڑے ہوں۔ مِنَ الَّذِیْنَ اسْتَحَقَّ عَلَیْهِمْ: ان وارثوں
میں سے جن کے خلاف گواہوں نے جھوٹی شہادت دی۔ الْاَوْلِیَاذِ
تثنیہ ہے اُولٰی کا یعنی دو قرابت دار۔ وَمَا اعْتَدَا یُنَا: اور
ہم نے شہادت یا قسم میں کسی حد سے تجاوز نہیں کیا۔ اِذَا: اگر جھوٹ
قسم کھائی تو پھر۔ اَدْنٰی: زیادہ قریب۔ رَدْنَا یَدُنَا دُنُوًّا
سے دَاۤیْنِ اسم فاعل اور اَدْنٰی اسم تفضیل، وَجْهًا: اپنی
حالت میں یعنی کذب اور خیانت کے بغیر تَرَدُّدًا: رو کر دی جائے گی
باطل ٹھیرائی جائے گی۔ اَیْمَانٌ بَعْدَ اَیْمَانِهِمْ: ہماری قسمیں

وارثوں کے حلف کے بعد۔ یعنی وارثوں کے حلف کے بعد ہماری قسم باطل قرار دے دی جائے گی۔ **الْفٰسِقِیْنَ** : نافرمان۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسے مفہوم و مطلب ایمان والو! اگر تم میں سے کوئی تجارت یا کسی اور غرض سے سفر کو نکلے۔ پھر دوران سفر میں جب اسے اپنی موت کے آثار نظر آنے لگیں تو وہ وصیت کر سکتا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اگر ہو سکے تو دو عادل مسلمانوں کو اپنی وصیت کا گواہ ٹھہرائے۔ اگر مسلمان گواہ دستیاب نہ ہوں تو پھر دو غیر مسلم گواہ مقرر کر لے۔ تاکہ یہ گواہ اس کی وصیت اور ترکہ کی گواہی دے سکیں۔ گواہوں کے بارے میں حکم یہ ہے کہ تم ان دونوں گواہوں کو خانہ عصر کے بعد تک روکے رکھو، پھر وہ عصر کے بعد گواہی دیں۔ کیونکہ یہ وقت کئی اعتبار سے موزوں ہے۔ اہل کتاب کے نزدیک یہ وقت مقدس ہے اور وہ اس وقت جمعوت بولنا روا نہیں سمجھتے۔ پھر یہ وقت فرصت و فراغت کا بھی ہے۔ دن بھر کے کام کاج سے قدرے فراغت مل جاتی ہے اور لوگ بکثرت جمع ہو سکتے ہیں اور اگر گواہ جھوٹی شہادت یا خیانت وغیرہ کے مرتکب ہوں گے تو برسر عام ان کی رسوائی اور ذلت ہوگی۔ اس کے بعد اگر تمہیں ان کے بیان میں شک نظر آئے تو دونوں گواہ اللہ کی قسمیں کھائیں۔ کہ ہم کسی دنیاوی غرض اور رشوت وغیرہ کے لیے حلف نہیں اٹھا رہے، او

یہ کہ ہم گواہی کا پورا پورا حق ادا کریں گے۔ کسی بات کو نہ چھپائیں گے خواہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ اور اگر رشوت وغیرہ ہیں، جھوٹی قسم کھائیں۔ شہادت کے کسی حصے کو بھی چھپائیں یا ترکہ میں خیانت کریں تو ہم گنہگار ٹھہریں گے۔ اور ظالموں میں شمار ہوں گے۔ جب یہ بات ثابت ہو جائے کہ گواہوں نے جھوٹ بول کر گواہی کو بدل کر یا موصی کے ترکہ میں خیانت کر کے گناہ کا ارتکاب کیا ہے تو وارثوں کے لیے ضروری ہو جاتا ہے کہ حق ثابت کرنے کے لیے ان دونوں کی گواہی کو ٹھکرا دیں اور میت کے وارثوں میں سے دو قریبی آدمی گواہی دے کر پہلے دونوں گواہوں کی شہادت کو باطل قرار دے سکتے ہیں۔ ان آخری گواہوں کو اس بات کا حلفیہ اقرار کرنا پڑے گا کہ ان کی شہادت بالکل درست اور صحیح ہے اس کے بعد پہلے گواہوں کی شہادت مردود ٹھہرے گی۔ کیونکہ انہوں نے حدودِ الہی سے تجاوز کیا تھا۔ جھوٹی قسم کھانے والا ظالم بھی ٹھہرتا ہے یہ بات بڑی واضح ہے کہ قسم کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے۔ جب گواہوں کی صداقت پر شک کیا جائے۔ بعض مفسرین کی یہ رائے ہے کہ جب گواہ غیر مسلم ہوں تو پھر قسم ضروری ہے۔ ان آیات سے مندرجہ ذیل مسائل اخذ کیے جاتے ہیں

۱۔ مرنے والے کو وصیت کی اجازت سفر کی حالت میں بالخصوص وصیت کی ترغیب۔

- ۲۔ وصیت اور ترکہ وغیرہ کے لیے دو گواہوں کا تقرر۔
 ۳۔ بہتر صورت یہ ہے کہ گواہ مسلمان مٹومن ہوں۔
 ۴۔ بحالت مجبوری وصیت کے بارے میں غیر مسلم کی گواہی بھی جائز ہے۔

- ۵۔ گواہی کے اعلان اور بیان کے لیے مناسب وقت کا تقرر، جب کہ لوگ بکثرت جمع ہو سکیں۔
 ۶۔ بصورت شک گواہ حلف اٹھائے کہ وہ حق بات کہے گا، شہادت میں کچی بیشی اور مال میں خیانت نہیں کرے گا۔ اور کسی فریق کی وہ رعایت نہیں کرے گا۔

- ۷۔ غلط شہادت اور خیانت سے گواہی باطل اور مردود ہو جاتی ہے جب کہ وارث حلفیہ ترویج کر دیں۔
 ۸۔ جھوٹی گواہی اور مال میں خیانت گناہ اور خدا کی نافرمانی ہے۔
 ۹۔ صحیح صحیح شہادت کے لیے مناسب اہتمام ضروری ہے۔
 ۱۰۔ کسی مصلحت یا عدم احتیاط کی وجہ سے احکام الہی ہیں کوتاہی سے نافرمانی واجب آتی ہے۔

اوپر کی آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کسی مسلمان کی موت کا وقت قریب آئیے تو وہ دو مسلمان عادلوں کو اپنی وصیت کا گواہ مقرر کرے۔ اگر سفر میں ہو، اور مسلمان شاید نہ مل سکیں۔ تو دو کافروں کی شہادت بھی جائز ہے۔ اگر مرنے والے کے وارثوں کو اپنی

گواہوں کی صداقت میں شک ہو تو گواہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ وہ حقیقی بات کہتے ہیں، شہادت کو چھپاتے نہیں اور میت کے مال میں ذرا بھی خیانت نہیں کرتے، اگر حلف اٹھانے کے بعد بھی ان گواہوں کے خلاف کوئی بات ثابت ہو جائے تو میت کے وارثوں میں سے دو آدمی قسم کھا کر اپنا مطالبہ پیش کریں۔ ان کی قسم کے مطابق عمل درآمد کیا جائے گا۔

ان آیات کے نزول کے ضمن میں ایک روایت ہے کہ تمیم داری اور عدی بن بداء دو عیسائی مکہ، مدینہ اور شام میں تجارت کا مال لے کر آیا جاتے کرتے تھے۔ ہجرت مدینہ کے بعد ایک مرتبہ وہ شام کو گئے اور ان کے ساتھ حضرت عمر بن عاص کا ایک مولیٰ بدیل بن ابی ماریہ بھی مال تجارت لے کر چل پڑے۔ یہ بدیل مسلمان تھے۔ ان کے سامان تجارت میں چاندی کا ایک قیمتی اور مرصع پیالہ تھا راستے میں کسی مقام پر حضرت بدیل بیمار ہو گئے انہوں نے اپنے دونوں ساتھیوں تمیم اور عدی کو وصیت کی کہ وہ دونوں ان کا سامان ان کے گھر پہنچا دیں۔ بدیل نے ایک رقعہ لکھ کر سامان میں بند کر دیا۔ مگر ان میں سے کسی کو اس یادداشت کے متعلق نہ بتایا۔ تمیم اور عدی نے چاندی کا پیالہ نکال لیا۔ اوھر گھر والوں نے پیالہ تلاش کیا، لیکن انہیں چاندی کا پیالہ نہ ملا۔ معاندہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا

اس وقت آیت نمبر ۱۰۶ نازل ہوئی۔ چنانچہ آپ نے تمیم اور عدی کو بلا کر پوچھا تو وہ قسم کھا گئے کہ ہم نے پیالہ نہیں لیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد پیالہ ان دونوں کے پاس دیکھا گیا۔ معاملہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہوا۔ اس موقع پر آیات ۱۰۷، ۱۰۸ نازل ہوئیں۔ چنانچہ حضرت عمرو بن عاص اور مطلب بن ابی رفاعہ نے حلف اٹھایا کہ ہماری بات دو نصرانیوں سے زیادہ صحیح اور مضبوط ہے اور جام بدیل کا تے چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ جام ان سے لے کر بدیل کے گھر والوں کو دلوادیا۔

آیات نمبر ۱۰۹-۱۱۵ یَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ

جس دن خدا سب پیغمبروں کو جمع کریگا تو

فَيَقُولُ مَاذَا أَجَبْتُمْ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا

ان سے پوچھے گا کہ تمہیں کیا جواب ملا تھا وہ عرض کریں گے کہ (پروردگارا)

إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝ إِذْ قَالَ

ہمیں (لوگوں کے دلوں کا حال) کچھ معلوم نہیں تو ہی غیب کی باتوں سے خوب

اللَّهُ يُعِيْسِي ابْنَ مَرْيَمَ إِذْ كَرِهَ لِيَعْبُدْتَنِي

واقف ہے اس روز خدا! عیسیٰ سے (فرمائے گا کہ اسے عیسیٰ بن مریم! میرے

عَلَيْكَ وَعَلَىٰ وَالِدَتِكَ إِذْ أَبَدْتِكَ

ان احوالوں کو یاد کرو جو میں نے تم پر اور تمہاری والدہ پر کئے جب میں نے

بِرُوحِ الْقُدُسِ (یعنی جبرئیل) سے تمہاری مدد کی) تم جھوٹے میں اور جوان ہو کر (ایک

قفا) تَكَلِمَ النَّاسِ فِي

الْبُهْدِ وَكُهْلًا وَإِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ

ہی نستی بدیخ پر) لوگوں سے گفتگو کرتے تھے اور جب میں نے تم کو کتاب اور دانائی

وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَإِذْ

اور تورات اور انجیل سکھائی اور جب تم میرے حکم سے مٹی کا جانور بنا کر اس

تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ

میں پھونک مار دیتے تھے تو وہ

يَاذُنِي فَتَنْفَخُ فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًا

میرے حکم سے اڑنے لگتا

بَارِذُنِي وَتِيرِي الْأَكْمَةَ وَالْأَبْرَصَ

اور بار زاد اندھے اور کوڑھی کو میرے حکم سے چنگا کر دیتے تھے اور

بَارِذُنِي وَإِذْ تَخْرِجُ الْمَوْتَى بِأَرْذِي وَإِذْ

مردے کو میرے حکم سے (زندہ کر کے) نکال کھڑا کرتے تھے اور

كَفَفْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَنْكَ إِذْ جِئْتَهُمْ

جب میں نے بنی اسرائیل کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا تھا جب تم ان کے

بِالْبَيِّنَاتِ فَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ

پاس کھلے ہوئے نشان لے کر آئے جو ان میں کافر تھے کہنے لگے یہ تو

إِنْ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ وَإِذْ

سریع جادو ہے اور جب میں

أَوْحَيْتُ إِلَى الْحَوَارِيِّينَ أَنْ آمِنُوا بِي

نے حواریوں کو القا کیا کہ مجھ پر اور میرے پیغمبر پر ایمان لاؤ وہ کہنے لگے

وَيُرْسُولِي قَالُوا آمَنَّا وَاشْهَدْ بِأَنبَاءِنَا

کہ (پہرے) اور تمہارا کہ ہم ایمان لائے اور تو شاہد رہیو کہ

مُسْلِمُونَ ۝ اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ يَعْيسَىٰ

ہم فرماں بردار ہیں۔ (یہ قصہ یاد کرنے کے لائق ہے) جب حواریوں نے کہا

ابن مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ اَنْ

کہ اے عیسیٰ بن مریم! کیا تمہارا پروردگار پسند کرتا ہے کہ ہم پر آسمان سے

يُنزِلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ قَالَ

خوان (طعام) نازل کرے۔ انہوں نے کہا کہ اگر ایمان رکھتے

اتَّقُوا اللَّهَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ قَالُوا

ہو تو خدا سے ڈرو وہ بولے

نُرِيدُ اَنْ نَّأْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمِئِنَّ قُلُوبُنَا

کہ ہمارا یہ مقصود ہے کہ ہم اس میں سے کھائیں اور ہمارے دل

وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَّقْتَنَا وَنَكُوْنُ

تسلی پائیں اور ہم جان لیں کہ تم نے ہم سے سچ کہا ہے اور ہم اس

عَلَيْهَا مِنَ الشُّهَدَاءِ ۝ قَالَ عِيسَىٰ

رخوان کے نزول پر گواہ رہیں (رتباً) عیسیٰ بن مریم

وَوَدَّعَاكَ يَا رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا

نے (خدا سے) دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار! ہم پر آسمان سے

مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا

خوان نازل فرما کہ ہمارے لیے عید ہو جائے

لَا وَّلَيْنَا وَآخِرِنَا وَأَيَّةٌ مِّنكَ وَارْزُقْنَا

یعنی ہمارے اگلے اور پچھلوں (سب) کے لئے اور تیری طرف سے نشانی ہو اور

وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ۝ قَالَ اللَّهُ إِنِّي

بھی رزق دے تو بہتر رزق دینے والا ہے خدا نے فرمایا میں تم پر ضرور

مَنْزِلُهَا عَلَيْكُمْ فَمَنْ يَكْفُرْ بَعْدَ ذَلِكَ

خوان نازل فرماؤں گا لیکن جو اس کے بعد تم میں سے کفر کرے گا اسے

فَأِنِّي أَعَذِّبُهُ عَذَابًا لَّا أُعَذِّبُهُ أَحَدًا

ایسا عذاب دوں گا کہ اہل عالم میں کسی کو ایسا

مِّنَ الْعَالَمِينَ ۝

عذاب نہ دیا جائے گا

تشریح الفاظ | **مَاذَا أُجِيبْتُمْ** : تمہیں کیا جواب دیا گیا یعنی **يَوْمَ** : سے مراد یوم قیامت۔ **يَجْمَعُ** : جمع کرے گا

تمہاری امتوں نے تمہاری دعوت و تبلیغ کا کس طرح خیر مقدم کیا جن لوگوں کے پاس تمہیں بھیجا گیا تھا ان کا رد عمل کیا تھا، **لَا عِلْمَ لَنَا** : ہمیں کچھ علم نہیں۔ مفسرین کا خیال ہے۔ کہ روز محشر کے ہولناک اور خوفناک مناظر کی وجہ سے پیغمبروں پر بھی عجز و انکسار مستولی ہوگا۔ وہ عدم قدرت کا اظہار کرتے ہوئے کہیں گے کہ یا اللہ تو خوب جانتا ہے۔ تیرے علم کے مقابلے پر ہمارا علم بھی بے حقیقت سے ہمیں تو ظاہری الفاظ کا علم ہو سکتا ہے لیکن باطن کے اسرار تک ہماری قاصر نگاہ کیسے پہنچ سکتی ہے۔ **أَيُّدُ تَك** : میں نے تیری مدد کی۔ تائید کی۔ تجھے قوت اور عزم عطا کیا۔ **رُوحُ الْقُدَّاسِ** : فرشتہ وحی یعنی جبرائیل علیہ السلام۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں خاص روح ظاہرہ عطا کی ہے **تُكَلِّمُ النَّاسَ** : تو باتیں کرتا تھا۔ **الْمَهْدِ** : جھولا، مراد بچپن۔ **كَهْفًا** : بڑھاپے میں، تیس برس سے اوپر کی عمر میں یعنی عہد نبوت میں۔ **إِذ** : جب، یعنی میری نعمت یاد کرو جب میں نے تمہیں کتاب کی تعلیم دی، کتاب الہی سکھائی کتابت کی تعلیم دی۔ کتاب سے مراد خط ریختی لکھائی بھی ہے۔ **الْحِكْمَةُ** : علم اور حسن تدبیر، اسوہ۔ صحیح علم جو دین دنیا میں نافع عمل ہے

کَهَيْتَ: کہ بمعنی مانند۔ هَيْتَ: بمعنی شکل۔ فَتَنْفَخُ: پس
 تو پھونکتا تھا۔ فِيهَا: پرندے کی اس شکل میں تَبْرِي: تو تندرست
 کرتا تھا۔ الْاَلَمَةُ: پیدائشی اندھا۔ الْاَبْرَصَى: برص کی بیماری
 والا، کوڑھی، وہ شخص جس کے بدن پر سفید سفید داغ نمودار ہو جائیں
 تَخْرُجُ الْمَوْتَى: تو مردوں کو قبروں سے زندہ نکالتا تھا کَفَّتْ
 عَنْ: میں نے روک دیا۔ بَاذْرَكَهَا: سحر: چادو۔ صَبِيْنٌ: ظاہر
 کھلا، بِنِ: اَوْحِيَتْ: میں نے دل میں ڈال دیا۔ حَمٌ وِیَا: الحَوَارِيْنِ
 (واحد حَوَارِي) ظاہر و باطن میں مخلص۔ مَائِدَاتَا: کھانا، دسترخوان
 خَوَانِ نَعْمَ: يَسْتَطِيْعُ: بمعنی پسند کرتا ہے، خوشی محسوس کرتا ہے
 يَقُولُ بَعْضُ قَدْرَتِ رَكَتَا هِيَ۔ اَللّٰهُمَّ: یا اللہ۔ لَقَدْ اَللّٰهُ كَسَاثَمُ
 بَرَهَارِيْنِ سَمِ اَللّٰهُمَّ بِنِ كِيَا حَرْفِ مَنَدَا كَا فَاَنْدَه وَتِيَا هِيَ۔ اَيَّةٌ:
 نشانی، نشان قدرت، علامت صداقت و نبوت۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تمام
 مفہوم و مطلب پیغمبروں کو جمع کر کے ہر ایک سے پوچھے گا کہ
 جب میں نے تمہیں بنی اور پیغمبر کے عہدہ جلیلہ پر سرفراز کیا تھا۔ اور
 تم نے لوگوں کو پیغام حق سنایا، میری اطاعت اور توحید کی طرف بلایا
 جب تم نے لوگوں کو بت پرستی چھوڑ دینے کا حکم دیا۔ تو اس وقت
 تمہاری امت نے کیا جواب دیا؟ تمہاری دعوت سن کر ان پر کیا ردعمل
 ہوا؟ اس وقت انبیاء کرام اللہ تعالیٰ کے حضور میں یہ جواب عرض

کہیں گے کہ اے اللہ! انہوں نے جو کچھ جواب میں کہا ہمیں یاد نہیں،
 تو خوب جانتا ہے کہ ان کا جواب کیا تھا۔ جو الفاظ ان کے منہ سے
 نکلے اور جو کچھ ان کے دلوں میں پوشیدہ تھا۔ وہ سب تیرے سامنے
 ہے۔ کوئی شے تجھ سے مخفی نہیں۔ علم غیب تیرا خاصا ہے کچھ مفسرین
 کہتے ہیں کہ انبیاء کا یہ جواب اپنے عجز و انکسار کے اظہار کی خاطر
 ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم کامل کے مقابلے پر اپنے علم ناقص کا اعتراف
 لیکن بعض مفسرین کی یہ رائے ہے کہ قیامت کے ہولناک مناظر
 اور خوفناک حالات کی وجہ سے نبیوں اور پیغمبروں پر ذہول اور
 بھول کی کیفیت طاری ہو جائے گی۔

اوپر کی آیت کے اجمال کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے
 بطور نمونہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا۔ تاکہ لوگوں کے لیے
 عبرت کا سامان مہیا ہو۔ وہ لوگ جنہوں نے حضرت عیسیٰ کا انکار
 کر کے انہیں ساحر اور جادو گر کہا وہ بھی حقیقت سے باخبر ہو جائیں
 اور جنہوں نے ان پر ایمان لاکر انہیں خدا اور معبود ٹھہرایا وہ بھی
 عبرت پکڑیں۔ فرمایا کہ اس دن کو یاد کرو۔ جب اللہ تعالیٰ عیسیٰ
 بن مریم ایسے اولوالعزم پیغمبر سے فرمائے گا کہ اے عیسیٰ بن مریم
 میری اس نعمت کو یاد کر جس سے میں نے تجھے اور تیری والدہ کو سرفراز
 فرمایا، جب میں نے فرشتہ وحی یعنی جبریلؑ کو بھیجا کہ تیری تائید کی
 اور تجھے قوت عزم عطا کیا۔ لوگوں نے تیری ماں پر تہمتیں تراشیں،

عیب لگانے، اس کے کردار اور سیرت پر الزام لگایا۔ وہ کہتے تھے۔ کہ بلا باپ کیسے بچہ پیدا ہو سکتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے فرشتہ بھیج کر تیری والدہ کا ایمان مضبوط و محکم کیا وہ مخالفوں کے طعن تشنیع کو برداشت کرنے لگی۔ پھر اللہ نے اپنے خاص انعام سے تجھے بچپن میں قوت گویائی عطا کی۔ تو نے توفیق الہی اور تاثیر ایزدی سے جو لے میں یہ اعلان کیا کہ میرا ماں ان الزامات اور تہمتوں سے بری اور پاک ہے۔ میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے صاحب کتاب بنی بنایا اور مجھے بابرکت ٹھہرایا ہے۔ پھر فرمایا کہ میرا یہ انعام بھی یاد کرو کہ میں نے تجھے لکھنا پڑھنا سکھایا، محکم رائے اور حسن تدبیر عطا کی۔ صحیح علم دیا۔ توراہ اور انجیل سمجھنے کی توفیق بخشی۔ پھر یہ انعام بھی کیا کم تھا کہ میں نے تجھے معجزات اور خوارق عطا کئے۔ تو مٹی کے پرندے بناتا پھر ان میں پھونکتا تو اذن الہی اور حکم الہی سے اس مٹی کے بت میں جان پیدا ہو جاتی۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر یہ انعام بھی کیا کہ تمہیں یہ قوت اور قدرت عطا کی کہ باور زاد اندھوں کو بینا کر دو۔ کہ وہ دیکھنے لگیں۔ کوڑھیوں اور برص کی بیماری والوں کو بھلا چنگا کر دو۔ کہ وہ بالکل تندرست ہو جائیں۔ تمہیں یہ قدرت بھی اللہ تعالیٰ نے عطا کی کہ مردوں کو قبروں سے نکال زندہ کھڑا کر دو۔ باوجودیکہ تمہیں کھلے معجزات اور واضح نشانات و خوارق دے کر بھیجا گیا پھر بھی بنی اسرائیل تمہاری نبوت پر ایمان نہ لائے وہ تمہارے دشمن بن گئے۔ تمہیں جادو گر اور ساحر کے نام سے پکارنے لگے تمہارے معجزات کو فریب نظر اور دھوکہ سمجھے۔ بالآخر وہ تمہارے

قتل کے درپے ہو گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے تمہیں ان سے بچالیا۔
 پھر یہ انعام بھی یاد کرنے کے قابل ہے کہ جب میں نے تمہارے ماتھے والوں
 میں سے مخلص لوگوں کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ اے مسیح کے حواریو! تم
 مجھ پر اور میرے رسول عیسیٰ پر اپنے ایمان کا اعلان کر دو۔ تاکہ جو یہود
 تمہاری تکذیب کر رہے ہیں انہیں معلوم ہو جائے کہ تم سچے بنی ہو اور کچھ لوگ
 تم پر ایمان لا چکے ہیں اور تمہاری نبوت کی تصدیق کر چکے ہیں۔ چنانچہ حواریوں
 نے اعلان کر دیا کہ ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور مسیح ابن مریم کو خدا کا سچا
 رسول تسلیم کر چکے ہیں۔ پھر انہوں نے اللہ کو اس بات پر گواہ ٹھہرایا کہ ہم
 ایمان میں مخلص ہیں اور خدا کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں۔
 اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حواریوں کا ایک مطالبہ نقل فرمایا ہے۔ کہ
 وہ انعام بھی یاد کرو کہ جب حواریوں نے عیسیٰ بن مریم سے سوال کیا تھا
 کہ کیا تمہارا پروردگار اس بات کو پسند کرے گا کہ وہ ہم پر آسمان سے
 خوانِ نعمت نازل فرمائے۔ حضرت عیسیٰ نے اس مطالبہ کے جواب میں
 حواریوں کو تقویٰ کی تلقین کرتے ہوئے کہا کہ ایمان و اخلاص اور رضا و تسلیم کے
 بعد اس قسم کا مطالبہ جائز نہیں۔ حواریوں کا یہ مطالبہ اپنے لیے اطمینان
 قلب کے لیے تھا اور یہود کے لیے معجزہ کے طور پر اتمامِ حجت کے لیے
 حواری بھوکے تھے وہ چاہتے تھے کہ معجزانہ انداز میں ان کے لیے آسمان
 سے بنا بنایا اور تیار شدہ کھانا آئے۔ وہ کھا کر سیر بھی ہو جائیں۔ اور
 اتمامِ حجت بھی ہو کہ یہ بنی سچے اور برحق ہیں اور مزید اطمینان کے ساتھ

مزید شہادت کا موقع میسر آئے اس آیت کے ضمن میں بعض مفسرین کا
 کا خیال ہے کہ حواری بہترین لوگ تھے، وہ قطعاً اللہ تعالیٰ کی قدرت طاقت
 میں شک نہ کرتے تھے بلکہ انہوں نے یہ انداز محض سوال میں تلافی کی
 خاطر اختیار کیا۔

حواریوں کے اطمینان قلب اور رفع احتیاج کی خاطر اور یہودیوں پر انعام
 حجت کے لیے حضرت عیسیٰ نے خدا کے حضور میں دعا کی کہ اے اللہ! اسے
 ہمارے پالنہار! ہم پر آسمان سے خوانِ نعمت نازل فرما۔ نزولِ نعمت کا
 یہ دن ہمارے عہد میں لوگوں کے لیے مسرت و خوشی اور عید و سرور کا
 دن قرار پائے اور ہمارے بعد آنے والوں کے لیے بھی۔ یہ نزولِ نعمت
 تیری طرف سے میری نبوت کی دلیل اور میری صداقت کی نشانی بھی پھرے
 اے اللہ! تو بہترین روزی دینے والا ہے، ہمیں روزی دے اور ہمیں توفیق
 عنایت فرما کہ ہم تیری نعمتوں پر تیرا شکر بھی ادا کر سکیں۔
 اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تم پر خوانِ نعمت نازل
 فرماؤں گا اس کے بعد بھی جو شخص انکار اور کفر کا مرتکب ہوگا۔ تو میں
 اسے بڑا سخت عذاب دوں گا۔

آیت نمبر ۱۱۶-۱۲۰: وَإِذْ قَالَ اللَّهُ لِيَعْقِيبَ ابْنِ مَرْيَمَ

اور جب خدا فرمائے گا کہ اے عیسیٰ بن مریم

عَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمَّي إِلَهَيْنِ مِنْ

کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ خدا کے سوا مجھے اور میری ماں کو دو معبود مقرر کر دو

دُونِ اللَّهِ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْتَ

وہ کہیں گے کہ تو پاک ہے مجھے کب شکایاں تھا کہ میں ایسی بات کہوں جس کا مجھے حق

أَقُولُ مَا لَيْسَ لِي بِحَقِّ أَنْ كُنْتَ قَلْتَهُ فَقَدْ

نہیں اگر میں نے ایسا کہا ہوگا تو تجھے کو معلوم ہوگا کہ جو بات میرے دل میں

عِلْمَتَهُ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي

ہے تو اسے جانتا ہے اور جو میرے ضمیر میں ہے اسے میں نہیں جانتا بے شک

نَفْسِكَ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝ مَا قُلْتَ

تو علام الغیوب ہے میں نے ان

لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنْ أَعْبُدَ وَاللَّهُ زَلَمَنِ

سے کچھ نہیں کہا بجز اس کے جس کا تو نے مجھے حکم دیا وہ یہ کہ تم خدا کی عبادت

وَرَبِّكُمْ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ

کرو جو میرا اور تمہارا سب کا پروردگار ہے اور جب تک میں ان میں رہا

فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنْتَ الرَّقِيبُ عَلَيْهِمْ

ان کے حالات کی خبر رکھتا تھا جب تو نے مجھے دنیا سے اٹھایا تو تو ان کا

وَ أَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝ اِنْ لَعِنَ بِهِمْ

نکران تھا اور تو ہر چیز سے خبردار ہے اگر تو ان کو عذاب دے

فَانَّهُمْ عِبَادُكَ ۝ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ

تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر بخش دے تو بڑی مہربانی ہے تو غالب اور

الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ قَالَ اللهُ هَذَا يَوْمُ يَنْفَعُ

حکمت والا ہے خدا فرمائے گا کہ یہ وہ دن ہے کہ راستبازوں

الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ

کو ان کی سچائی ہی فائدہ دے گی ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہ

تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا اَبَدًا اَرْضِيَ اللهُ

رہی ہیں اور ابداً باو ان میں بستے رہیں گے خدا ان سے راضی اور وہ

عَنْهُمْ وَرْضَوْا عَنْهُ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ لِلّٰهِ

خدا سے راضی۔ یہی بڑی کامیابی ہے آسمان

مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيهِنَّ وَهُوَ

اور زمین اور جو کچھ ان (دونوں) میں ہے سب پر خدا ہی کی بادشاہت

عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے

تشریح الفاظ | اِذْ بِمَعْنَى اِذَا رَجَبًا مُسْتَقْبَلِ كَيْفِ لَيْلَةِ قِيَامَتِكَ كَيْفِ لَيْلَةِ قِيَامَتِكَ
روزِ مِنْ دُونَ اسْوَا سُبْحَانَكَ : تو پاک ہے۔ یعنی

میں تجھے شریک اور سا جھی کی آلائشوں سے پاک اور میرا سمجھتا ہوں۔
شَهِيدًا : نگران، خبردار۔ تَوْفِيتَنِي : قرآن مجید میں تَوْفِي تَيْنِ مَعْنُوں مِیں
استعمال ہوا ہے (۱) وفاتِ رَفِیعِ یعنی آسمان پر زندہ اٹھا لینا۔ (۲) وفاتِ نَوْمِ یعنی
سلا دینا (۳) وفاتِ مَوْتِ (قَرْبِی) مَا دُمْتُ : جب تک میں تھا رِدَائِمٌ یَدُومٌ
سے واحد منکلم ماضی، الرَّقِیبُ : نگران، محافظ۔ تَعَدُّ نَحْمًا : اگر تو ان کو
عذاب دے۔ قَالَ : بمعنی کہے گا۔ یَوْمٌ : سے مراد یَوْمُ الْقِيَامَةِ۔ خَالِدٍ یَوْمَ
ہمیشہ رہنے والے۔ اَبَدًا : ہمیشہ۔ الْفَوْرُ : کامیابی۔ مَلِكٌ : حکومت
صَافِيصٌ : آسمان وزمین کے درمیان یعنی جن و انس، سیارے، ستارے
پہاڑ، سمندر، دریا، فضا، ہوا، بادل وغیرہ۔

مفہوم و مطلب | ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریمؑ کو خدا ٹھیرایا۔ قیامت
حضرت عیسیٰؑ کے ماننے والوں میں سے بعض نے انہیں اور
کے دن اللہ تعالیٰ عیسیٰؑ کو توبیح کرنے کے لیے حضرت عیسیٰؑ سے پوچھے گا
کہ اے عیسیٰ بن مریم! کیا تو نے لوگوں سے یہ کہا تھا۔ کہ اللہ کے سوا مجھے
اور میری ماں کو خدا مان لو؟ یہ سوال سن کر حضرت عیسیٰؑ پر کپکپی طاری ہو
جائے گی اور وہ جواب سے پہلے اللہ کی تعریف کریں گے اور کہیں گے کہ
اے اللہ تو پاک ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ مجھے کیا حق پہنچتا تھا۔ کہ ایسی
بات کہتا؟ یہ تو صریح شرک ہے۔ میں تو توحید کی تبلیغ کے لیے مبعوث

ہوا تھا۔ میں نے تیری وحدانیت کا اعلان کیا۔ میں بندہ ہو کر خدائی کا دعویٰ
کیونکر کر سکتا تھا؟ مجھے خدائی کیسے زیادے سکتی ہے؟ اگر بفرض مجال
میں نے کہا بھی تو اے اللہ! تجھ سے یہ معاملہ کیسے چھپا رہ سکتا ہے؟
سب کچھ تیرے علم میں ہے۔ قول و الفاظ تو الگ رہے، اے اللہ! تو تو لوگوں
کے بھیدوں سے بھی واقف ہے۔ تو ظاہر و باطن سے باخبر ہے میرے ارادوں
کو بھی تو بخوبی جانتا ہے۔ البتہ میں انسان ہوں، مجھے تیرے ارادوں کا علم
نہیں ہو سکتا۔ علم غیب صرف تیرا ہی خاصا ہے۔ کسی انسان کو اس میں
داخل نہیں۔

اے اللہ! میں تیرا پیغمبر ہوں۔ میں نے تو لوگوں سے وہی کچھ کہا جس
کا تو نے مجھے حکم دیا۔ میں نے تیرے احکام بلا کم و کاست لوگوں تک پہنچا
دیے۔ میں نے ان سے کہا تھا۔ کہ میرا اور تمہارا رب اللہ ہے۔ اسی کی
عبادت کرو۔ اس کے سوا اور کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اے اللہ! جب
تک ہیں ان لوگوں میں موجود رہا، میں ان کو یہی کہتا رہا کہ صرف ایک اللہ
واحد کی عبادت کرو۔ اور میں ان کے اعمال کی نگرانی کرتا رہا اور تو ہر چیز
سے باخبر ہے۔

اے اللہ! یہ تیرے بندے ہیں۔ تو مالک ہے۔ ان لوگوں نے تیرے
ساتھ شریک ٹھہرائے۔ تیری نافرمانی کی۔ یہ لوگ عذاب کے مستحق ہیں۔ اگر
تو ان کو عذاب دے تو تجھے پورا اختیار ہے۔ بندے اور غلام کی کیا مجال
کہ مالک مختار کے سامنے چوں کر سکے۔ دنیا کی کوئی قوت ان کو عذاب

سے نہیں بچا سکتی۔ اور اگر تو ان کے گناہوں سے درگزر فرمائے۔ تو تو غالب قدرت والا ہے۔ تجھے ثواب اور عذاب کا پورا اختیار ہے۔ تیرا کوئی کام بھی حکمت سے خالی نہیں۔

حضرت عبیدیٰ کا یہ قول اپنی قوم کے حق میں شفاعت نہیں ہے بلکہ وہ صراحت کے ساتھ اعتراف کرتے ہیں۔ کہ اللہ کا عذاب ٹل نہیں سکتا البتہ احادیث صحیحہ میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا ذکر آتا ہے۔ آپ خدا کے حضور میں عجز و نیاز سے امت کے ایک حصے کے لیے بخشش کی سفارش کریں گے اور اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش قبول فرما کر آپ کی عزت افزائی فرمائے گا۔ لیکن آنحضرت نے اس بات کی صراحت فرمادی ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک بٹرانے والے کے لیے میری شفاعت نہیں ہوگی۔ (راحد اور نسائی)

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ان لوگوں کو بڑا خاندہ پہنچے گا۔ جو ایمان و عمل میں صداقت شعار تھے۔ اور جنہوں نے انبیاء کی تبلیغ کی شہادت دی۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے جھوٹ سے اجتناب کیا۔ باطل کو چھوڑ کر حق کا ساتھ دیا۔ انبیاء کی تصدیق کی اور اعمال صالحہ کو اپنایا۔ ان لوگوں کو اللہ بڑا اجر دے گا۔ ان سے خوش ہو کر ان کو ایسی جنت میں داخل کرے گا۔ جہاں نہریں بہتی ہیں۔ یہ لوگ ان باغات میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ وہ خوش نصیب انسان ہیں جن پر اللہ راضی ہو گیا۔ اور وہ اللہ پر راضی ہو گئے۔ جنت اور رضائے الہی کا حصول بہت بڑی کامیابی

ہے۔ اس میں جسمانی اور روحانی دونوں قسم کی کامیابی مضمون ہے۔ جنت کے باغات میں مزے کی زندگی جسمانی لحاظ سے اور رضائے الہی کا حصول روحانی اعتبار سے۔

آخر میں فرمایا کہ زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب پر اللہ کی حکومت ہے۔ ساری کائنات ارضی و سماوی، تمام مخلوقات سب جن و انس اللہ کے قبضہ میں ہیں۔ اس میں حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ حضرت مریم بھی شامل ہیں۔ وہ بھی اللہ کی حکومت سے باہر نہیں۔ ایسے بڑے حاکم کی طرف رضامندی کی سند اور جنت کا انعام کتنی بڑی عزت اور کامیابی ہے یہ سند اور یہ انعام دینے والا اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تَمَّتْ سُورَةُ الْمَائِدَةِ بِعَوْنِ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ تَعَالَى.

اسلامیات ۱۹۵۶ء (پرچہ الف)

کئی نمبر،

سالانہ

وقتاً تین گھنٹے

حصہ اول

مندرجہ ذیل میں سے کسی ایک کا اردو میں با محاورہ ترجمہ کیجئے (عربی

عبارت لکھنے کی ضرورت نہیں۔

۲۰ الف) وَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ

نَبِيًّا وَقَالَ اللَّهُ إِنِّي مَعَكُمْ لَئِن أَقْبَلْتُمُ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ

الزَّكَاةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِي وَعَزَّرْتُمْ مَوَاهِبَهُمُ وَأَقْرَضْتُمُ اللَّهَ

قَرْضًا حَسَنًا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَلَأُدْخِلَنَّكُمْ جَنَّاتٍ

تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ

سَوَاءَ السَّبِيلِ فَمَا تَقْضِيهِمْ مِيثَاقَهُمْ لَعْنَتُهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ

قَسِيَةً يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ وَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ

رَبِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا

فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَلْوَانٌ لَهُمْ صَافِي

الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لِيَفْتَدُوا بِهِ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ

الْقِيَامَةِ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ يُرِيدُونَ أَنْ

يَخْرُجُوا مِنَ النَّارِ وَسَاهُمْ يَخْرُجُونَ مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جِزَاءً بِمَا سَبَّأ

نَكَالًا مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ

۲۔ سورۃ المائدہ میں اہل کتاب یا نصاریٰ کے متعلق آیات کے مطالب کو قلمبند کیجئے

سورۃ المائدہ میں حلال اور حرام یا کے احکام کو تفصیل سے لکھئے ۱۶

۳۔ مذکورہ ذیل آیات میں سے کسی دو کے مطالب پر تبصرہ کیجئے ۱۰

رالف، الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي

ربا، وَكَوَشَاءِ اللَّهِ لَجَمَلِكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً

رج، أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ

رد، كُوْنُوا نَهْرًا قَامُوا التَّوْرَةَ آتَا وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أَنْزَلْنَا إِلَيْهِمْ مِنْ

رہ، رَبِّيهِمْ لَا يَكْفُرُوا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ

۴۔ مذکورہ ذیل میں سے کسی چار پر مختصر نوٹ لکھئے۔ ۱۰

(۱) شعائر الشہد (۲) المسجد الحرام (۳) الجروح قصاص (۴) روح القدس -

(۵) عبد الطاغوت (۶) الریابینون والاحبار (۷) وصیئۃ وحام۔

حصہ دوم

۵۔ ترتیب نزول القرآن اور ترتیب سور کے متعلق جو کچھ آپ کو معلوم ہے یا

اختصار کے ساتھ بیان کیجئے۔ یا

قرآن مجید کے اسلوب بیان (STYLE) پر مفصل نوٹ لکھئے

۶۔ فقہ مذاہب اربعہ میں سے کسی دو کی مختصر تاریخ بیان کیجئے۔ یا

۱۳۔ فقہ جہود میں سے کسی تین پر تشریحی نوٹ لکھئے

(۱) اصول فقہ (۲) قیاس (۳) مساد (۴) جرح و تعدیل (۵) ناسخ و منسوخ

(۶) حکماء و مشائخ اہلنا

اسلامیات ۱۹۵۶ء پرچہ ب

کل نمبر ۷۵

سالانہ

وقت تین گھنٹے

پہلا حصہ

اس حصے میں سے صرف چار سوالات کے جواب دیجئے

۱۔ خلیفہ ولید کے عہد میں جو ملکی فتوحات ہوئیں ان کی کیفیت لکھئے اور ان کی تاریخی اہمیت واضح کیجئے

۲۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے واقعات زندگی اور ان کی سیرت کو بیان کیجئے اور ان کی ناکامی کے اسباب کی وضاحت کیجئے۔

۳۔ بنو امیہ کے عہد حکومت کی سیاسی، تمدنی اور علمی خصوصیات سے بحث کیجئے۔

۴۔ دعوت عبادیہ کی ابتدا، اس کی غرض و غایت، اس کی تدریجی ترقی اور اس کے نتائج بیان کیجئے۔

۵۔ دار الخلافہ بغداد کی تعمیر کی کیفیت قلمبند کیجئے۔ اس شہر کو کن اسباب سے فروغ حاصل ہوا اور تاریخ اسلام میں اس کی اہمیت کی کیا وجوہات ہیں۔

۶۔ اسمعیلی فرقہ کی ابتدا کیسے ہوئی اس کے خاص عقائد کیا ہیں، اور مذہبی اور سیاسی لحاظ سے اسلام کی تاریخ پر ان کا کیا اثر ہوا؟

۷۔ سلجوق کون تھے؟ ان کی ابتدا کیسے ہوئی؟ تاریخ اسلام میں ان کی اہمیت کی کیا وجوہات ہیں۔

دوسرا حصہ

اس حصے کے تمام سوالات لازمی ہیں

۱۵

۸۔ مندرجہ ذیل آیات کا اردو میں ترجمہ کیجئے

الف، يَا أَيُّهَا النَّاسُ اسْمِعُوا لِرَبِّكُمْ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ
مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ
أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

رب، وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ وَأَشْبِهُوا
الصَّلَاةَ وَأَتُوا الزُّكُوتَ وَادْعُوا مَعَ الرَّائِعِينَ ۝

۹ ذیل کے الفاظ کے جمع کے صیغے لکھئے اور ان پر حرکات لگائیے۔ ۵

قلب۔ کافر۔ اعمی۔ ثمرۃ۔ زوج
۱۰ ذیل کے افعال کے صیغوں کی پہچان کیجئے اور ان کے معنی بھی لکھئے

نَزَّلْنَا - أَخْرَجَ - بَشَّرَ - يَهْدِي - يَهْدِي ۵

اسلامیات رشہ سپلیمنٹری اپر جیہ الف

وقت تین گھنٹے حصہ اول کل نمبر ۵

الف) يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ
تَفْعَلْ فَمَا بَلَغْتَ رِسَالَتَهُ ۗ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ لَا
يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ۝ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ حَتَّىٰ
تَقِيمُوا الشُّرُوحَ وَالْأَنْجِيلَ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ
ب) لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَارْسَلْنَا إِلَيْهِمْ سُلَاطِمًا
قُلُوبًا حَامِيَةً رَسُولًا يُبَيِّنُ لَكُمْ آيَاتِي وَلِيُنذِرَكُمْ وَأَعْلَمَ
فَرِيقًا يَقْتُلُونَ ۝ وَحَسِبُوا أَنَّ لَتَالِيفَهُمْ فِتْنَةٌ فَكَفَرُوا فَوَصَّوهُمُ
ثُمَّ تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوا وَصَمُوا كَثِيرٌ مِنْهُمْ وَاللَّهُ بَصِيرٌ
بِمَا يَعْمَلُونَ ۝

ج) وَكُتِبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنفَ بِالْأَنفِ
وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ

بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ
هُمُ الظَّالِمُونَ ۝

۱۲ - سورۃ المائدہ میں طعام اور طہارت کے احکام اور اہل کتاب سے
تعلقات کے متعلق ہدایات اختصار سے قلمبند کیجئے۔

۱۳ - مذکورہ ذیل آیات میں سے نمبر (۱) اور باقیہ میں سے کسی ایک کے مطابق
پر تبصرہ کیجئے۔

(۱) إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِغُونَ وَالتَّصَارِيُّ الَّذِينَ
آمَنُوا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلُوا صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
يَحْزَنُونَ ۝

(۲) تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا -

(۳) إِنَّمَا الْخَمِيرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَشْرَامُ رِجْسٌ

مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ -

(۴) وَمِنْهُمْ أُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ وَكَثِيرٌ سَاءَ مَا يَعْمَلُونَ ۝

حصہ دوم

۱۴ - (الف) قرآن مجید کی لغت (DICTION) پر ایک مختصر نوٹ لکھئے
اب، قرآن مجید میں ربط آیات کے متعلق جو کچھ آپ کو معلوم
ہے اختصار کے ساتھ لکھئے۔

یا

اعجاز القرآن پر ایک مختصر نوٹ لکھئے۔

۱۵ - مندرجہ ذیل میں سے کسی تین پر نوٹ لکھئے۔

(۱) فقہ اور اصول فقہ (۲) صحاح ستہ (۳) امام مالک (۴) امام ابوحنیفہ

(۵) تقلید و اجتہاد۔

یا
فقہ کی مختصر سی تاریخ بیان کیجئے۔

اسلامیات ۱۹۵۷ء سپٹمبر (پریچہ ب)

کل نمبر ۷۵

وقت تین گھنٹے

حصہ اول (۵ نمبر)

اس حصے میں سے صرف چار سوالات کے جوابات دیجئے۔ سب سوالوں

کے نمبر برابر ہیں۔

۱۔ امیر معاویہ کے عہد کے اہم واقعات قلمبند کیجئے اور بتائیے کہ ان کے

پر مراقتدار آنے سے دستور حکومت میں کیا تبدیلیاں رونما ہوئیں؟

۲۔ حجاج بن یوسف کے حالات زندگی، اس کی سیرت اور اس کے اصول سیاست بیان کیجئے۔

۳۔ اموی خلافت کے زوال کے اسباب بیان کیجئے۔

۴۔ خلیفہ المنصور کے عہد حکومت کے اہم واقعات قلمبند کیجئے۔ اور اس کی سیرت اور اصول سیاست کو واضح طور پر بیان کیجئے۔

۵۔ عباسی عہد کی سیاسی، معاشرتی اور علمی زندگی میں جو ایرانی اثرات کار فرما ہوئے، ان کی نوعیت اور وجوہات کی وضاحت کیجئے۔

۶۔ سلطان صلاح الدین کے حالات زندگی اور اس کی سیرت بیان کیجئے۔

اور بتائیے کہ اس نے صلیب جنگوں میں کیا کاروائی کی اور کیا کام کیا؟

۷۔ عباسی عہد میں دیباچے اسلام میں مختلف علوم و فنون نے جو ترقی پائی، اس کی کیفیت جامع الفاظ میں قلمبند کیجئے۔

حصہ دوم (۲۵ نمبراً)

اس حصے کے تمام سوالات لازمی ہیں۔

۸۔ مندرجہ ذیل آیات کا اردو میں ترجمہ کیجئے۔

(الف) كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ
ثُمَّ يَمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ه ه
الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَىٰ
السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَوَاتٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ
(ب) وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْأَخِيرِ
وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ يُخْدَعُونَ اللَّهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهُمْ
يُخْدَعُونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ O

۹۔ ذیل کے الفاظ کے جمع کے صیغے لکھئے اور ان پر پوری حرکات لگائیے۔

جَنَّةٌ - سَمَاءٌ - كِتَابٌ - دَمٌ - نَهْرٌ

۱۰۔ ذیل کے افعال کے صیغوں کی پہچان کیجئے۔ اور ان کے معنے لکھئے۔

قِيلَ - أَضَاءَتْ - يَرْجَعُونَ - يَخْطَفُ - شَاءَ -

فہمرا اسلام

3

بی اے کے طلبہ اسلامیات کے لیے

مؤلفہ

پروفیسر عبدالقیوم ایچ ایم اے

شعبہ عربی و اسلامی علوم

گورنمنٹ کالج لاہور

ناشر

یونیورسٹی بک ایجنسی ۲۱ چھری روڈ لاہور